اَلْفِقْهُ فِی السِّنْدِ

فقہاء سندھ اور ان کی فقہی خدمات

تصنیف

حضرت مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی

پیش لفظ

مولانا عبد القیوم حقانی

الفقہ فی السند (فقہاءِ سندھ اوران کی فقہی خدمات)

مؤلف .... مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی

(صدر مدرس جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں)

پیش لفظ .... مولانا عبدالقیوم حقانی

پروف ریڈنگ .... مولانا محمد زمان حقانی، مولانا محمد رمضان خالد

کمپوزنگ .... جان محمد جان رُکن القاسم اکیڈمی

ضخامت .... 314 صفحات

تعداد 1100

اشاعتِ اوّل .... ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ / نومبر 2011ء

ناشر .... القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

یہ کتاب درج ذیل اداروں سے مل سکتی ہے

صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک کراچی

مولانا محمد رمضان خالد، جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں 0300-7399211

انجمن خدام الدین، شیرانوالہ گیٹ، لاہور

مکتبہ رشیدیہ، سردار پلازہ، اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ

کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی

مکتبہ سید احمد شہید، ۱۰ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

زم زم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

مولانا خلیل الرحمن راشدی صاحب، جامعہ ابوہریرہ، چنوں موم ضلع سیالکوٹ

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ۔ (الحدیث)

الفقہ فی السند

فقہاءِ سندھ اوران کی فقہی خدمات

پیش لفظ:

مولانا عبدالقیوم حقانی

تصنیف:

مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

☆ ☆ ☆

ہم اہلِ عشق ہیں اے آسمان ہمیں نہ مٹا
وفا و مہر و محبت کا ہے چلن ہم سے

☆ ☆ ☆

فہرست مضامین

(ا)

(ب)

(پ)

(ت)

(ج)

(ح)

(خ)

(د)

(ذ)

(ر)

(ز)

(س)

(ش)

(ض)

(ط)

(ع)

(غ)

(ف)

(ق)

(ک)

(گ)

(ل)

(م)

پیش لفظ

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ۔ امابعد!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ (آل عمران:۱۹) (یعنی اللہ کے نزدیک دین تو الاسلام ہی ہے۔ نیز...... اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ:۳) (یعنی آج تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا، اور پورا کیا تم پر اپنا احسان' اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے الاسلام کو دین)

بنی نوع انسان کی ابدی رہنمائی اور ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام کے ذریعہ جو اکمل اور جامع ترین' عالمگیر اور ناقابلِ تنسیخ ہدایات دیں، وہ تمام شرائعِ سابقہ حقہ پر مع شئے زائد مشتمل ہونے کی وجہ سے خصوصی رنگ اسلام کے نام سے موسوم وملقب ہوئیں۔

دینِ اسلام کی بقاء کی طرح علومِ اسلامی کی بقاء اور ترویج وترقی بھی ضروری ہے، بالکل اسی طرح علماءِ اسلام کے نام وکام کی بقاء اور ان کے علمی کارناموں اور قلمی کاوشوں سے آشنائی بھی ضروری ہے۔ علومِ اسلامی میں تراجم اور تذکرے پر کام ہر زمانہ میں نہایت دقیق، مشکل اور سخت محنت طلب رہا ہے۔ اس موضوع پر کمربستہ صرف وہی حضرات نظر

آتے ہیں جو اللہ الموفق کے دربارِ عالی سے توفیق یافتہ ہوتے ہیں۔ انہی حضرات میں ہمارے مخدوم ومکرم حضرت العلامہ مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی مدظلہٗ ہیں۔ جنہوں نے سندھ کے فقہاء کے حالات' واقعات اور مصنفات کا تعارف لکھا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں سندھ کی اہمیت سے کون واقف نہیں۔ سندھ کو 'باب اسلام' کہا جاتا ہے۔ سندھ کے علاقے میں بلکہ پورے ہندوستان میں اسلام کو قوت وشوکت' غلبہ و اقتدار اور فروغ واستحکام' نیک طینت اور جواں سال مجاہد محمد بن قاسم ثقفیؒ کی یہاں آمد اور فتح و نصرت کے بعد حاصل ہوا۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں، مالابار، کالی کٹ اور سندھ قدیم کے بعض شہروں کے باشندے اس سے پہلے ہی شب زندہ دار اور مردانِ وفا شعار مسلمانوں کے قدوم سعادت لزوم سے بہرہ ور ہو چکے تھے، اور خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں ہی اسلام ان علاقوں میں پہنچ چکا تھا۔

محمد بن قاسم کی سندھ آمد اور ان کی معزولی کے بعد ان کے لشکریوں کی ایک بڑی تعداد سندھ میں اقامت پذیر ہوئی جو مستقبل کے حوالے سے سندھ کے لئے بہت سودمند ثابت ہوئی۔ اس مٹی سے ایسے ایسے تابدار لعل و جواہر پیدا ہوئے، جو پوری دنیائے اسلام کے آسمانِ علم وفضل، صلاح وتقویٰ، امارت وقضا، سیاست وسیادت اور جہاد وقتال کے درخشاں ستارے ثابت ہوئے اور جنہوں نے علم دین کی ہمہ جہتی خدمات کے ایسے تابندہ نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک نشانِ منزل کا پتہ دیتے اور اپنے اوّلین راہرووں کی عظمت وعبقریت کی خبر دیتے رہیں گے۔

سندھ کے تاریخی پس منظر اور رجالِ سندھ پر اربابِ فضل وکمال کے علماءِ سندھ کے تاریخ ساز کارناموں اور تحریری کاوشوں پر مشتمل مختلف موضوعات پر کئی ایک کتابیں سامنے آئی ہیں، جس میں ڈاکٹر یونس الشیخ ابراہیم السامرائی کی کتاب 'علماء العرب فی

شبه القارة الهندية'' مؤرخ اسلام مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ کی تالیف ''رجال الهند والسند'' اور مولانا عبدالحیٔ حسنیؒ کی ''نزہۃ الخواطر'' قابلِ ذکر ہیں۔

ہمارے مخدوم مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی کی کتاب ''الفقه فی السند'' (فقہائے سندھ اور ان کے تصنیفی خدمات) اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب مولانا مدظلہٗ نے جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تخصص فی الحدیث کے دوران علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے زیر نگرانی وسرپرستی مقالہ کے طور پر لکھی تھی۔ جو علم وادب' تاریخ وتذکرہ' تعارفِ کتب اور فقہ اور فقہاء کے حوالے سے ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا اور شہ کار تاریخی شہ پارہ ہے۔

مولانا ملکانوی ایک لائق مدرس' ایک قابل فاضل' ایک لائق تقلید مربی اور تواضع و عبدیت' خاکساری وخدمت اور طلبہ کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک شفیق اتالیق ہیں۔ صاحب کتاب کی طرح ان کی کتاب بھی اپنے مضامین اور علوم ومعارف کے لحاظ سے مثالی' جامع اور مطالعاتی' درسی' تعلیمی' تحقیقی' ادبی اور تربیتی حلقوں کے لئے ایک نادر علمی تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اشاعت کی سعادت القاسم اکیڈمی کے حصے میں لکھی تھی جو اس عظیم کتاب کو پہلی مرتبہ شائع کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف، ناشر دونوں کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ (آمین)

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ

۳/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

عرضِ مؤلف

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیئے احوال   آگ لینے کو جائیں اور پیغمبری مل جائے

مڈل پاس کرنے کے بعد مولود ونعت خوانی کی جذبِ شوق میں گھر سے نکلا تھا جبکہ اس شوق سے عہدہ برا ہونے کے لئے گلا کا سازگار ہونا شرطِ اوّل ہے، جس سے بفضلہٖ تعالیٰ فطری طور پر اپنا دامن تہی تھا۔

مگر قسامِ ازل کے بے پناہ فضل وکرم اور قسمت کی خوبی کا کیا کہنا کہ زیورِ علم سے گو خاطر خواہ آگہی نہ سہی انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام ہی سہی تو ز ہے نصیب۔

بڑھیا مصر کی مانند خریداری گو ممکن نہ سہی خریدارانِ یوسف کی فہرست میں نام تو آ گیا۔

بہر حال ضابطہ کا یہ علمی سفر غالباً ۱۹۶۹ء میں مرکزِ علم وعمل، رُشد وہدایت جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں اپنے اختتام کو پہنچا اور اگلے سال شہیدِ اسلام، یوسف زمان، حضرت لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ کے توسط سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الفقہ میں داخلہ ملا۔

کم وبیش عرصہ دو سال کے بعد حضرت مفتی صاحب کے حکم پر ''الفقہ فی السند'' کے موضوع پر مقالہ لکھنے کا حکم صادر ہوا۔ تعمیل فرمان پر چند بے ربط و جوڑ سطریں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کی ہے ......۔

گر قبول افتد زہے قسمت   ورنہ تو شکایت کیا

ناچیز مؤلف

انتساب

بندۂ ناتواں اپنی اس حقیری قلمی کاوش کو ''اپنے گرامی قدر لائقِ صد تکریم حضرات اَساتذۂ کرام کے نام منسوب کرتا ہے، جن کے فیضانِ نظر اور اخلاقِ کریمانہ کی بدولت بندۂ ظلوم وجہول کو قلم وقرطاس سے واسطہ پڑا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

0 خصوصاً شہید اسلام، یوسفِ دوراں، سیدی ومولائی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ جن کی توجہ وتحریک کے توسط سے مرکز علم وعمل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کی علمی وعملی دہلیز تک رسائی ممکن ہوئی ....

ع   ایں سعادت بزورِ بازو نیست

0 اور حکیم العصر، محدثِ دوراں، شیخ طریقت حضرت اُستاذی مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی مدظلہ، جن کے زیر سایہ اور فیضِ صحبت میں رہنے کا اتفاق تو عرصۂ دراز پر محیط ہے، مگر بقولِ شخصے ...... ع   از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را .... والا معاملہ ضرور رہا، مگر بایں ہمہ ....۔

صحبتِ صاحب ضمیراں کم نہیں اکسیر سے
کہ آب بھی پاتا ہے قیمت، ملتا ہے جب شِیر سے

اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے ....۔

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

0 اور فقیہ اُمت' یگانۂ روزگار' اسم بامسمیٰ حضرتِ اقدس مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نوراللہ مرقدہٗ قدسی ذات والاصفات نے میرے لئے اس مقالہ کا عنوان تجویز فرما کر حکماً ارشاد فرمایا کہ اس پر ہی لکھنا ہے ......

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

حضراتِ قارئین ! بالکل ناسپاسی ہوگی اگر فیضانِ علم وعمل' رُشد وہدایت جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کا اِن سطور میں تذکرہ نہ کیا جائے۔

دُعا گو ہوں کہ حضرت حق تعالیٰ شانہٗ اس چمنستانِ علم وعمل کو ہمیشہ ہمیشہ' ابدالآباد تک قائم ودائم ،شادوآباد رکھے۔(آمین)

ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

بندۂ ناتواں

اللہ بخش ایاز ملکانوی

۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

تاریخِ سندھ کا ایک ورق

قدیم سندھ کا محلِ وقوع :

قدیم جغرافیہ کی رو سے سندھ روئے زمین کے اکسٹھ ممالک میں پینتالیسویں ملک کا نام ہے۔پہلی اقلیم اس کے شمال سے اور دوسری اس کے وسط سے گزرتی ہے یہ ملک پہلی' دوسری' تیسری' چوتھی اور پانچویں اقلیم میں مشترک ہے۔(تحفۃ الکرام میر علی شیر قانع ص:۳)

علامہ یاقوت حمویؒ نے لکھا ہے :

"السند بكسر اوّلهٖ وسكون الثانية وأخرهٖ دال مهملة بلاد بين بلاد الهند وكرمان وسجستان" ۔(معجم البلدان ص ۲۶۷ ج ۳)

سندھ برّ اعظم ایشیا میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے دنیا کی اہم تاریخی آبی شاہراہ پر واقع ہے۔اسی کے راستے وسط ایشیاء کے عظیم فاتح برصغیر پاک وہند میں آتے رہے ہیں۔
(جغرافیہ سندھ)

جدید سندھ کا محلِ وقوع :

سندھ پاکستان کا جنوب مشرقی صوبہ ہے۔جو ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے ، ۲۸ درجے ۲۶ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۶۶ درجے ۲۱ دقیقے ،۷۱ درجے ۱۰ دقیقے طول بلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔اس کے شمال ومغرب میں پنجاب اور بلوچستان ہیں اور مشرق وجنوب میں ریاست بہاولپور اور ہندوستانی علاقے سابق ریاست جودھ پور اور جیسلمہ سے گھرا ہوا ہے۔جنوب مغرب میں کچھ کا ریگستان اور بحیرہ عرب کا ۱۵۰ میل لمبا ساحل واقع ہے۔

صوبہ سندھ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی علاقہ ہے۔

(دائرہ معارف اسلامیہ اردو ص:۳۲۹ ج ۱۱۔ تاریخ سندھ ص:۱۲۔ اعجاز الحق قدوسی)

سندھ کی وجہ تسمیہ :

آریہ قوم سے پہلے سندھ کے پرانے باشندے اس ملک کو کیا کہتے تھے؟ ابھی تک تاریخ کی زبان اس کے متعلق خاموش ہے۔

آریہ قوم نے جب سندھ کی وادی میں قدم رکھا تو اسکا نام سندھو رکھا۔ کیونکہ سندھو ان کی زبان میں دریا کو کہتے ہیں اور اس دریائے سندھ کی مناسبت سے پورے ملک کو سندھو اور پھر سندھ کہنے لگے۔ یونانی مؤرخوں نے سندھوں کو ''انڈس'' کہا اور اسی لفظ سے ''انڈ'' ''ہند'' اور انڈیا ماخوذ ہیں۔ یاد رہے کہ برصغیر پاک و ہند کا سب سے لمبا دریا' دریائے سندھ ہے، جس کی لمبائی ۱۷۰۴ میل ہے۔

ایرانیوں اور پھر عربوں نے دریائے سندھ کو ''مہران'' کے نام سے موسوم کیا۔ اور اِسی وجہ سے سندھ وادئ مہران کے نام سے مشہور ہے۔ (انڈین ایمپائر مصنف منسٹر صاحب۔ بیان سندھ بحوالہ تاریخ سندھ مولانا سید ابوظفر ندوی۔ ص: نمبر ا اور دو دائرہ معارف اسلامیہ ص:۳۲۹ ج ۱۱)

لیکن علامہ یاقوت حمویؒ نے دوسری وجہ لکھی ہے فرماتے ہیں :

قالو السند والهند كانا اخوين من ولد بوتير بن يقطين بن حام بن نوح۔ (معجم البلدان ص ۲۶۷ ج ۳)

لوگوں نے کہا کہ ہند اور سندھ دو بھائی تھے جو بوتیر بن یقطین بن حام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

محمد قاسم فرشتہ تذکرہ فرزندان حام کے ذیل میں رقمطراز ہے :

''حام اپنے پدرِ عالی مقام کے حکم سے ارض جنوب کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے آبادی اور معموری میں جہد بلیغ اور سعی موفورہ عمل میں لایا اور اسے بھی آفریدگار عالم نے چھ

بیٹے عطا فرمائے ایک ہند اور دوسرا سندھ...... اور ممالک مذکورہ ان کے نام سے موسوم ہوئے''۔ (تاریخ فرشتہ اردو ص:۱۲ ج:۱)

اسلام سے پہلے سندھ کا فرمانروا :

اسلامی قلمرو میں آنے سے پہلے سندھ میں برہمن خاندان کا راج تھا۔ جس کا آخری فرمانروا راجہ داہر بن چچ تھا۔ جس کا آفتابِ اقبال عرب مسلمانوں کے ہاتھوں غروب ہوا۔

برہمن دور میں سندھ کا حدودِ اربعہ اور اس کی وسعت :

راجہ داہر کے زمانہ میں سندھ کی حدود مغرب میں مکران تک جنوب میں بحرِ عرب اور گجرات تک مشرق میں موجودہ مالوہ کے وسط اور راج پوتانہ تک اور شمال میں ملتان سے گذر کر جنوبی پنجاب کے اندر تک وسیع تھیں۔ جس میں موجودہ سندھ، صوبہ سرحد، پنجاب، افغانستان کا کچھ حصہ بلوچستان اور ریاست کچھ اور جودھپور کی سرحدوں تک سندھ شمار ہوتا تھا۔ عرب مؤرخین اس سارے علاقہ کو سندھ کہتے ہیں۔

(تاریخ سندھ اعجاز الحق قدوسی و آئینہ حقیقت نما ص:۹۲)

اسی لحاظ سے ہندوؤں کی مشہور کتاب ''مہابھارت'' میں اس کو ''سپتہ سندھو'' کہا گیا ہے یعنی ''سات دریاؤں والا سندھ''۔

(تاریخ سومرہ سندھ ص:۵۴ مصنف عبدالکریم نظامی اکبرآبادی)

قبل از اسلام اہل سندھ کا مذہب :

سندھ کی تمام آبادی راجہ داہر کے زمانہ میں زیادہ تر بدھ مت کی پیرو تھی لیکن برسرِ اقتدار طبقہ زیادہ تر برہمن تھا۔ (تاریخ اسلام ص:۵۶۶ حصہ نہم انیس احمد جعفری)

سندھ میں اسلامی فتوحات کا آغاز کب ہوا ؟

عام طور پر سندھ میں اسلام کی ابتدائی تاریخ کا تصور محمد بن قاسم ثقفیؒ فاتح سندھ سے وابستہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس سے بہت پہلے خلافت راشدہ دور ہی میں اسلامی مہمات کا سندھ میں آغاز ہو چکا تھا۔ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے دورِ خلافت ۱۵ھ میں حضرت عثمانؓ بن ابی العاص ثقفیؓ کو بحرین کی امارت پر مقرر فرمایا تھا۔ موصوف نے اپنے بھائی حضرت مغیرۃ بن ابی العاصؓ ثقفی کو سندھ کے مشہور شہر دیبل کی مہم پر روانہ کیا جیسا کہ علامہ ابوالحسن البلاذریؒ متوفی ۲۷۹ھ نے تصریح کی ہے۔

ووَجَّهَ اخاهُ المغيرة بن ابى العاص الى خور الديبل فلقى العدو فظفر۔

(فتوح البلدان ص: ۴۲۰ للبلاذری)

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے اپنے بھائی حضرت مغیرۃ بن ابی العاصؓ کو خلیج دیبل کی طرف روانہ کیا۔ وہاں ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور فتح حاصل ہوئی۔

نیز علامہ یاقوت بن عبداللہ حمویؒ متوفی ۶۲۶ھ نے بھی ''معجم البلدان'' میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں دیبل پر حملہ کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ حضرت مغیرۃؓ کی جگہ ان کے بھائی حضرت حکم بن ابی العاصؓ ثقفی کا ذکر کیا ہے۔ (معجم البلدان ص: ۴۸۱ ج ۳ حموی)

بہر حال حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کے دورِ امارت میں وادیٔ سندھ کے شہر دیبل پر کامیاب حملہ کی تصریح ملتی ہے۔ خواہ حملہ آور حضرت مغیرۃؓ ہوں یا حضرت حکمؓ۔

(چچ نامہ میں لکھا ہے کہ حضرت مغیرۃؓ دیبل میں شہید ہو گئے تھے۔ (ص ۳۳))

ایک اور تصریح ملاحظہ ہو۔ امام ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ فرماتے ہیں :

وعثمان منهم من خيار الصحابة وَلّاه رسول الله صلى الله عليه وسلم الطائف وغزا فارس وثلاثة من بلاد الهند وله فتوح۔

(جمهرة انساب العرب ص: ۲۶۶، دار المعارف مصر ۱۳۸۲ھ)

ترجمہ: ابوالعاص ثقفیؓ کی اولاد میں یہ عثمانؓ خیار صحابہؓ میں سے تھے ان کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا حاکم مقرر فرمایا تھا بعد میں انہوں نے ایران اور ہندوستان کے تین شہروں میں جہاد کیا اور ان کے ہاتھ پر کئی ملک فتح ہوئے۔

علامہ موصوف کی اس روایت میں ہندوستان کے تین مقامات پر حملہ کی نسبت براہ راست حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی طرف کی گئی ہے (جن میں ایک سندھ کا شہر دیبل تھا) کیونکہ حملہ انہی کے حکم سے ہوا تھا۔ اس وجہ سے نسبت ان ہی کی طرف کی گئی ہے یا پھر ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بذاتِ خود ان سارے مقامات پر شریک جہاد ہوئے ہوں۔

محمد بن قاسم کا حملہ اور اس کے اسباب :

سندھ میں معرکہ آرائی کی بنیاد عہد فاروقی میں پڑ چکی تھی اور کسی نہ کسی حد تک سندھ کے بعض علاقوں پر اسلامی مہمات کا سلسلہ جاری تھا اور بسا اوقات صرف سرحدی جھڑپوں تک اس کا دائرہ محدود رہتا تھا۔ البتہ اس دور میں کسی نتیجہ خیز واقعہ کی نوبت نہ آسکی۔ کیونکہ سندھ کے مستقبل کا قطعی فیصلہ محمد بن قاسم کے ہاتھوں مقدر ہو چکا تھا۔

حملہ کے اسباب کے سلسلہ میں مختلف وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اہل سندھ سے برسرِ پیکار ہونے کی ایک وجہ محمد بن جریر طبری نے یہ لکھی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حکم بن عمرو تغلبیؒ اسلامی فوج لے کر مکران جا رہے تھے۔ راستہ میں ایرانی فوج نے مقابلہ کیا اور ایرانیوں نے اپنی مدد کے لئے سندھ کے راجہ سے فوج مانگی تھی۔ جو عربوں کے خلاف صف آراء ہوئی۔ (تاریخ الطبری ص: ۱۸۰ ج ۴)

پہلا موقع ہے کہ سندھیوں نے بلاوجہ عربوں سے لڑائی مول لی اور بلاوجہ عربوں کو برسرِ پیکار ہونے کی دعوت دی۔ سندھ کے فرمانروا نے قبیلہ بنی آسار کے ایسے باغی لوگوں کو امان دے رکھی تھی جنہوں نے مکران کے گورنر سعید بن اسلم کلابی کو قتل کر دیا تھا۔

(تاریخ ابن اثیر ص: ۱۴۷ ج ۴)

ان باغیوں میں محمد بن حارث علافی، معاویہ بن حارث علافی اور محمد ابن ابراہیم سرفہرست ہیں۔ ان کا وجود مسلمانوں کے خیال میں دین اور اسلامی حکومت کے امن وامان کے لئے خطرہ کا باعث تھا۔ حاکم سندھ کا حکومت اِسلامیہ کے باغی اور مجرموں کو اپنے سایۂ عاطفت میں پناہ دینا دوسرا سبب تھا۔ جس کے باعث سلطنت اسلامیہ کو سندھ پر خاص توجہ کرنی پڑی۔ اور ہرآن یہ ملک ان کی نگاہ میں کھٹکنے لگا۔ سندھ پر حملہ کے لئے صرف یہ دو واقعات ہی کافی تھے۔ مگر ممکن تھا کہ حجاج بن یوسف اس پر بھی خاموشی اختیار کرلیتا۔ کیونکہ حدودِ مملکت سے نکل کر حملہ کرنا اس کے مزاج کے خلاف تھا کہ اسی اثناء میں اہل سندھ نے ایک ایسی حرکت کا ارتکاب کیا جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ جس کے باعث عرب سندھ فتح کرنے پر تل گئے اور حملہ کرنا ضروری سمجھا۔

واقعہ یوں ہوا کہ عرب کے چند تاجر سیلون (جسے آج کل لنکا کہتے ہیں) گئے ہوئے تھے موت نے انہیں واپس وطن آنے کی اجازت نہ دی لنکا کے راجہ نے ان کے بیوی بچوں کو مال واسباب سمیت بذریعہ جہاز بصرہ روانہ کردیا اور ان کے ہاتھ خلیفہ کے لئے قیمتی تحائف بھی بھیجے۔ اس جہاز میں کچھ حاجی بھی تھے۔ بادِ مخالف کے باعث جہاز دیبل کے بندرگاہ پر آ لگا جہاں سندھی قزاقوں نے مال واسباب لوٹ کر بے دست وپاء اور بے یار ومددگار، ناتواں اور غریب الوطن عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا۔ یہ سندھ کی مشہور قوم "مید" کے لوگ تھے۔ تاجروں کا یہ خاندان بصرہ سے تعلق رکھتا تھا۔ جب اہل سندھ کے اس ظلم و بربریت کی اندوہناک اطلاع عراق کے گورنر ابومحمد حجاج بن یوسف المتوفی ۹۵ھ کو ہوئی تو فرطِ غضب سے اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ غالبًا یہ پہلا موقع تھا۔ کہ اس کے غیظ وغضب کا رُخ صحیح سمت کی طرف مڑا۔ اور عراقی گورنر نے ان مظلوموں کو قید وبند سے آزاد کرانے اور اہل سندھ کے کافرانہ غرور کو خاک میں ملانے کے لئے اپنے چچازاد بھائی اور

داماد(۱) عمادالدین محمد بن قاسم (۲) کا انتخاب کیا۔

اس جواں سال جرنیل نے سندھ کے راجہ داہر کو خاک وخون میں تڑپا کر اس کے جاہ وجلال اور نخوت کو بروز پنجشنبہ ۱۰ رمضان المبارک ۹۳ھ مطابق ۷۱۱ء اس وقت دفن کیا۔ (۳) جب کہ آفتاب عالم تاب نہاں خانہ مغرب میں روپوش ہوچکا تھا اور گیارھوں رمضان کا آفتاب جو کل راجہ داہر کے دور میں غروب ہوا تھا آج اپنے ساتھ انقلابِ نو کا پیغام لے کر طلوع ہوا، اور سرزمین دیبل پر اس کی اوّلین شعائیں اُموی جاہ وجلال کے جلو میں ضیاء پاش ہوئیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

سندھ کے قدیمی مشہور شہر :

دیبل: ۔ دریائے سندھ کے مغربی جانب سمندر پر کسی زمانے میں ملک سندھ کا سب سے بڑا شہر، بندرگاہ اور تجارتی مرکز رہ چکا ہے۔ لیکن انقلاب زمانہ کے باعث آج یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کس جگہ آباد تھا۔ اس کی بربادی کی مفصل داستان الکامل لابن اثیر ص ۳۲۳ ج ۷ میں موجود ہے۔ بعض کراچی اور بعض ٹھٹہ کو قدیم دیبل (دیول) بتلاتے ہیں۔

(۱) مشہور ہے کہ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد تھے، مگر بعض مؤرخین اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حجاج کی کوئی لڑکی ہی نہیں تھی جو داماد ہوتا۔ توضیحات واستدراکات تاریخ معصومی ص ۳۷۵۔

(۲) علامہ بلاذری نے انکا نسب نامہ اِس طرح لکھا ہے محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل الثقفی فتوح البلدان ص: ۴۲۳، ابن اثیر ص: ۲۰۵ ج ۴ اور علامہ ابن اثیر نے حجاج کا نسب یون بیان کیا ہے حجاج بن یوسف بن حکم بن عقیل بن عامر بن مسعود۔ ابن ثیر، ص: ۲۲۲ ج ۴۔ معلوم ہوا محمد بن قاسم حجاج کے چچازاد بھائی قاسم کا بیٹا تھا۔ حواشی تاریخ معصومی ص: ۳۷۵، ابن اثیر، ص: ۲۲۲ ج ۴۔

(۳) (تاریخ فرشتہ ص: ۹۵۷ ج ۲ ملا محمد قاسم فرشتہ)

(۴) (تاریخ سندھ)

مگر محققین کی تحقیق کے مطابق دیبل وہی ہے جس کو بھنبھور کہتے ہیں حال ہی میں اس کی کھدائی ہوئی ہے اور محمد بن قاسمؒ کے دور کی مسجد بھی نکل آئی ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الولی حیدرآباد سندھ اپریل ۱۹۷۲ء، ص:۴۶)

جس پر کتبہ ایک سونو (تسع ومائۃ) ہجری کا ہے۔ اس مسجد کا ذکر علامہ بلاذری نے بھی کیا ہے۔ (فتوح البلدان ص:۴۲۵، تاریخ ابن اثیر ص:۲۰۵ ج:۴)

یہ جگہ کراچی سے ۳۳ میل جنوب کی سمت واقع ہے۔ جبکہ ٹھٹھہ کراچی سے ساٹھ میل دور ہے۔ اس لئے ٹھٹھہ دیبل نہیں ہوسکتا ہے۔ (ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۷۵)

تاریخ معصومی کی توضیحات واستدراکات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(تاریخ معصومی توضیحات واستدراکات ص:۳۸۴)

نیرون :

سندھ کے راجہ نیرون سے منسوب ہے لیکن چچ نامہ میں ہے کہ جس ٹیکری پر یہ قلعہ واقع تھا اس کا نام ''نیرون'' تھا اسی لحاظ سے اس کو ''نیرون'' ٹیکری والا قلعہ'' یا قلعہ نیرون کہا گیا ہے جس کے بعد یہ قلعہ مقامی طور پر نیرون کوٹ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اہل سندھ اسے نیرون کافری بھی کہتے ہیں۔ (تاریخ سندھ ص:۶۷۴ مولانا مہر)

قلعہ نیرون قبل از اسلام یعنی سندھ کے حکمران ''رائے خاندان'' کے عہد میں موجود تھا، سندھ کا ساحلی شہر تھا اور دیبل سے پچھتر (۷۵) میل پر واقع تھا اگر بھنبھور کے کھنڈرات دیبل کے ہیں تو بھنبھور سے حیدرآباد تقریباً پچھتر (۷۵) میل کے فاصلے پر ہے۔

حیدرآباد :

اس شہر کا نام ''حیدرآباد'' سندھ کے کلہوڑہ فرمانروا میاں غلام شاہ نے ذی قعدہ ۱۱۸۲ھ مارچ ۱۷۶۹ء میں رکھا، جب اس نے حیدرآباد کا موجودہ قلعہ تعمیر کرایا تھا، قلعہ کے سنگ تکمیل پر یَارَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا کندہ کرایا۔ جس سے گیارہ سو بیاسی ہجری

برآمد ہوتا ہے۔ (تاریخ معصومی توضیحات واستدراکات ص:۳۷۷)

منصورہ :

آج اسی جدید نام سے مشہور ہے موسم خوشگوار ہے آب وہوا مرغوب ہے۔ سندھ میں بھمنوا نامی ایک قدیم شہر تھا جسے عرب سیاح اہل ایران اور جغرافیہ نویس اپنی اصطلاح میں برہمن آباد لکھتے ہیں۔ اور سندھ بمیرا کا تھل اور ''دلورانی جوگھاٹ'' بھی کہتے ہیں۔

(آئینہ حقیقت نما ص:۹۴ ج ۱، اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

لیکن حوادثاتِ زمانہ کی نذر ہوکر یہ شہر ویران ہوگیا تھا۔ فوجی اور سیاسی مصالح کے پیش نظر جب اہل عرب کو اپنے شہر بسانے پڑے تو حکم بن محمد بن قاسم نے برہمن آباد سے چھ میل یعنی دو فرسخ کے فاصلے پر یہ شہر آباد کیا۔ (بلاذری ص ۴۴۴ المقدی)

اور نیک فالی کے لئے منصورہ نام رکھا۔ منصورہ کا رقبہ ایک مربع میل تھا اس میں چار دروازے تھے باب البحر مشرق میں، باب طوران مغرب میں، باب سندان جنوب میں، اور باب ملتان شمال میں۔ (تاریخ سندھ ص:۲۲۶)

آب ہوا گرم، کسی زمانہ میں یہ سرسبز وشاداب شہر عہد دولت اُموی وعباسی کے گورنروں کا مستقر تھا۔ (تاریخ سندھ ص ۶۷۶ غلام رسول مہر) اس کا طول بلد مغرب سے ۹۳ درجہ اور عرض بلد جنوب سے ۲۲ درجہ ہے (معجم البلدان یاقوت حموی تحت لفظ منصور، ص:۷)

پانچویں صدی ہجری کی ابتداء میں اس شہر کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ لیکن بعض حضرات غیاث الدین بلبن کے عہد چھ سو تینتالیس ۶۴۳ھ ہجری تک اس کے موجود ہونے کے قائل ہیں۔ (عرب وہند کے تعلقات ص:۷۵)

فائدہ : ضلع سانگھڑ کے شہر شہداد پور سے نو میل جنوب مشرق میں جمڑاؤ نہر ہے۔ اس نہر سے دو میل مشرق کی سمت پر منصورہ کے وسیع وعریض کھنڈرات ملتے ہیں۔

(تاریخ معصومی، توضیحات واستدراکات ص:۳۸۴، وایضاً ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ص:۶۷)

علامہ مقدسی جو ۳۷۵ھ میں سندھ تشریف لائے تھے منصورہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اس شہر کے لوگ ہوشیار، فہمیدہ ہیں۔

''وللاسلام طراوۃ والعلم واھلہ کثیر''۔ (بلاذری ص:۴۷۹ مقدسی)

یہاں اسلام تروتازہ ہے اور اہل علم کثرت سے ہیں۔ اہل منصورہ کا لباس عراقیوں کی مثل ہے۔ لیکن بادشاہوں کا لباس ہندوستانی راجوں کی طرح کرتہ اور ازار ہوتا ہے۔

(تاریخ سندھ، ص:۲۱۶ ابوظفر ندوی)

یہاں کے لوگ زیادہ تر ظاہری مسلک کے پابند ہیں اور حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ (تاریخ سندھ ص ۲۴۴۔ ابوظفر ندوی)

سہوان :

اب بھی موجود ہے ایک پہاڑی پر آباد ہے اور سکھر سے ایک سو اڑتیس میل اور لکی سے گیارہ میل کے فاصلے پر ہے یہاں کا قلعہ ''کافر قلعہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ راجہ ساسی کے چھ قلعوں میں سے ایک تھا۔ (تاریخ سومرہ سندھ ص ۵۵۔ آئینہ حقیقت نما ج:۱ ص:۹۴)

الور :

اصلی نام ارور تھا عربوں نے الف لام داخل کر کے الرور بنادیا چنانچہ بلاذری، ابن اثیرؒ اور یعقوبیؒ نے اسی لفظ کو استعمال کیا ہے۔ لیکن لام اور را دونوں قریب المخرج ہیں اس لئے کثرت استعمال سے پہلی را گرگئی اور الور ہوگیا ہے۔

(تاریخ سندھ، ص:۱۰۳، ابوظفر ندوی ہند کے شہر ص:۱۳)

راجہ داہر کے عہد میں سلطنت کا پایہ تخت الرور سندھ کا بڑا تجارتی شہر تھا۔ دریائے سندھ کے مشرقی جانب ایک بلند پہاڑ پر واقع تھا۔ کئی سو سال تک پایہ تخت رہنے کے بعد آخر دلورائے کے عہد میں تقریباً ۱۳ھ میں دریا کے رُخ بدل لینے کی وجہ سے ویران ہوگیا۔ اب

اس سے پانچ میل کے فاصلے پر روہڑی نام کا ایک دوسرا شہر ضلع سکھر میں واقع ہے۔

(تاریخ سندھ، سید ابوظفر ندوی، حواشی ص:۱۰۶)

محب اللہ بھکری نے اپنی مختصر تاریخی تصنیف (قلمی) میں لکھا ہے اس شہر کو کسریٰ نوشیرواں کے عہد میں ایک ایرانی تاجر ''مہماس بن اروخ بن ہیلاج ارمنی'' نے آباد کیا تھا۔ (توضیحات واستدراکات معصوی، ص:۳۷۷)

ٹھٹھہ :

وادیٔ سندھ کا یہ مقدس شہر بقول علی شیر قانع اہل معرفت کا مسکن اور اہل یقین کا وطن رہا ہے۔ یہاں کی زمین اہل فضیلت وکمال کی کان ہے۔ یہاں کی مٹی طبعاً صاحبان حال وقال کی نشوونما کے لئے سازگار ہے۔ ٹھٹھہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں دو باتیں مشہور ہیں بعض کہتے ہیں ''تہ تہ'' بمعنی نشیبی نشیبی'' کی خصوصیت سے منسوب ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ ٹھٹ کے لفظ سے موسوم ہے۔ جو سندھیوں کے اصطلاح میں ''لوگوں کے جمع ہونے کا مقام ہے'' کے معنٰی رکھتا ہے۔ (تحفۃ الکرام علی شیر قانع، ص:۵۶۸،۵۶۹)

اکثر اہل علم وکمال اس سرزمین میں پیدا ہوئے ہیں۔ (تحفۃ الکرام ص:۵۷۰)

اس کے علاوہ بلری، بھکر، بھٹ شاہ (مرتضیٰ آباد آف ہالہ) روہڑی، نیاری بھی سندھ کے قابل ذکر شہر ہیں۔ (ہند کے شہر)

سندھ کا رقبہ اور مشہور شہر :

سندھ کا کل رقبہ چون ہزار ایک سو تیئس (۵۴۱۲۳) میل ہے اور اس میں تین ہزار ایک سو سترہ (۳۱۱۷) گاؤں اور شہر آباد ہیں۔ بعض مشہور شہر مندرجہ ذیل ہیں کراچی، حیدرآباد، ٹھٹھہ، شکارپور، لاڑکانہ، جیک آباد، خیرپور، سکھر۔

سندھ کی قدرتی تقسیم اور اس کے علاقائی حالات :

سندھ کا خطہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصہ کو بالائی سندھ اور دوسرے کو

زیریں سندھ کہتے ہیں۔ بالائی سندھ کوشالی اور زیریں کو جنوبی سندھ بھی کہتے ہیں۔

(تاریخ سندھ ص:۳، ابوظفر ندوی)

اور سندھی زبان میں زیریں کو (لاڑ) اور بالائی کو (سرو) بولتے ہیں۔نیم گرم منطقے میں واقع ہونے کے باعث سندھ کا علاقہ مجموعی طور پر موسم گرما میں سخت گرم اور موسم سرما میں سخت سرد ہوتا ہے۔مثل مشہور ہے کہ یہاں کی گرمی (گورے) کو کالا کردیتی ہے دھوپ ایسی تیز ہوتی ہے کہ اس میں انڈا بھون سکتے ہیں۔(تاریخ سندھ ص:۹۱۱، مولانا غلام رسول مہر)

مئی سے اگست تک درجہ حرارت بسا اوقات °۱۱۵ درجے سے بڑھ جاتا ہے اور موسم سرما میں °۳۶ درجے تک گر جاتا ہے۔ بارش کا سالانہ اوسط تقریباً سات انچ ہے۔

(دائرہ المعارف اردو ص:۳۳۵، ج۱۱)

بعض علاقوں کی آب و ہوا معتدل ہے، اکثر علاقہ ریگستان اور پہاڑی ہے۔ وسطی وادی میں زیادہ تر ببول کا خود رو درخت پیدا ہوتا ہے۔جس کے گھنے جنگلات دریائے سندھ کے کنارے پائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ خاص بارآور درخت آم، کیلا، کھجور، لیموں، امرود، گنا، اور نارنگی ہیں۔اہلِ سندھ قد کے متوسط، جسم کے خوب گھٹے ہوئے، رنگ سانولے، آنکھیں اور بال سیاہ دانت غیر معمولی طور پر عمدہ اور مضبوط اور سروں پر لمبے بال رکھتے ہیں۔ مسلمان اکثر سنی اور حنفی ہیں ان میں مذہبی تعصب بالکل نہیں ہے۔

(تاریخ سندھ ص:۹۱۱، مولانا غلام رسول مہر)

علاقائی زبان :

سندھ کی موجودہ زبان سندھی ہے۔ اس زبان کا رسم الخط عربی زبان سے ملتا جلتا ہے۔مختلف خطوں کے لہجے الگ الگ ہیں۔لیکن تلفظ میں شیرینی اور لہجے میں ایک دل کشی پائی جاتی ہے۔(تاریخ سندھ ص:۱۳، اعجاز الحق قدوسی)

فقہ اور اس کی تاریخی حیثیت

فقہ کی لغوی تعریف :

لغت عرب کے اعتبار سے فقہ کا استعمال بکسر القاف، فَقِہَ اور بضم القاف فَقُہَ دونوں طرح ہوتا ہے۔فَقِہَ بکسر القاف باب سَمِعَ سے ہے۔جس کے معنی جاننا ہیں۔اور فَقُہَ بضم القاف باب کَرُمَ سے ہے۔اس کے معنٰی فقیہ ہوجانا ہیں۔

درمختار میں علامہ علاؤالدین حصکفیؒ فرماتے ہیں :

"فالفقهُ لغةً العلم بالشئ ثم خُصَّ بعلم الشريعة وفَقِهَ بالكسر فقها علم وفَقُهَ بالضم فقاهة صار فقيهاً الخ"۔(درالمختار، ص:۳۴ ج:۱)

"منحة الخالق على البحر الرائق" میں علامہ خیرالدین رملیؒ سے نقل کیا گیا ہے: "و يقال فَقِه بكسر القاف اذافهم وبفتحها اِذاسبق غيره الى الفهم وبضمها اذا صار الفقه سجيةً" (منحۃ الخالق علی البحر الرائق ص:۳، ج:۱)

یعنی فَقِہَ بکسر القاف اس وقت پڑھتے ہیں جب کوئی بات سمجھ لے اور فَقَہَ بفتح القاف اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی شخص بات سمجھنے میں کسی دوسرے سے سبقت کرجائے اور فَقُہَ بضم القاف اس وقت استعمال کرتے ہیں جب فقہ اس کی طبیعت بن جائے۔چنانچہ امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں :

''الفقه هوالتوصل الى علم غائب بعلم شاهد وهو اخص من العلم''۔

ترجمہ: علم حاضر کے ذریعے علم غائب تک رسائی کا نام فقہ ہے اس لحاظ سے علم عام ہوا اور فقہ خاص (مفردات القرآن، ص:۳۹۱)

گویا فقہ کے لغوی معنٰی، عقل و دانش، فہم و فراست، دقیقہ رسی، نکتہ سنجی اور کسی شئ

کی تہ تک پہنچنے کے ہیں۔لیکن بعد میں یہ لفظ اپنے اس معنیٰ کے علاوہ علمِ شریعت کے معنیٰ میں بکثرت استعمال ہونے لگا ہے۔چنانچہ لغت کی شہرۂ آفاق کتاب ''القاموس المحیط'' میں ہے فَقِہَ بالکسر کے معنیٰ ہیں کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا اور اس کی تہہ تک پہنچنا علم دین کی بزرگی و برتری اور دوسرے علوم پر اس کی فضیلت کی بناء پر فقہ صرف اسی معنیٰ کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔(القاموس المحیط ص:۲۸۹،ج۴)

فقہ کی اِصطلاحی تعریف :

اصطلاح شرع میں اس کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فقہ کا اطلاق پہلے عام تھا پھر یہ لفظ اس مخصوص فہم پر ہوتا ہے جو کتاب وسنت کی ضیاء پاشیوں سے ماخوذ ہو۔یعنی کتاب وسنت سے اصول وضوابط کے مطابق احکام شریعت کومعلوم ومتعین کرنا۔چنانچہ علامہ آمدیؒ المتوفی ۶۳۱ھ تحریر فرماتے ہیں :

''وفی عرف المتشرّعین الفقہ مخصوص بالعلم الحاصل بجملۃ من الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ بالنظرو الاستدلال''۔(الاحکام فی اصول الاحکام،ص:۷،ج۱)

ترجمہ: اہل شرع کے عرف میں فقہ کا اطلاق اس علم کے ساتھ مخصوص ہے جو نظرواستدلال کے ذریعے شرع کے فروعی احکام کے بارے میں حاصل ہوتا ہے۔نظر واستدلال سے مراد کسی حکم کواس کے تفصیلی دلائل سے معلوم کرنا اور دلائل تفصیلیہ سے مراد وہ آیات واحادیث ہیں جو ان احکام عملیہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔اس اعتبار سے کتاب وسنت ہی شریعت اسلامی کے دو بنیادی اصول مانے جاتے ہیں۔اگرچہ فقہ کی اصطلاح میں اُصولِ شریعت چار ہیں: کتاب، سنت، اجماعِ اُمت اوران تینوں سے مستنبط شدہ قیاس۔ محشی حسامیؒ لکھتے ہیں : فالمعنی الادلۃ التی تثبت بکل واحد منھا الاحکام اربعۃ۔قرآن مجید میں لفظ فقہ متعدد مرتبہ فہم وفراست، عقل وبصیرت اور گہری

سوچ وسمجھ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :

''وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَایَفْقَھُوْنَ''۔

ترجمہ : ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔

''وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ''۔اور جتنی چیزیں ہیں سب اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہیں۔مگر تم لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

''قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَہُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ''۔ ترجمہ: وہ بولے اے شعیب علیہ السلام ہم نہیں سمجھتے بہت سی باتیں جو تو کہتا ہے۔

''وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَھُوْہُ''۔اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے کہ وہ اس کو سمجھیں۔

''فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ''۔

ترجمہ : سو کیوں نہ نکلا ہر جماعت میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں۔

یہ لفظ حدیث میں بھی کئی موقعوں پر آیا ہے۔آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دُعا فرمائی تھی :

''اَللّٰھم عَلِّمْہُ الدِّیْنَ وَفَقِّھْہُ فِی التَّاْوِیْلِ''۔(مسند امام احمد ص۲۶۶ ج۱)

ترجمہ : اے اللہ! اِن کو دین سکھا اور ان کو تاویل کی سمجھ عطا فرما۔

فقہ کی پہلی تعریف :

صاحب مفتاح السعادۃ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے :

''ھو علم باحث عن الاحکام الشرعیّۃ الفرعیۃ العملیۃ۔ من حیث استنباطھا من الادلۃ التفصیلیۃ الخ''۔(مفتاح السعادت ص:۶۲ ج۲)

یعنی علم فقہ وہ علم ہے جو احکام شرعیہ فرعیہ علمیہ سے اس حیثیت سے بحث کرے کہ ان کا استنباط تفصیلی دلائل سے کیا گیا ہے۔مگر اس تعریف کے اعتبار سے صرف مجتہد پر فقیہ کا اطلاق ہو سکے گا، حافظ للفروع کو فقیہ کہنا صحیح نہ ہوگا، البتہ مجازاً اس کو فقیہ کہہ سکیں گے۔

فقہ کی دوسری تعریف :

شیخ ابن ہمامؒ نے فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے :

"ھوالتصدیق بالاحکام الشرعیة القطعیة"۔ (تحریر ابن ہمامؒ ص:۴)

اس تعریف میں شیخ ابن ہمامؒ نے لفظ تصدیق کا اضافہ کر دیا ہے۔اسی وجہ سے اس تعریف کو پہلی تعریف سے اچھا کہا ہے۔وہ فرماتے ہیں :

"فالاولٰی مافی التحریر من التصدیق الشامل للعلم والظن"۔

(بحرالرائق ص:۳، ج۱)

اور شیخ ابن ہمامؒ نے یہ تغیر اس لئے کیا ہے کہ فقہ کو جو لوگ ظنی کہتے ہیں ان پر رد ہو جائے۔اس لئے کہ فقہ قطعی ہے۔کیونکہ فقہ کا ماخذ کتاب وسنت اور اجماع ہے۔اور ان میں ہر ایک قطعی الثبوت ہے۔لیکن چونکہ اس کا اکثر حصہ ظنی الدلالت ہے اس وجہ سے اس میں قیاس کے لئے گنجائش ہے۔اور اسی بناء پر کسی مجتہد کے مسلک کو بالکلیہ غلط نہیں کہہ سکتے اور کسی ایک مسلک پر عمل کرنا نہ صرف درست بلکہ ضروری ہے۔درمختار میں لکھا ہے :

"اذا سئلنا عن مذھبنا وَ عن مذھب مخالفنا قلنا وجوباً مذھبنا صوابٌ یحتمل خطاء ومذھب مخالفنا خطاءٌ یحتمل الصواب واذاسُئلنا عن معتقدنا و معتقد خصومنا قلنا وجوباً الحق ما نحن علیه والباطل ماعلیه خُصومُنا......الخ"

(درمختار ص:۳۳، ج۱)

ترجمہ : اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ تمہارا فقہی مسلک ٹھیک ہے یا تمہارے مخالفین

کا؟ تو ہم جواب دیں گے کہ ہمارا مسلک صحیح ہے۔مگر اس میں خطاء کا احتمال ہے اور ہمارے مخالفین کا مسلک خطاء ہے مگر اس میں درستگی کا احتمال ہے۔اور اگر ہمارے معتقدات کے متعلق پوچھا جائے کہ تم حق پر ہو یا تمہارے مخالفین؟ تو ہم پورے یقین کے ساتھ کہیں گے کہ ہمارے اعتقادات حق ہیں۔اور ہمارے مخالفین کے اعتقادات باطل ہیں۔اس لئے اِن کا ثبوت نصوص قطعی الدلالت سے ہونے کی وجہ سے اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

فقہ کی تیسری تعریف :

امام سیوطیؒ نے (اِتمام الدرایہ) اور نقایہ میں اس طرح تعریف کی ہے کہ علم فقہ ان احکام شرعیہ کا پہچاننا ہے جو اجتہاد سے نکالے گئے ہوں۔(مفید المفتی ص:۵)

فقہ کی چوتھی تعریف :

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعریف اس طرح نقل کی گئی ہے کہ :

عرّفه الامام الاعظم بانهٗ معرفةالنفس مالھاوماعلیھا لکنه یتناول الاعتقادیات کو جوب الایمان والوجدانیات اَی الاخلاق الباطنة و الملکات النفسانیة والعملیات کالصلوة والصوم والبیع بمعرفة مالھا وما علیھا من الاعتقادیات علم الکلام ومعرفة مالھا وما علیھا من الوجدانیات ھی علم الاخلاق والتصوف کالزھدوالصبر والرضاء وحضور القلب فی الصلوٰة ونحو ذالك ومعرفة مالھا وما علیھا من العملیات ھی الفقه المصطلح فان اردت بالفقه ھذا المصطلح زدت عملاً علی قولهٖ مالھا وما علیھا وان اردت علم ما یشتمل علی الاقسام الثلاثة لم تزد وابو حنیفةؒ انما لم یزدلانه ارادالشمول اَیْ اطلق العلم سواء کان من الاعتقادیات اوالوجدانیات او العملیات ومن ثم سُمِّیَ

الکلام فقھاً اکبر۔ (بحر الرائق ص:۶، ج:۱)

یعنی امام اعظمؒ نے فقہ کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے۔ یعنی آدمی کا اپنے لئے مفید اور مضر چیزوں کو جان لینا۔ لیکن یہ تعریف اعتقادیات جیسا کہ وجوب ایمان اور وجدانیات یعنی اخلاق باطنہ اور ملکات نفسانیہ اور عملیات جیسا کہ نماز، روزہ اور خرید وفروخت وغیرہ کو شامل ہے۔ پس جو چیزیں آدمی کے لئے ازقبیل اعتقادیات جاننا ضروری ہیں اس کا نام تو علم کلام ہے۔ جو چیزیں ازقبیل وجدانیات آدمی کے لئے جاننا ضروری ہیں ان کا نام علم اخلاق وعلم تصوف ہے۔ جیسے زُہد، صبر ورضا، نماز میں حضورِ قلب وغیرہ اور جو چیزیں آدمی کے لئے اعمال کے قبیل سے جاننا ضروری ہیں۔ ان کا اصطلاحی نام علم فقہ ہے پس اگر فقہ سے آپ کی مراد اصطلاحی علم فقہ ہے تو (مالھا وما علیھا) پر عملاً کی قید بڑھا دیجئے۔ اور اگر ایسا علم مراد لینا چاہتے ہوں جو تینوں اقسام کو شامل ہو تو مذکورہ قید کے اضافہ کی ضرورت نہیں اور امام اعظمؒ نے اس قید کا اضافہ اس لئے نہیں فرمایا کہ انہوں نے سب کی شمولیت کا ارادہ فرمایا ہے۔ یعنی انہوں نے مطلقاً علم مراد لیا ہے۔ خواہ اعتقادات ہوں یا وجدانیات یا عملیات اور اسی لئے آپ نے علم کلام کا نام فقہ اکبر رکھا ہے۔

فقہ کی پانچویں تعریف :

امام غزالی رحمہ اللہ نے فقہ کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے کہ "معرفۃ الفروع والوقوف علیٰ دقائق عللھا"۔ (احیاء العلوم مختصراً ص:۲۸، ج:۱)

یعنی فروعات کو جاننا اور ان کی دقیق علتوں سے واقف ہونا۔

فضیلت فقہ :

فقہ وہ علم ہے جس سے قرآن وحدیث کے حقائق ومعارف، رموز وحکم میں فہم

وبصیرت اور رسوخ حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اسی علم کی بدولت حق تعالیٰ جل شانہ کے احکامات کو معلوم کیا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: "وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا"۔

اکثر مفسرین حضرات نے حکمت سے مراد فقہ لیا ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو علم فقہ دیا گیا اس کو خیر کثیر دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں مختلف انداز سے اسلوب بدل بدل کر فقہ کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے ارشاد خداوندی ہے :

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ"۔

(سو کیوں نہ کوچ کیا ان میں سے ہر فرقہ سے ایک جماعت نے تا کہ وہ دین میں سمجھ پیدا کرلیں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ اُن کی طرف لوٹیں تا کہ وہ بچ جائیں)

سیدنا معاویہؓ امیر شام المتوفیٰ ۶۰ھ جناب رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

"مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ"۔ (بخاری شریف ص:۱۶ ج۱، مسلم ص:۱۴۴ ج۲)

"جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ اور فقاہت عطا فرماتا ہے"۔

یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ حضرت سیدنا ابن عباسؓ المتوفیٰ ۶۸ھ سے مرفوعاً مروی ہے :

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ المتوفیٰ ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں :

وفی ذالك بيان ظاهر بفضل العلماء على سائر الناس ولفضل التفقه فی

الدین علی سائر العلوم ۔ (فتح الباری ص:۱۵۱، ج:۱)

اس حدیث میں وضاحت کے ساتھ علماء کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی تمام علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ المتوفی ۵۷ھ آنحضرت ﷺ سے نقل فرماتے ہیں :

خیار هم فی الجاهلیة خیار هم فی الاسلام اذا فقهوا۔

(بخاری شریف ص:۴۷۹ ج ۱، مسلم شریف ص:۳۰۷ ج ۲، ومشکوۃ شریف ص:۴۱۷، ج ۲)

زمانۂ جہالت میں جوان میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ فقہ سے موصوف ہوں۔

اِن ارشاداتِ نبوی سے یہ بات واضح طور پر سمجھی گئی کہ اسلام میں اُن کی خوبی اذافقھوا کی شرط سے مشروط ہے۔ اگر یہ کوئی عمدہ وصف نہ ہوتا یا اس سے بھی بڑھ کر کوئی اور عمدہ خصلت وعادت نگاہِ نبوت میں قابل ذکر ہوتی تو آنحضرت ﷺ ضرور اس کا تذکرہ فرماتے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"**خیر العبادة الفقه**" (جامع بیان العلم وفضلہ ص:۲۱، ج ۱) "بہترین عبادت فقہ ہے"۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ابوبکر خطیب بغدادیؒ المتوفی ۴۶۳ھ نقل فرماتے ہیں : "**افضل العبادة الفقه**"۔ (الفقیہ والمتفقہ: ص ۱:۲۰، ج:۱ وترغیب ص:۹۳، ج ۱)

ترجمہ : "عمدہ بندگی فقہ ہے"۔

حافظ ابن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول طبرانی سے نقل کیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں :

"**قلیل الفقه خیر من العبادة**"۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص:۳۱، ج ۱)

ترجمہ : "تھوڑی سی فقہ بھی عبادت سے بہتر ہے"۔

ان روایات سے فقہ کی قدر ومنزلت اور عظمت ورفعت کا اندازہ واضح ہے۔ لیکن بظاہر یہاں ایک سوال ہوتا ہے۔ کہ فقہ کی اس قدر غیر معمولی اہمیت آخر کیوں ہے؟۔ تو اس کا جواب لسان فیض ترجمان ﷺ سے پہلے دیا جاچکا ہے۔

"**قال لکل شئ عماد وعماد هذا الدین الفقه**"۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص:۳۱ ج ۱)

ترجمہ : "رسول ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کا ستون ہے اور دین کا ستون فقہ ہے"۔

دین میں فقہ کی بنیادی حیثیت کا اندازہ لگایئے کہ قصر دین (دینی محل) کے قیام وبقا میں فقہ کا وہی مقام ہے جو کسی تعمیر میں ستون کا ہوتا ہے۔ اور جیسے کوئی عمارت بغیر ستون کے اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ اسی طرح دین بھی بغیر فقہ کے اپنی اصل شکل وصورت اور خدوخال کو باقی نہیں رکھ سکتا۔ اس اِرشادِ نبوت سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جس قدر علم فقہ میں وسعت اور دقت نظر ہوگی اُسی قدر دین میں حذاقت اور پختگی پائی جائے گی۔ تو اسی پر بس نہیں بلکہ دینی اور دنیاوی سیادت وقیادت کے اعزاز کا حصول بھی فقہی بصیرت پر موقوف ہے۔

چنانچہ خلیفہ راشد سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ المتوفی ۲۳ھ کا فرمان ہے :

تفقهوا قبل ان تسودوا قال ابوعبدالله وبعد اَنْ تسودوا۔

(بخاری شریف ص:۱۷، ج ۱)

ترجمہ : تم سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سردار بننے کے بعد بھی اس کو حاصل کرو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سیادت قومی کی کلاہِ عظمت وافتخار کو زیب سر کرنے کے لئے تفقہ فی الدین لازم ہے۔ اور تفقہ فی الدین ایک ایسی ضروری اور اعلیٰ ترین نعمت ہے۔ جس کو سرداری حاصل ہونے سے قبل اور بعد کسی

موقعہ پر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : **خصلتان لایجتمعان فی منافقٍ حُسن سمت ولافقه فی الدین۔**(ترمذی شریف)

دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں ایک تو خوش اخلاقی دوسری فقہ فی الدین۔

تنبیہ: قرآن وحدیث میں جہاں فقہ کی فضیلت آئی ہے۔وہاں ایک بات ملحوظ رکھنی چاہئے۔وہ یہ ہے کہ زمانۂ نبوت میں جہاں فقہ کا اطلاق ہوتا تھا وہاں اُس سے مراد موجودہ فقہ اصطلاحی نہیں ہوتی تھی ۔ بلکہ اس کا اطلاق عمومی تھا۔ظاہرِ شریعت ،طریقت ومعرفت وغیرہ سب کوشامل ہوتا تھا۔امام اعظم ابوحنیفہؒ سے اس لئے فقہ کی تعریف " معرفة النفس ما لها و ماعليها "،نقل کی گئی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم میں رقمطراز ہیں :

لفظ الفقه قد تصرفوا فيه بالتخصيص لابالنقل والتحويل اذخصصوه بمعرفة الفروع الغريبية فی الفتاوی والوقوف علی دقائق عِلَلِهَا واستكثار الكلام فيها وحفظ المقالات المتعلقة بها فمن كان اشد تعمقاًفيها واكثر اشتغالاً بها يقال له الافقه و لقد كان اسم الفقه فی العصرالاول مطلقاً علی علم طريق الاخرة ومعرفة دقائق آفات النفوس وَ مفسدات الاعمال ووقوف الاحاطة بحقارة الدنيا وشدة التطلع الی نِعم الآخرة واستيلاء الخوف علی القلب ويَدُلّكَ عليه قوله عزوجل (ليتفقهوافی الدين ولينذروا قومهم اذارجعواالیهم) وما يحمل بهم الانذار هو هذا الفقه دون تفريعات الطلاق والعتاق واللعان والسلم والاجارة۔ (احیاء العلوم ص:۲۸)

ترجمہ : یعنی لفظ فقہ میں نقل وتحویل کے ذریعے نہیں تخصیص کے ذریعے تصرف کیا گیا

ہے۔اس لئے کہ فتاویٰ کی نادر فروعات کے جاننے اوراس کی دقیق علل سے واقفیت حاصل کرنے اوراس میں بکثرت کلام کرنے اوراس سے متعلق اقوال کوحفظ کرنے کے ساتھ اس کومخصوص کردیا ۔ پس جوشخص اس میں زیادہ ماہراور زیادہ مشغول ہوا۔اس کو(افقہ) کا خطاب دے دیا۔حالانکہ لفظ فقہ عصرِ اول میں مطلقاً راہ آخرت اور آفات نفوس اورمفسدات اعمال کے دقائق جاننے اور حقارت دنیا کے احاطہ سے واقفیت اور آخرت کی نعمتوں کوخوب دیکھنے اورقلب پر خوف کوغالب کرنے پر بولا جاتا تھا۔اس پر دلیل آیت قرآنی (ليتفقهوا فی الدين و لينذروا قومهم إذا رجعوا اليهم) ہے کہ جوفقہ انذار وتخویف کا ذریعہ بنتی ہے وہ تو یہی فقہ ہے۔نہ کہ طلاق عتاق و لعان وسلم واجارہ کے فروعی مسائل۔

امام غزالی رحمہ اللہ آگے چل کرفرماتے ہیں کہ صرف انہی فروعات میں الجھ کررہ جانا اپنے دل کوسخت اورخشیت کورخصت کردینا ہے۔

ملاّ علی القاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔وہ تحریرفرماتے ہیں :

”قولهٗ يفقه فی الدين أی احكام الشريعة والطريقة والحقيقة ولا يختص بالفقه المصطلح المختص بالاحكام الشرعية العملية كما ظن“۔

(مرقاۃ ج:۱شرح مشکوٰۃ شریف:ص:۲۱۹)

ترجمہ:دین میں فقاہت حاصل کی جائے یعنی احکام شریعت اورطریقت وحقیقت میں اور یہ فقہ اصطلاحی جواحکام شرعیہ عملیہ کے ساتھ مختص ہے،نہیں ہے۔جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے۔

اس لئے قرآن وحدیث میں جہاں فقہ کی فضیلت آتی ہے اس کوعام سمجھنا چاہئے اوراپنے اندردونوں (علم ظاہرِ شریعت یعنی فقہ اصطلاحی اورعلم باطن یعنی تصوف وسلوک) کو جمع کرنے کی صورتیں پیدا کرنی چاہیں۔ باقی لفظ فقہ کی تعمیم سے علم حفظ فروع خارج نہیں

ہے۔ کیونکہ جو فضائل علم فقہ بالمعنی الاعم کے ہیں وہی ''فضائلِ علم فقہ بالمعنی الاخص'' کو بھی شامل ہیں۔

فقہ حنفی کی فضیلت :

اس سے پہلے جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ نفس فقہ کے تھے۔ اب فقہ اصطلاحی اور خصوصاً فقہ حنفی کے متعلق فضائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ صاحب درمختار نے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ......

النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل۔

(درمختار ص ۲۷ ج ۱)

ترجمہ: یعنی ہمارے اصحاب حنفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا بغیر (کسی استاد سے) سننے کے، رات کو نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تہجد پڑھنا نفل ہے۔ اور فقہ حاصل کرنا اگر بقدر ضرورت ہو تو فرض عین ہے اور فقہ میں مہارت حاصل کرنا ہو تو فرض کفایہ ہے۔ اور نوافل میں مشغول ہونے سے فرض میں مشغول ہونا بلاشبہ افضل ہے۔ اسی وجہ سے علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جو شخص دن کو مطالعہ کرتا ہے اور رات کو تہجد پڑھتا ہے اُس کے لئے دن اور رات دونوں میں افضل علم حاصل کرنا ہے۔ علم فقہ کی فضیلت میں امام محمد رحمہ اللہ کا یہ قول بھی قابل توجہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ :

لاینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان اخر اَمرہٖ الی المسئلة وتعلیمه الصبیان ولابالحساب لان اٰخر اَمرہٖ الی مساحة الارضین ولابالتفسیر لان اخرامرہٖ الی التذکیرو القصص بل یکون علمه' فی الحلال والحرام ومالا بدمنه کما قیل۔

یعنی آدمی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ شعر گوئی اور نحو میں مہارت حاصل کرے کیونکہ شاعر انجام کار (لوگوں کی مدح سرائی کر کے یا برائی کر کے) بھیک مانگے گا اور نحو کا ماہر انجام کار بچوں کی تعلیم میں مشغول ہوگا اور چاہئے کہ حساب دان بھی نہ بنے، کیونکہ وہ انجام کار زمین کی پیمائش کرتا پھرے گا اور چاہئے کہ ماہر تفسیر بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ انجام کار قصہ گوئی اور وعظ میں مصروف ہوگا بلکہ اس کو چاہئے کہ علم فقہ (حلال و حرام اور دیگر ضروری پیش آمدہ مسائل کے جائز اور ناجائز ہونے کے احکام) میں مہارت حاصل کرے (اس لئے کہ لوگ کبھی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے) جیسا کہ کسی نے خوب کہا کہ ......

اذا ما اعتزذو علم بعلم   فعلم الفقه اولیٰ باعتزاز

فکم طیب یفوح ولا کمسك   وکم طیر یطیر ولا کباز

(درمختار علی ھامش الشامی ص: ۲۸، ج: ۱)

ترجمہ:۔ جب کوئی ذی علم اپنے علم سے اعزاز حاصل کرتا ہے۔ تو علم فقہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں لیکن مشک کی طرح نہیں ہو سکتیں اور بے شمار پرندے اڑتے ہیں مگر باز کو نہیں پہنچ سکتے۔

نیز علم حدیث اور علم تفسیر کے جو فضائل ہیں وہ بھی فقہ پڑھنے والے کو حاصل ہو جاتے ہیں اس لئے کہ فقہ درحقیقت درایۃ حدیث کا نام ہے۔ فقہ کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ قرآن حدیث ہی کا عطر کشیدہ ہے۔ درمختار میں ہے کہ :

ان الفقه هو ثمرة الحديث وليس ثواب الفقيه اقل من ثواب المحدث۔

(درمختار ص: ۴۴، ج: ۱)

ترجمہ: یعنی فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور فقیہ کا اجر و ثواب محدث سے کم نہیں ہے۔

کیونکہ محدث بننے کے لئے اجتہاد کی شرط نہیں ہے اور نہ ہی فقہ کی، لیکن ایک فقیہ کے لئے حاملِ قرآن و حدیث ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا اجتہاد غلط اور باطل ہوگا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :

ان یکون صاحب حدیث له معرفة بالفقه لیعرف معانی الآثار وصاحب فقه له معرفة بالحدیث لئلا یشتغل بالقیاس۔ (ہدایہ کتاب القاضی ص:۱۳۲، ج:۳)

مجتہد ایسا صاحب حدیث ہو کہ اس کو فقہ بھی آتی ہو، تاکہ احادیث کے معانی جان سکے اور ایسا صاحب فقہ بھی ہو کہ جس کو حدیث آتی ہو، تاکہ بلاضرورت قیاس میں مبتلا نہ ہو جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

من اراد الفقه فلیلزم اصحاب ابی حنیفةؒ فان المعانی قد تیسرت لهم والله ماصرت فَقِیهًا الا بکتب محمد بن الحسن۔

(الدرالمختار علی هامش الشامی ص:۴۳۵، ج:۳)

یعنی جو فقہ سیکھنا چاہے اس کو چاہئے کہ اصحاب حضرت ابوحنیفہؒ کو لازم پکڑے اس لئے کہ معانی ومطالب ان کے لئے آسان ہو گئے ہیں اور خدا کی قسم میں امام محمد بن حسن کی کتابوں ہی سے فقہ میں ماہر ہوا ہوں۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں :

''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ یعنی اگر بالفرض اس وقت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔ اس وقت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے اس سخن کی حقیقت معلوم ہوگئی جو انہوں نے (فصول ستہ) میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے''۔ (مکتوب ۲۸۲ دفتر اول ص:۵۸۵)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تقلید کریں گے بلکہ وہ تو مجتہد ہوں گے۔ لیکن ان کا اجتہاد فقہ حنفی کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ایک دوسری جگہ بیان فرماتے ہیں :

بریں فقیر ظاہر ساختہ اند کہ در خلافیات کلام حق بجانب حنفی است۔ و در خلافیات فقہی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی و در اقل متردد۔ (مبداء معاذ ص:۳۹)

ترجمہ: اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے کہ خلافیات علم کلام میں حق حنفی مسلک کی جانب ہے اور خلافیات فقہی کے اکثر مسائل میں حق بجانب حنفی ہے اور بہت کم میں تردد ہے۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ :

عرفنی رسول الله علیه وسلم ان فی المذهب الحنفی طریقة اَنِیقَةٌ هی اوفق الطریق بالسنة المعروفة التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابه۔

یعنی مجھ کو حضور اکرم ﷺ نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ایک عمدہ طریقہ ہے جو اس سنت سے زیادہ موافق ہے جو امام بخاری اور ان کے اصحاب (دیگر محدثین) کے زمانہ میں جمع اور منقح ہوئیں۔

حضرت مجددؒ اور امام شاہ ولی اللہؒ کے ان دونوں ارشادات کی حقیقت اگرچہ کشف کی ہے لیکن نواب صدیق خان صاحب فرماتے ہیں :

اگر کشف دو کس باہم متوافق شود ظن غالب شود۔ (ریاض المرتاض ص:۲۱)

دو بزرگوں کے کشف اگر موافق ہو جائیں تو غلبہ ظن کا حکم رکھتے ہیں۔

ضرورت فقہ :

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ چونکہ نصوص صریحہ کا تمام مسائل ونوازل کی جزئیات کے لئے ناکافی ہونا ایک اٹل حقیقت ہے۔ چنانچہ اسی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے مؤرخ

علامۂ مغرب، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدونؒ المتوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں :

والوقائع المتجدّدة لاتوفی بھا النصوص۔ (مقدمہ ابن خلدون ص: ۴۴۵)

ترجمہ : نئے نئے پیش آمدہ مسائل کے لئے نصوص (صریحہ) ناکافی ہیں۔

چنانچہ علامہ شہرستانی لکھتے ہیں :

عبادات و معاملات میں ان گنت حوادثات وواقعات پیش آتے ہیں اور ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ ہر پیش آمدہ حادثہ کے بارہ میں نصِ شرعی موجود نہیں اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے۔ جب نصوص شرعیہ محدود اور واقعات وحوادثات غیر محدود ہیں اور ظاہر ہے کہ محدود غیر محدود کا احاطہ نہیں کرسکتا لہذا واضح ہوا کہ قیاس واجتہاد کا اعتبار کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ تاکہ ہر حادثہ کی صورت میں اجتہاد کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

(الملل والنحل ص: ۳۴۸ ج ۱ بحوالہ حیات ابوحنیفہؒ ابوزہرہ مصریؒ ص: ۱۶۸)

اسلام اور اجتہاد :

اسلام میں اجتہاد کی ابتداء آنحضرت ﷺ کے وقت سے ہے۔ چنانچہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اس پر شاہد ہیں اور خود حضرت محمد ﷺ اور حضرات صحابہؓ کا اجتہاد کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ جناب رسول ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم مقرر فرما کر بھیجا تو دریافت فرمایا: اے معاذؓ! تم کس طرح فیصلے کروگے؟ عرض کیا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے، اور پھر اجتہاد کروں گا۔ "اجتهد فيه برائي"۔

(ابوداؤد شریف کتاب الاقضیة باب اجتهاد دالرائی فی القضاء)

پھر میں اس میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا۔

جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی تصویب فرمائی۔ اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اجتہاد کا حق اُسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب کسی مسئلہ میں نصوص موجود

نہ ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ آں حضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بے شمار واقعات پیش آئے اور انہوں نے کتاب وسنت میں ان کے بارے میں کوئی تصریح نہ دیکھی تو اجتہاد سے کام لیا۔

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر قضیہ کا حکم پہلے کتاب اللہ سے معلوم کرتے تھے اور پھر سنت سے اس کا حکم تلاش کرتے تھے۔ اگر کتاب وسنت میں اس کا حکم نہ پاتے تو رائے اور اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ کو ایک مراسلے میں لکھتے ہیں :

''جو بات کتاب وسنت سے نہ ملے اسے پوری طرح سے سمجھنے کی کوشش کرو اس کے اشباہ وامثال کو سامنے رکھو اور ان پر قیاس کرو''۔

(دار قطنی ص: ۵۱۲ و اعلام الموقعین ص: ۸۲ ج ۱ بحوالہ حیات ابوحنیفہ ص: ۱۴۷)

بلکہ بعض اوقات جناب رسول ﷺ خود بھی قیاس واجتہاد سے کام لیتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت جو خشعمیہ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا میرا باپ بوڑھا ہے اور اس پر حج فرض ہوگیا ہے لیکن وہ اس کی ادائیگی پر قادر نہیں، کیا میں اس کی طرف سے حج بدل کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

أرئیت لو کان علی ابیك دینٌ فقضیتِه اما کان یجزیك ؟فقالت بلیٰ فقال علیه السلام فدین اللّٰه احق بالقضاء ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱)

ترجمہ: تیرا کیا خیال ہے تیرے باپ پر کسی کا قرض ہو اور تو اس کو ادا کردے تو کیا تیری ادائیگی کافی نہیں ہوگی؟ اس نے کہا بے شک (ہاں کافی ہوگے) آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ کا قرض بطریق اولیٰ ادا ہوجائیگا۔

اس واقعہ میں حضور ﷺ نے حج کو حقوق مالیہ پر قیاس کیا ہے۔ ان تصریحات اور نصوص سے ثابت ہوا کہ اجتہاد کرنا جائز امر ہے۔ حضراتِ صحابہ انفرادی اور اجتماعی طور پر مسائل کو اجتہاد ہی کے طریقہ پر حل کرتے رہتے تھے۔ مگر یہ سب اسی وقت ہوتا تھا جب کسی آیت یا حدیث سے مسئلہ کا جواب نہ دیا جاسکتا۔ یعنی نصوص شرعیہ موجود نہ ہوتے تو نصوصِ شرعیہ کی علت کے تحت جواب دیا جاتا تھا۔ اسی فعل کو حنفیہ قیاس یا اجتہاد کہتے ہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کا اس معاملے میں یہی مسلک ہے وہ حتی الامکان حدیث و آثار صحابہؓ کو نظر انداز نہیں کرتے۔ ارشاد فرماتے ہیں :

اترکوا قولی بخبر رسول اللہ وقول الصحابۃ ونقل انہ قال اذصح الحدیث فھومذھبی۔ (تفسیر مظہری ص:۲۴ جلد:۲)

"میرا قول حدیث رسول اور آثار صحابہ کے مقابلہ میں ترک کردو۔ اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہ میرا مذہب ہے"۔

چنانچہ اجتہادی مسائل میں قولِ صحابی قیاس کے مقابلہ میں مقدم ہے۔

☆ ☆ ☆

ضرورت تدوین فقہ

دوسری صدی کے شروع میں اہل حدیث اور اہل رائے کے درمیان ایک نزاع پیدا ہوگیا۔ چنانچہ سوال پیدا ہوا کہ حدیث فقہ اسلام کی اصل اور قرآن کی متمم ہے یا نہیں؟ پھر کثرتِ احادیث کی وجہ سے احادیث کی نوعیت میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ قیاس اور استحسان کے ذریعے استخراجِ مسائل میں اختلاف پیدا ہوا۔ اجماع کے اصل شرعی ہونے میں اختلاف نہی اور امر کے صیغوں سے استنباطِ احکام میں اختلاف۔ غرضیکہ دوسری صدی ہجری کے ربع اول میں علم کے ہر گوشے میں اختلاف موجود تھا۔ عام مسلمان قاضیوں کے مختلف فیصلوں کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ چنانچہ ابن المقفع نے خلیفہ ابوجعفر منصور کو اپنے خط میں لکھا :

"عدالتوں میں بدنظمی چھائی ہوئی ہے۔ ان میں کسی مشہور قانون کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ان فیصلوں کا دارومدار قاضیوں کے اپنے اجتہاد پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی شہر میں متضاد احکام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک قاضی کے حکم کے مطابق اگر کوفہ کے ایک علاقہ میں بعض لوگوں کی جان و مال اور عصمت کے خلاف فیصلہ دیا جاتا ہے۔ تو دوسرے علاقہ میں دوسرے قاضی کے فیصلہ کے مطابق اس کی حمایت میں فیصلہ صادر ہوتا ہے"۔ (فقہ الاسلام ص:۳۲۷)

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں کوئی قانون مدوّن نہیں تھا۔

"امام اعظم ابوحنیفہؒ کو فقہ کی تدوین کا خیال کیوں کر پیدا ہوا ؟

علامہ شبلی نعمانیؒ تدوینِ فقہ کے تاریخی پس منظر پر بحث فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"تاریخ سے اس بات کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو خاص کس وجہ سے فقہ

کی تدوین کا خیال پیدا ہوا؟ قلائد عقود العقیان کے مصنف نے کتاب انموذج القتال سے اس کا ایک قصہ نقل کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ :

دو شخص حمام میں نہانے گئے ۔اور حمام والے کے پاس کچھ امانت رکھ گئے ۔پھر ایک ان میں سے نہا کر نکلا اور حمام والے سے امانت طلب کی۔اس نے دے دی یہ لے کر چلتا ہوا، دوسرا حمام سے باہر آیا اور امانت مانگی تو اس نے عذر کیا کہ میں نے تمہارے شریک کو حوالہ کر دی ہے۔اس نے عدالت میں استغاثہ کیا۔قاضی صاحب نے حمام والے کو ملزم ٹھہرایا کہ جب دونوں نے مل کر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تجھ کو لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں واپس کرتا حمام والا گھبرایا ہوا، امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا۔امام صاحب نے کہا کہ تم جا کر اس شخص سے کہو میں تمہاری امانت ادا کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن قاعدہ کے موافق تنہا تم کو نہیں دے سکتا۔شریک کو لاؤ تو لے جاؤ! اس واقعہ کے بعد امام صاحب کو فقہ کی تدوین کا خیال پیدا ہوا۔(سیرۃ النعمان ص:۲۵۰ حصہ دوم)

تدوین کے اصلی اسباب :

تدوین فقہ کے اصلی اسباب کچھ بھی ہوں۔یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی موجودہ، اور آئندہ ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قانونِ اسلامی کو مدوّن کرنا شروع کر دیا۔اور امت مسلمہ پر ہی نہیں بلکہ تمام دنیا پر بڑا احسان فرمایا۔اسی وجہ سے قانون سازی کی تاریخ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام سرفہرست ہے۔اور قانون ساز اسمبلیوں کے لئے اس فرزند جلیل کی ہدایات منارۂ نور ہیں۔حدیث و لغت کے امام نضر بن شمیل کا بیان ہے :

کان الناس نیاماً عن الفقه حتّٰی ایقظهم ابوحنیفة۔ (مرقاۃ ص:۲۸ ج:۱)

ترجمہ: لوگ فقہ سے خواب غفلت میں تھے یہاں تک کہ ابوحنیفہؒ نے ان کو بیدار کیا۔

اسی کا ثمرہ تھا کہ امام مالک بن انسؒ المتوفی ۱۷۹ھ نے موطا کو مدون کیا۔قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج لکھی اور فقہ عراق پر گراں قدر تالیفات یادگار چھوڑیں۔ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے نہایت ہی کامل و مکمل اور موزوں و مرتب طریقہ پر فقہ عراق کو مدون کیا۔

طریق تدوین فقہ :

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے یہاں تدوین فقہ کی صورت یہ تھی کہ آپ کے سب شاگرد جمع ہو کر کسی مسئلہ پر بحث کرتے۔اخیر میں امام صاحب اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے بیان فرماتے۔پھر اگر سب کا اتفاق ہوتا تو وہ لکھ لیا جاتا۔آپ کے طریقہ اجتہاد میں سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع ہوتا تھا۔اس کے بعد حدیث کی طرف اور جو حدیث قرآن سے زیادہ قریب ہوتی اس پر عمل کرتے تھے۔مثلاً صلواۃ خوف کی بہت سی صورتیں احادیث میں مروی ہیں ان میں سے امام صاحب نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کردہ صورت اختیار فرمائی جو الفاظِ قرآن سے زیادہ قریب ہے۔پھر اگر صحابہ میں اختلاف نظر آتا تو فرماتے کہ صحابہؓ کی اقتداء کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور بایهم اقتدیتم اهتدیتم کے پیش نظر کسی ایک صحابی کی روایت کو اختیار فرماتے اور تابعین میں اختلاف ہوتا تو چونکہ اُن میں صحبت نبوی ﷺ کی خصوصیت نہیں تھی اس لئے فرماتے: "نحن رجال وهم رجال" اور خود اجتہاد فرماتے۔اس طریقۂ تدوین سے آپ نے ساٹھ ہزار مسائل استنباط فرمائے۔

عن مالك بن انس انه قال وضع ابوحنيفةَ ستين الف مسئلة فی الاسلام۔ وعن الامام ابی بکر بن عتیق انه وضع خمس مائة الف مسئلة وذکر الخطيب الخوارزمی انه وضع ثلاث مائة الف مسئلة ثلاثين الفًا فی العبادات والباقی فی المعاملات لولا هذا لبقی الناس فی الضلالة۔ (مفتاح السعادۃ ص:۱۷)

''امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے ساٹھ ہزار مسائل اسلام میں وضع فرمائے۔ امام ابوبکر بن عتیق سے مروی ہے کہ امام صاحب نے پانچ لاکھ مسائل کا استخراج کیا اور خطیب خوارزمی نے لکھا ہے کہ آپ نے تین لاکھ مسائل نکالے تیس ہزار عبادات میں اور باقی معاملات میں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو لوگ گمراہی میں رہتے''۔

غرضیکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ کے لئے ایسا نمایاں کارنامہ سرانجام دیا کہ زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے اسی وجہ سے قیس بن ربیعؒ مشہور محدث کہتے ہیں :

کان ابوحنیفةؒ اعلم الناس بمالم یکن ۔ (موفق ص:۶۰)

''امام صاحبؒ ان مسائل کو بھی سب سے زیادہ جاننے والے تھے جن کا وجود ابھی نہیں ہوا تھا''۔

اسی وجہ سے امام صاحبؒ نے مجلس تدوین میں ان تمام مسائل پر بحث فرمائی ہے کہ جن کے وقوع کا امکان ہوسکتا تھا۔ آپ کے گرد تلامذہ کا مجمع ہوتا تھا اور آپ جزئیات پیش کرتے اور جواب حاصل کرتے۔ اگر سب کا جواب ایک ہی ہوتا تو مسئلہ اسی وقت قلم بند کرلیا جاتا تھا ورنہ پھر بحث کا سلسلہ جاری رہتا اور جو بھی آخر میں فیصلہ ہوتا وہی بات قرار پاجاتی اور کبھی کبھی ایک ایک مسئلہ پر مہینے گزر جاتے تھے امام صاحبؒ خاموش رہتے اور تقریریں سنا کرتے البتہ کبھی کبھی درمیان میں یہ آیت پڑھ دیا کرتے تھے :

فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۔

ترجمہ : آپ میرے ان بندوں کو بشارت دے دیں جو بات سنتے ہیں اور احسن قول کی اتباع کرتے ہیں۔

جب کلام بہت طویل ہوجاتا تو امام صاحبؒ اپنی تقریر شروع فرماتے اور ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض اراکین اپنی رائے پر قائم

رہتے تو اس صورت میں سب کے اقوال قلم بند کرلئے جاتے۔ اس کا بھی التزام تھا کہ جب تک شوریٰ کے خصوصی اراکین جمع نہ ہوں کوئی مسئلہ طے نہ کیا جائے۔ چنانچہ الجواہر المضیئہ کے مصنف نے عافیہؒ بن یزید کے تذکرہ میں اسحاقؒ سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد آپس میں کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوتے اور عافیہؒ موجود نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے کہ ذرا عافیہؒ کو آنے دو! جب وہ آجاتے اور مسئلہ سے اتفاق کرتے۔ تب مسئلہ قلم بند کرلیا جاتا اور جب کوئی مسئلہ حل ہوجاتا تو فرطِ مسرت سے سب مل کر نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے۔

تقریباً بائیس سال کی مدت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قانون اسلامی کو مدون کرلیا تھا۔ یہ کتابیں کتب فقہ ابی حنیفہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یہ مجموعہ تراسی ہزار دفعات پر مشتمل تھا جس میں سے اڑتیس ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے باقی پینتالیس ہزار مسائل کا تعلق معاملات وعقوبات سے تھا۔ اس مجموعہ کی ترتیب اِس طرح تھی۔

" باب الطهارة، باب الصلواة "۔ عبادات کے بعد دوسرے ابواب اور ان کے بعد معاملات اور عقوبات کے ابواب تھے آخر میں باب المیراث تھا۔ یہ مجموعہ اگرچہ ۱۴۴ھ سے پہلے مرتب ہوچکا تھا۔ مگر بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے۔ ان اضافوں کے بعد اس مجموعہ کی تعداد پچاس لاکھ مسائل ہوگئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں :

کَتَبْتُ کُتُبَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ غَیْرَ مَرَّةٍ کَانَ یَقَعُ فِیْهَا زِیَادَاتٍ فَاَکْتُبُهَا۔

(جامع المسانید ص:۳۵)

ترجمہ : میں نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو متعدد بار لکھا ان میں اضافے ہوتے رہے تھے اس لئے ان اضافوں کو بھی مجھے لکھنا پڑتا تھا۔

امام اعظمؒ ابوحنیفہ کا یہ مدون شدہ قانون مشرق میں تمام قلمرو اسلامی میں نافذ

ورائج ہوگیا۔ یحییٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں :

قَضٰی بِہٖ الْخُلَفَاءُ وَالْاَئِمَّۃُ وَالْحُکَّامُ وَاسْتَقَرَّ عَلَیْہِ الْاَمْرُ۔ (موفق ص ۴۷، ج ۲)

ترجمہ : خلفاء، ائمہ، حکام امام ابوحنیفہؒ کی مدوّن کردہ فقہ کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے بالآخر اسی پر عمل ہونے لگا۔

ادوارِ فقہ :

اصولی طور پر فقہ اسلامی کے چھ ادوار ہیں :

(الف) فقہ بعہد آنحضرت ﷺ

(ب) فقہ بعہد کبار صحابہؓ (زمانہ خلفاء راشدینؓ)

(ج) فقہ بعہد صغار صحابہؓ و تابعینؒ یہ زمانہ پہلی صدی ہجری کا ہے۔

(د) وہ زمانہ جس میں فقہ نے ایک مستقل علم کی شکل اختیار کی اور بڑے بڑے فقہاء نے یہ علم مدوّن کیا یہ دور تیسری صدی ہجری پر ختم ہوجاتا ہے۔

(ھ) وہ دور جس میں ائمہؒ کے اجتہادات پر نقد و نظر اور ان کے مسائل کی مزید تحقیق ہوئی یہ دور انقراض خلافت بغداد پر ختم ہوکر مصر میں قدرے اس کے بعد تک قائم رہتا ہے۔

(و) اس کے بعد وہ زمانہ آتا ہے جس میں تقلید پر زور دیا جاتا ہے اور اجتہاد کا سلسلہ تقریباً ختم ہوجاتا ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ اردو ص ۴۰۱، ج ۱۵)

لیکن ہم ان ادوار میں سے چند ایک کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔

فقہ عہدِ نبوت میں :

دورِ نبوت اسلامی فقہ کا پہلا دور ہے جو آنحضرت ﷺ کی رسالت کے آغاز سے

شروع ہوتا ہے اور آپ کی وفات پر ختم ہوجاتا ہے۔ عہدِ نبوت میں قرآن مجید نازل ہوتا رہا اور اُمت کی رہنمائی کے لئے چشمہ ہدایت بنتا رہا۔ اس کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا طریقہ یعنی سنت بھی شریعت کی بنیاد بنتی گئی اور اسی طرح قرآن و سنت جملہ اعتقادات و معاملات کے لئے اصل قرار پائے۔ چنانچہ جب کوئی حادثہ رُونما ہوتا اور اس کے بارے میں حکم دریافت کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو حضرات صحابہؓ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر آپ سے راہنمائی حاصل کرتے اور حضور علیہ السلام کے سامنے اگر پہلے سے کوئی نازل شدہ حکم نہ ہوتا تو آپ ﷺ توقف فرماتے اور بسا اوقات مسائل کا جواب وحیٔ قرآنی کی صورت میں صادر ہوتا ورنہ آپ جو ارشاد فرماتے اسی کی اطاعت ضروری تھی۔ آنحضرت ﷺ جو کچھ فرماتے، یا کرتے تھے اس کی بنیاد کبھی وحیٔ قرآنی پر ہوتی اور کبھی وحیٔ الہامی پر۔ جیسا کہ ارشاد نبوت ﷺ ہے۔

لَایَرِثُ الْقَاتِلُ، وَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ۔ (الدرالمنثور ص ۲۰۳ ج ۳)

ترجمہ: قاتل وارث نہیں ہوگا۔ وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے۔

اور کبھی کبھی آنحضرت ﷺ اپنی خداداد بصیرت کی روشنی میں اجتہاد بھی فرماتے تھے اور یہ اجتہاد کبھی تن تنہا فرماتے اور کبھی جماعت سے مشورہ طلب کرنے کے بعد۔ جیسا کہ غزوۂ خندق کے بارے میں آپ ﷺ نے حضراتِ صحابہؓ سے مشورہ فرمایا تھا۔ مگر باوجود مشورہ کے عمل اسی رائے پر ہوتا جسے نگاہ نبوت درست سمجھتی اور آپ کا اجتہادی فیصلہ بھی اس طرح واجب الاتباع اور نص کا درجہ رکھتا تھا جس طرح وحیٔ قرآنی۔

اگر فی الواقع اجتہادِ نبوت درست اور منشاء خداوندی کے مطابق ہوتا تو حق تعالیٰ جل مجدہٗ کی طرف سے اسی کو برقرار رکھا جاتا ورنہ بصورت دیگر متنبہ کردیا جاتا۔ جیسا کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے حضراتِ صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی رائے تھی کہ ان کو قتل کردیا جائے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے اس کے خلاف تھی۔ان کے خیال میں ان قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے زرِ فدیہ لے کر چھوڑ دینا زیادہ مناسب تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کے مقابلہ میں جناب ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔اور کفارِ مکہ سے فدیہ وصول کرنے کو ترجیح دی۔اس پر حسب ذیل آیات نازل ہوئیں :

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ: ''نبی کو نہیں چاہئے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک خونریزی نہ کرے ملک میں۔تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہئے آخرت اور اللہ زور آور ہے،حکمت والا۔اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے،تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب''۔

اسی موقع پر جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا :

وَلَوْ نَزَلَ الْعَذَابُ مَا اَفْلَتَ اِلَّا عُمَرُ (الدر المنثور ص ۲۰۳ ج ۳ للسیوطی)

اگر عذاب خداوندی نازل ہوتا تو حضرت عمرؓ کے علاوہ کوئی اس سے نہ بچ سکتا۔

اسی طرح غزوہ تبوک کے موقع پر عذر کرنے والے منافقین کو آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے اجازت مرحمت فرمادی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ۔

ترجمہ: ''اللہ بخشے تجھ کو،کیوں رخصت دے دی تو نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر

ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو''۔

واقعات بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عہد نبوت میں شریعت کا ماخذ کتاب وسنت اور حضور ﷺ کے اجتہاد میں منحصر تھا۔

فقہ دورِ صحابہ میں :

گزشتہ مباحث سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ عہد رسالت میں تشریع اسلامی کا ماخذ ومنبع کتاب وسنت اور آپ کے اجتہادات تھے۔کیونکہ روزمرہ کے حوادث ونوازل میں افتاء وقضاء کا آخری مرجع وماویٰ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس تھی۔جب آپ ﷺ اس عالم رنگ وبو سے تشریف لے گئے اور سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا اور مذہبی وسیاسی سیادت وقیادت حضراتِ صحابہؓ کی طرف منتقل ہوگئی تو اس سلسلہ میں ان حضرات کو جہاں دیگر کٹھن اور دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑا وہاں سب سے زیادہ نازک اور پیچیدہ کام لاتعداد حوادث ونوازل میں امت کی راہنمائی کا تھا۔کیونکہ روز بروز سلسلۂ کشور کشائی وسیع تر ہوتا جارہا تھا اور اسلامی پرچم جزیرہ نما عرب کی سنگلاخ وادیوں سے نکل کر مصر وشام،عراق وفارس کے کلیساؤں پر لہرارہا تھا اور اقطارِ عالم سے سمٹ سمٹ کر وعدۂ خداوندی ''یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا'' کے مطابق لوگ جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہورہے تھے۔اس صورت حال میں امت مسلمہ کو نت نئے مسائل واقعات سے جن کا اس سے پہلے وجود ہی نہ تھا دوچار ہونا ناگزیر تھا۔

حضرات صحابہؓ کے سامنے قرآن حکیم اور آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کا ذخیرہ موجود تھا۔یہ حضرات پیش آمدہ واقعہ کا جواب اولاً کتاب اللہ میں تلاش کرتے۔اگر کوئی نص صریح مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرلیا جاتا۔ورنہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی جانب متوجہ ہوتے۔حاضران بارگاہ نبوت ﷺ سے پوچھتے،یادداشتوں کی جستجو کرتے۔تاکہ پیش

آمدہ حادثہ میں فیصلۂ رسول کا اعلان کر سکیں۔لیکن اگر سعی بسیار کے باوجود کوئی حدیث نہ ملتی تو پھر اجتہاد ورائے کو کام میں لاتے۔یوں سمجھئے کہ اس معاملہ میں وہ اس قاضی کی مانند تھے جو کسی خاص قانون کا پابند ہوتا ہے۔لیکن کسی حادثے میں اُسے جب قانون کی کوئی شق نہیں ملتی تو اپنی عقل سے کام لے کر عدل وانصاف کے تقاضے کے مطابق فیصلہ دے دیتا ہے۔
غرض صحابہؓ اسی روش پر گامزن تھے کہ پیش آمدہ معاملات کو کتاب اللہ پر پیش کرتے، پھر سنت نبویہ ﷺ پر، ورنہ اپنی رائے پر عمل کرتے۔(حیات امام ابوحنیفہؒ ص:۱۴۷، محمد ابوزہرہ مصریؒ)

حضرات صحابہ کرامؓ کتاب وسنت میں نص کے نہ ہونے کی صورت میں قیاس و اجتہاد پر عامل تھے اور اس کی اجازت اُنہیں بارگاہِ نبوت ﷺ سے حاصل ہو چکی تھی۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو والیٔ یمن بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو پوچھا جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو کسی طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرونگا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر کتابُ اللہ میں (صراحت) نہ پاسکو تو؟ عرض کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر تم سنتِ رسول اور کتاب اللہ میں بھی (دلیل) نہ پاسکو تو پھر؟ حضرت معاذؓ نے کہا: تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جسے اس کا رسول پسند کرتا ہے۔(ابوداؤد شریف کتاب القضاء ص:۱۴۹ ج ۲)

حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ایک مکتوب میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو فصلِ خصومات ومعاملات کے سلسلہ میں اسی نوع کی ہدایت دی تھی کہ جو بات کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اور تمہارے جی میں کھٹکتی ہو تو اس میں خوب غور وفکر سے کام لیجئے اور اس کے اشباہ وامثال پر قیاس کیجئے۔(دارقطنی ص:۵۱۲ واعلام الموقعین ص:۸۲ جلد اول بحوالہ حیات ابوحنیفہؒ ص ۱۴۷)

اور اسی طرح قاضی شریح کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا حل قرآن میں ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور کسی مجتہد کی رائے کی طرف دھیان نہ دو اور اگر مسئلہ ایسا ہو جس کا حل قرآن میں نہ ہو لیکن سنت میں ہو تو اس کے مطابق عمل کرو۔اور اگر قرآن وسنت دونوں میں موجود نہ ہو تو مستند وممتاز مجتہدوں کی رائے (اجماع) کا سہارا لو۔اور اگر انہوں نے بھی کوئی قانونی حل فراہم نہ کیا ہو تو تمہیں اختیار ہے کہ خواہ اپنے اجتہاد سے کام لو خواہ مجھ سے رجوع کر لو۔اور میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ اس بارے میں مجھ سے رجوع کرو۔(حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط ص:۱۸۹، خورشید احمد فاروق)

ارشادات نبوی ﷺ کی راہنمائی میں حضرات صحابہؓ نے نئے حوادثات وواقعات کے احکام معلوم کرنے میں اپنی مقدور بھر کوششیں صرف فرمائیں۔اور فہم وفراست عقل وبصیرت کی تمام امکانی قوتیں اس کے لئے وقف کر دیں۔جیسا کہ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ واقعات ونوازل کے احکام میں اجتہاد فرماتے تھے اور بعض احکام کو بعض پر قیاس کرتے تھے۔اور نظیر کا نظیر کے ساتھ اعتبار کرتے تھے۔
(اعلام الموقعین ص:۲۰۳ جلد اول)

حوادثات وواقعات میں حضرات صحابہؓ کے طریق کار پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

حضرات صحابہ کرامؓ احکام معلوم کرنے کے لئے قیاس سے کام لیتے تھے اور امثال واشباہ اور نظائر سے احکام معلوم کرتے تھے۔(اعلام الموقعین لابن القیم ص ۲۱۳)

اسی طرح مصر کے نامور فاضل ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

بکثرت ادلۂ وشواہد موجود ہیں کہ حضرات صحابہؓ نے حوادثات وواقعات کے

احکام میں اجتہاد فرمایا ہے دراں حالیکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوسوں دور مفتوحہ شہروں میں رہتے تھے۔(تاریخ الفقہ الاسلامی ص:۲۳طبع قاہرہ)

جماعت صحابہؓ میں خلفاء راشدین اور چند دیگر حضرات جو علم و فضل، فہم و فراست میں ممتاز و نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔قیاس واجتہاد میں بھی وہی امام ومقتدا مانے جاتے تھے۔ اس لئے اختصار کے پیش نظر ہم صرف انہی حضرات کے اجتہادی طریق کار اور طرز استدلال کو پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ حضرات صحابہ نے حوادث ونوازل میں امت مسلمہ کی کس طرح راہنمائی فرمائی۔چنانچہ امام بغویؒ نے میمون بن مہران سے جو روایت نقل کی ہے۔اس سے حضرات صحابہؓ کے طریق کار کی بالکل واضح صورت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔وہ فرماتے ہیں :

كان ابوبكر الصديق اذا ورد عليه حكم نظر فى كتاب اللّٰه تعالىٰ فان وجد فِيْهِ مايقضى به قضٰى به۔و ان لم يجد فى كتاب اللّٰه نظر فى سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فإن وجد فيها ما يقضى به قضٰى به فان اعياه ذٰلك سال الناس هل علمتم ان رسول اللّٰه ﷺ قضٰى فيه بقضاء ؟ فربما اقام اليه القوم۔فيقولون! قضٰى فيه بكذا او كذا۔فان لم يجد سنة سنها النبى ﷺ جمع رؤساء الناس فاستشارهم فاذا اجتمع رايهم علىٰ شئ قضٰى به۔ وكان عمر يفعل ذالك فاذا اعياه۔ان يجد ذالك فى الكتاب و السنة سال هل كان ابوبكر قضٰى فيه بقضاء؟ فان كان لابى بكر قضاء قضى به والا جمع علماء الناس واستشارهم، فاذا اجتمع رايهم علىٰ شئ قضى به۔(اعلام الموقعين لابن القیمؒ ص:۶۲ جلد اول)

ترجمہ : حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے جب کوئی معاملہ پیش کیا جاتا تو وہ کتاب اللہ میں دیکھتے، پس اگر اس میں پاتے تو وہی فیصلہ جاری کر دیتے۔اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے تو پھر حدیث میں دیکھتے۔اس میں جو کچھ پاتے، اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔اگر حدیث میں

بھی نہ پاتے تو لوگوں سے سوال کرتے کہ تمہیں اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کے کسی فیصلے کا علم ہے؟ بسا اوقات کچھ لوگ حاضر ہوتے اور کہتے کہ حضور ﷺ نے ایسے فیصلہ فرمایا تھا۔ پس اگر رسول اللہ ﷺ کا طریقہ بھی نہ پاتے تو سر کردہ لوگوں کو جمع کرتے، پھر ان سے مشورہ طلب کرتے۔پس جب کسی چیز پر ان کی رائے متفق ہو جاتی (جسے اجماع کہتے ہیں) تو وہی فیصلہ فرما دیتے۔

حضرت عمرؓ بھی ایسا کرتے۔پس اگر وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں مسئلہ نہ پاتے تو وہ سوال کرتے، کیا حضرت ابوبکرؓ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہے، اگر حضرت ابوبکرؓ کا کوئی فیصلہ موجود ہوتا تو وہ نافذ کرتے۔ورنہ اہلِ علم کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے، پس جب کسی چیز پر ان کی رائے متفق ہو جاتی تو اس کا فیصلہ کر دیتے۔

فقہ دورِ صحابہؓ کی چند مثالیں :

الف:۔حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ مؤلفۃ القلوب کو زکواۃ دینی بند کر دی جائے۔کیوں کہ جس مصلحت کے پیشِ نظر انہیں حصہ ملتا تھا وہ مصلحت اب باقی نہیں رہی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت وغلبہ عطا فرمایا ہے۔حضرت صدیق اکبرؓ نے رائے فاروقی سے اتفاق فرمایا۔

(ب) حضرات صحابہؓ کی مجلس قانون ساز نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر کاری گر سامان کے ضائع ہونے کا دعویٰ کرے اور اس پر کوئی گواہ نہ ہو تو اس پر ضمان آئے گا اور اسکی علت سیدنا علی رضی اللہ نے تحفظ مفاد عامہ کو قرار دیا۔

(ج) خلافت فاروقی میں ایک دفعہ یہ مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کو اس کی سوتیلی ماں اور ایک اور شخص نے مل کر قتل کر ڈالا سیدنا فاروق اعظمؓ کو ایک کے بدلے دوہرے قتل میں تردد تھا کیونکہ قرآن مجید میں صراحۃً مفرد کا صیغہ (اِنَّ النفس بالنفس) مذکور ہے تو اس

پر حضرت علیؓ نے فرمایا کیا اگر بہت سے لوگ ایک ہی اونٹ کی چوری میں شریک ہو جائیں تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے یا نہیں؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ میں نے ''مشتے نمونہ از خروارے'' دور صحابہ کے اجتہاد کی چند مثالیں ذکر کی ہیں۔ جس سے فقہ صحابہ رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین کا مختصر تعارف ہو جائیگا۔

فقہ ائمہ مجتہدین کے دور میں :

دورِ صحابہؓ کے بعد امت میں جن حضرات کو مسند درس و افتاء میں نمایاں حیثیت حاصل رہی اور جن کی آراء اجتہادیہ کو قبول عام حاصل ہوا۔ ان میں امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمہ اللہ، امام مالک بن انسؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ جنہیں عام طور سے آئمہ اربعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ان چاروں حضرات میں بھی بعض خداداد صلاحیتوں کے باعث سب سے زیادہ درخشاں، عظیم المرتبت اور قد آور شخصیت امام الآئمہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمہ اللہ ہی کی سمجھی جاتی ہے .... ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس لئے ہم اپنے مقالہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کوفیؒ کے طریق استنباط ہی کو بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے طریق استنباط :

تاریخ بغداد میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کا خود اپنا بیان نقل کیا گیا ہے :

آخذ بکتاب اللّٰہ فمالم اجد فبسنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فان

لم اجد فی کتاب اللّٰہ ولا سنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخذت بقول اصحابہ اخذ بقول من شئت منھم وادع من شئت منھم ولا اخرج من قولھم الی قول غیرھم فاما اذا انتھی الامر اوجاء الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن المسیب وعدد رجالاً فقوم اجتھدوا فاجتھد کما اجتھدوا۔ (تاریخ بغداد ص:۳۶۸: ج۱۳ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص:۱۱۸۲)

ترجمہ : میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول اللہ کو لیتا ہوں اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہؓ کے قول کو لیتا ہوں اور ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن سب حضرات صحابہ کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیمؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسنؒ، عطاؒ، سعید بن المسیبؒ تک (اور ان کے علاوہ کچھ اور حضرات کے نام بھی گنے) پہنچتا ہے۔ تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ اجتہاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، نیز آثار صحابہؓ کے خلاف ہرگز نہیں ہوتا تھا۔ امام صاحبؒ کا فرمان ہے :

اُترکوا قولی بخبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقول الصحابۃ ونقل انہ، قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ (تفسیر مظہری ص:۶۴ ج دوم)

ترجمہ: ''میرے قول کو خبر رسول ﷺ اور قولِ صحابہؓ کے مقابلہ میں ترک کردو۔ آپ کے بارے میں منقول ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے''۔

امام ابوحنیفہؒ کے طریقۂ اجتہاد اور اس میں سلامت روی اور احتیاط کے متعلق ابن حزمؒ جیسے انسان نے بھی اعتراف کیا ہے :

جمیع اصحاب ابی حنیفۃ مجمعون ان مذھبہ اَن ضعیف الحدیث اولیٰ

عندہ ' من القیاس۔ (الخیرات الحسان ص ۲۷)

ترجمہ: تمام اصحاب ابوحنیفہؒ کا اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے۔

امام ابن حجر مکیؒ اور ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ :

ان کان فی المسئلة حدیث صحیحٌ تبعهٗ وان کان عن الصحابة و التابعین فکذالك والا قاس فاحسن القیاس۔ (الخیرات الحسان ' و ذیل الجواهر ص:۴۷۲، ج:۲)

ترجمہ: ''اگر مسئلہ میں صحیح حدیث ہوتی تو آپؒ اس کی اتباع کرتے اور اگر حضرات صحابہؓ اور تابعین سے اس کا حکم ملتا تو اس کی پیروی کرتے ورنہ قیاس کرتے اور عمدہ قیاس کرتے''۔

علامہ ذہبی، امام یحییٰ بن معینؒ کے طریق سے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

اخذ بکتاب اللّٰه فما لم اجد فبسنة رسول الله والآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات فان لم اجد فبقول اصحابه اخذ بقول من شئت و اما اذا انتهی الامر الی ابراهیمؒ والشعبیؒ والحسنؒ وعطا فاجتهد کما اجتهدوا۔ (مناقب ابی حنیفہ ص:۲)

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں اگر اس میں حکم نہ ملے تو سنتِ رسول ﷺ اور ان کے اثار صحیحہ پر عمل کرتا ہوں جو ثقہ راویوں سے ثقہ روایوں میں پہنچ کر پھیل چکے ہوں اگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوتی تو میں آپ کے صحابہ کے اقوال میں سے جس کو پسند کرتا ہوں لے لیتا ہوں اور جب نوبت ابراہیمؒ، شعبیؒ، حسنؒ اور عطاءؒ تک پہنچتی ہے تو انہوں نے بھی اجتہاد کیا اور میں بھی اجتہاد کرتا ہوں''۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ، امام ابنِ حجر مکیؒ اور امام سیوطیؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

ماجاء عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم بابی هو وَ اُمی فعلی الراس والعین و ماجاء عن اصحابه تخیرنا و ماجاءَ عن غیرهم فهم رجالٌ ونحن رجال۔

(میزان ص۲۹ ج۱، الخیرات الحسان ص۲۷، وتبییض الصحیفة ص۲۷)

ترجمہ: جو حکم جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو سر اور آنکھوں پر اور جو چیز آپ کے صحابہؓ سے آئے تو ہم ان کے اقوال میں سے کسی کو اختیار کر لیتے ہیں اور اگر غیر صحابہؓ سے آئے تو وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں۔

ابوحمزہ المکرّمی کا بیان ہے کہ :

سمعت اباحنیفة یقول اذا جاء نا الحدیث عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اخذنا به واذا جاء نا عن الصحابة تخیرنا واذا جاء نا عن التابعین زاحمنا هم۔

(الانتقاء ص:۱۴۴، لابن عبدالبر وتبییض الصحیفه ص:۲۶، الجواهر المضیه ص:۲۴۹، ج۲)

میں نے ابوحنیفہؒ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ جب ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کی حدیث پہنچتی ہے تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جب ہمارے پاس حضرات صحابہؓ کے اقوال آتے ہیں تو اُن میں سے کسی کو اختیار کر لیتے ہیں اور اگر ہمارے پاس تابعینؒ کے اقوال آتے ہیں تو ہم ان سے علمی مزاحمت کرتے ہیں۔

امام ابنِ حجر مکی امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ

لیس لاحدٍ ان یقول برأیه مع کتاب اللّٰه تعالٰی و لامع سنتِ رسول ﷺ ولا مع ماجمع علیه اصحابه۔ (الخیرات الحسان ص:۲۷)

ترجمہ: ''کسی شخص کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مقابلہ میں رائے کا کوئی حق حاصل نہیں اور اسی طرح جس چیز پر حضرات صحابہؓ کا (اور امت) کا اجماع واقع ہو چکا ہو اس کے مقابلہ میں بھی کسی کو رائے پیش کرنے کا حق نہیں پہنچتا''۔

اور حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں کہ :

ماجاء عن اللّٰہ ورسولہٖ لانتجاوز عنہٗ و ما اختلف فیہ الصحابۃ اخترناہ ' وماجاء عن غیر ھم اخذنا وترکنا۔ (ذیل الجواھر ص۴۷۳ ج۲)

ترجمہ : جو حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ہمیں پہنچتا ہے تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے اور جس چیز میں حضرات صحابہؓ کا اختلاف ہوتا ہے تو ہم ان کے اقوال میں سے کسی کو چُن لیتے ہیں اور غیر کے اقوال کو لیتے بھی ہیں اور چھوڑتے بھی ہیں۔"

اسی طرح علامہ ابن عبدالبرؒ کی الانتقاء اور موفق مکیؒ کی مناقب میں مذکور ہے:

"امام ابوحنیفہؒ معتبر قول کو لیتے' قبیح سے بھاگتے ۔لوگوں کے معاملات میں غور وفکر کرتے، جب لوگوں کے احوال اپنی طبعی رفتار سے جاری رہتے تو قیاس سے کام لیتے، مگر جب قیاس سے کسی فساد کا اندیشہ ہوتا تو لوگوں کے معاملات کا فیصلہ استحسان سے کرتے۔ جب اس سے بھی معاملات بگڑتے نظر آتے تو مسلمانوں کے تعامل کی طرف رجوع کرتے۔ جس حدیث پر محدثینؒ کا اجماع ہوتا اس پر عمل فرماتے، جب تک مناسب سمجھتے اس پر اپنے قیاس کی بنیاد کھڑی کرتے، پھر استحسان کا رُخ کرتے۔ قیاس اور استحسان میں سے جو زیادہ موافق ہوتا اس کی طرف رجوع کرتے ۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ ناسخ ومنسوخ احادیث کی بہت چھان پھٹک فرماتے۔ جب کوئی حدیث مرفوع یا اثر صحابیؓ آپ کے نزدیک ثابت ہوجاتا تو اس پر عمل کرتے۔ آپ اہل کوفہ کی احادیث سے خوب آگاہ تھے۔ اور ان پر بڑی سختی سے عامل رہتے تھے۔ (المناقب ص:۸۲۔۸۹ ج۱)

تاریخ تدوین فقہ اور امام اعظم کوفیؒ :

فقہ کی تاریخ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ایک نہایت عمدہ مضمون لکھا

ہے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک (اسلام) میں زندگی گزارنے کے لئے احکام کی قسمیں نہیں پیدا ہوئیں تھیں،، جناب رسول اللہ ﷺ حضرات صحابہؓ کے سامنے وضو فرماتے تھے اور کچھ نہ بتاتے کہ یہ رکن ہے، یہ واجب ہے، یہ مستحب ہے۔ حضرات صحابہؓ آپ کو دیکھ کر اسی طرح سے وضو کرتے۔ نماز کا بھی یہی حال تھا۔ یعنی حضرات صحابہؓ فرض و واجب کی تفصیل و تدقیق نہیں کیا کرتے تھے، جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لی۔

البتہ جو واقعات غیر معمولی طور سے پیش آتے تھے اُن میں لوگ آنحضرت ﷺ سے استفتاء کرتے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ لوگوں نے کوئی کام کیا اور آپ ﷺ نے اُس پر تحسین کی یا اس پر ناراضگی ظاہر کی ۔ اس قسم کے فتاویٰ اکثر مجمعوں میں ہوتے تھے اور لوگ آنحضرت ﷺ کے اقوال کو محفوظ رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا زمانہ آیا۔ جس میں فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، جہاں کا رنگ ڈھنگ، طرز معاشرت اور زبان تک مختلف تھی۔ واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد واستنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو لوگ امورِ دینیہ کی اہمیت سمجھنے سے قاصر رہتے ۔ حضرات صحابہؓ پوری اسلامی قلمرو میں پھیلے ہوئے تھے اور انہوں نے مفتوحہ ممالک میں قرآن وسنت کی خوب اشاعت کی ۔ اور اس کو احکامات میں اپنا مرجع بنایا۔ لیکن اختلافِ ادوار اور ضروریات زندگی کے اُبھار کے باعث انہیں جو چیزیں پیش آئیں ان کا جواب انہوں نے قرآن وحدیث کی علل مستنبطہ کے ذریعے دیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قیاس میں اختلاف ضرور پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ تمام صحابہؓ کا ایک ہی قیاس ہو، اس لئے جوابات میں بھی اختلاف ناگزیر تھا لہٰذا مسائل میں اختلاف آراء ہوا، اور اکثر مسئلوں میں صحابہؓ کی مختلف رائیں قائم ہوئیں، بہت سے ایسے واقعات پیش آئے کہ رسول اللہ ﷺ

کے زمانہ میں ان کا عین واثر بھی پایا نہیں گیا تھا۔حضرات صحابہؓ کوان صورتوں میں
استنباط تفریع حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے کام لیناپڑا۔اصول استنباط کے طریقے یکساں
نہ تھے اس لئے ضرور اختلاف پیدا ہوئے۔غرض صحابہؓ ہی کے زمانے میں احکام ومسائل کا
ایک دفتر بن گیا اور مجتہدین صحابہؓ کے جُدا جُدا طریقے قائم ہوگئے۔(سیرت النعمان ص ۲۴۴)

چنانچہ فقہاءِ مدینہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کے فتاویٰ جمع
کرتے اوران میں مزید غوروفکر کے بعد اپنی رائے قائم کرتے اور فقہاء عراق حضرت ابن
مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے فتاویٰ اور قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کے قضایا کو مدون کرتے
تھے۔امام ابراھیم نخعیؒ نے فتاویٰ اور اس کے مبادی کو ایک مجموعہ میں مرتب کیا ہوا تھا۔اسی
طرح امام ابوحنیفہؒ کے استاذ حضرت حماد کوفی رحمہ اللہ کے ہاں بھی ایک مجموعہ تھا۔لیکن ظاہر
ہے کہ یہ مجموعۂ مواد کوئی مرتب ومدون شدہ کتابیں نہ تھیں بلکہ ان کی حیثیت ایک ذاتی
ڈائری اور مختلف معلوماتی نوٹ بک سے زیادہ نہ تھی۔جس میں بعض صحابہؓ کے نوادرات ہی
بیان کئے جاتے تھے۔جب کہ حضرت علیؓ کے متعلق مشہور ہے کہ انکا ایک کتابچہ تھا،جس میں
فقہ کے بعض احکام تھے۔واضح رہے کہ یہی نوادرات افتادِ زمانہ کے ساتھ کثیر تر ہوتے گئے
جو باضابطہ فقہ کی تالیف وتدوین اور تخم ریزی کی بنیاد ٹھہرے،لیکن ڈاکٹر فلپ حتی کے قول
کے مطابق جہاں تک فقہ کے تاریخی پس منظر کا تعلق ہے۔[illegible] کی اساس و بنیاد قائم [illegible] نے کا
طرۂ امتیاز امام اعظم ابوحنیفہؒ کوفی کے سر ہے۔(تاریخ العرب ص:۳۱۶ ج ۱)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا طریق تدوین فقہ:

۱۲۰ھ میں حضرت حمادؒ کے انتقال کے بعد امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک مستقل معلم اور
مفتی اور دارالعلوم کوفہ کی درس گاہ کے صدر نشین تجویز کئے گئے۔امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنی
خداداد فراست سے بھانپ گئے کہ اب علم کسی ایک جگہ اور ایک فرد کے پاس نہیں ہے بلکہ وہ

اطرافِ عالم میں منتشر ہوچکا ہے۔اس کو اگر یکجاء نہ کیا گیا تو وہ ضائع ہوجائے گا یا پہلی
امتوں کی طرح اس کی اصل صورت بدل جائے گی۔علاوہ ازیں امام موصوفؒ یہ بھی جانتے
تھے کہ اختلاف زمان واحوال اور حوائج کی وجہ سے ایک صدی میں بڑا تغیر ہوچکا ہے تو آئندہ
ادوار میں یہ تغیر نہیں رک سکتا اس لئے اس علم کو یکجا کرنا چاہئے۔اور قیامت تک آنے والے
نسلوں کے لئے ایسا دستورالعمل مرتب کردینا چاہئے جس میں تمام چیزوں کی رعایت ہو۔
لہذا اس ضرورت کے پیش نظر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ۱۲۰ھ ہی سے تدوین فقہ کا کام شورائی
طریقہ پر شروع کردیا تھا،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے تلامذہ یعنی ارکان شوریٰ کے سامنے
ایک ایک مسئلہ پیش کرکے ان کے جواب سنتے اور پھر اپنا نقطۂ نظر بیان فرماتے اور آپ کے
اصحاب وتلامذہ آپ کی فقہی آراء کو مرتب ومدون کرتے اور ضبطِ تحریر میں لاتے تھے اور بسا
اوقات امام موصوف بذاتِ خود املاء بھی کرواتے۔علاوہ ازیں امام صاحبؒ کبھی کبھی مدوّنہ
ذخیرہ کی جانچ پڑتال فرماکر حذف واثبات بھی فرماتے تھے۔مناقب کردری میں ابوعبداللہؒ
سے مروی ہے۔فرماتے ہیں:

’’میں ابوحنیفہؒ کی آراء کو ان پر پڑھتا تھا اور ابویوسفؒ اپنی آراء کو بھی ان میں
داخل کردیتے تھے اور میں انتہائی کوشش کرتا تھا کہ ابو یوسفؒ کے اقوال کو اس کے ساتھ بیان
نہ کروں ایک دن سبقت لسانی کے باعث ان کے قول کے بعد میں نے کہا کہ اس میں ایک
دوسرا قول بھی ہے پس فرمایا اس قول کا کہنے والا کون ہے؟‘‘

(المناقب ابن البزاز الکردری ص:۱۰۹ ج ۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ ان کے اقوال ان کی نگرانی
میں مدون ومرتب کرتے تھے اور بسا اوقات امام صاحبؒ ان پر نظرِ ثانی بھی فرماتے تھے۔
پس یہی مدونہ ذخیرہ امام موصوف کی تالیف تھا۔

صدر الائمہ ابی مؤید امام موفق بن احمد مکیؒ المتوفی ۵۶۸ھ اپنی کتاب مناقب

''الامام الاعظمؒ ''میں تحریر فرماتے ہیں :

اِمام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس شریعت کے علم کو مدوّن کیا۔ان سے پہلے کسی آدمی نے اس کی طرف سبقت نہیں کی ۔ کیونکہ حضرات صحابہؓ وتابعینؒ نے علوم شریعت میں ابواب پر مرتب کردہ کتابوں کا کوئی اہتمام نہیں کیا وہ اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے۔انہوں نے اپنے دلوں کو علم کا صندوق بنالیا تھا ان کے بعد امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے۔ انہوں نے علم کو منتشر پایا اور نااہل جانشینوں کے بارے میں اس کے ضیاع کا خوف کیا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ''اللہ تعالیٰ جل شانہٗ لوگوں کے دلوں سے علم کو نکال کر ختم نہیں کرینگے، بلکہ علماء کی موت سے ازخود ختم ہوجائے گا۔ پھر سربرآوردہ جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔اسی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے علم کو ابواب و کتب پر مدون و مرتب فرمایا۔(المناقب للموفق المکی ص:۱۳۶ ج ۲)

امام سیوطیؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ بھی امام اعظمؒ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اسی بات کا اعتراف کرتے ہیں جو علامہ موفق نے بیان کی ہے۔

(تبییض الصحیفہ ص:۳۶ ،للسیوطیؒ والخیرات الحسان ص:۳۱)

امام جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ علامہ ذہبیؒ کے حوالہ سے ۱۴۳ھ کے حالات واقعات میں لکھتے ہیں کہ:''اس سال امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اور اجتہادی مسائل کو مدوّن کیا''۔(تاریخ الخلفاء ص:۱۸۱)

نیز امام موصوف امام اعظمؒ ابوحنیفہ کی خصوصیات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدوّن کیا اور اس کو ابواب پر ترتیب دی ۔ پھر امام مالک رحمہ اللہ نے موطا کی ترتیب میں ان کی پیروی کی اس معاملے میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو اوّلیت حاصل نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے علم شریعت کو اس خوبی اور خوش اسلوبی سے مدون و مرتب فرمایا کہ امام مالکؒ ہی نہیں بلکہ بعد کے جملہ مدوّنینِ کتب اپنی کتابوں کو اسی فقہی ترتیب کے موافق مرتب و مدون کرتے چلے آرہے ہیں ......ع بارِ خدا حسنِ قبول ہوتو ایسا ہو

امام ابوحنیفہؒ کی تالیفات سے امام مالکؒ کے استفادہ کا ذکر کتبِ تاریخ میں صراحت سے مذکور ہے اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے جس سے مجال انکار نہیں ۔ چنانچہ قاضی ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوامؒ اپنی کتاب''اخبارِ ابی حنیفہ''میں بسند متصل ناقل ہیں :

عن الشافعی عن عبدالعزیز الدراوردی قال کان مالك بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفة وینتفع بھا (۱)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ :''عبدالعزیز دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک بن انسؒ امام ابوحنیفہ کی تالیفات کا مطالعہ کرتے اور ان سے نفع اندوز ہوتے تھے''۔

اِن حقائق کی روشنی میں ہمارا یہ دعویٰ کرنا کہ تدوین فقہ اور اس کی ترتیب وتبویب میں امام اعظمؒ ابوحنیفہ کوفی کو شرفِ اولیت ہی حاصل نہیں بلکہ امام موصوف اس فن میں یگانۂ روزگار ہیں اور موطا میں امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ کے مقتدی اور خوشہ چین ہیں ۔تو یہ نہ کسی مبالغہ آمیزی پر مبنی ہے اور نہ ہی رسمی خوش اعتقادی پر، بلکہ یہ ایک ٹھوس تاریخی حقیقت ہے۔ جس کا اعتراف صرف اپنوں ہی کو نہیں بلکہ غیروں کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی الشافعیؒ تحریر فرماتے ہیں ۔مدّون ہونے کے اعتبار سے تمام مذاہب اور فقہی مکاتبِ خیال میں پہلا مذہب امام ابوحنیفہؒ ہی کا ہے۔(مقدمہ تدوین فقہ ص:۲۱۹ سید مناظر احسن گیلانی)

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

---

(۱) [illegible] المسالك فی بحث روایت مالك عن ابی حنیفةؒ وروایة ابی حنیفةؒ عن مالكؒ ازعلامہ کوثریؒ ص۶۸ وایضاً تعلیقات الانتقاء فی فضائل الثلاثة الفقهاء ص۱۴ علامہ کوثریؒ۔

سندھ کے علمی مراکز اور نظامِ تعلیم

جہاں سائنس محو رقص ہے، حکمت غزل خواں ہے
جلائے ہیں وہاں پہلے چراغِ آگہی ہم نے

پہلے اس کے، کہ ہم سندھ کے مدارس اور ان کے نظام تعلیم پر کچھ لکھیں مناسب ہوگا کہ : ''اسلام میں مدارس کے تاریخی پس منظر'' کا اجمالی خاکہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ جب حق تعالیٰ جل شانہ نے اس جہل آباد ارضی کو اپنے آخری فیضان علم سے آراستہ فرمانا چاہا تو معلم انسانیت کو اقرأ باسم ربك الذی خلق کے تعلیمی تمغہ سے سرفراز فرما کر مبعوث فرمایا معلم الحکمت ﷺ نے طلبِ علم کو ہر مسلمان کا مقدس فریضہ قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :

(۱) طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم۔ (ابن ماجه باب العلم)

ترجمہ : علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

(۲) من سلك سبیلاً لیطلب فیه علماً سهل الله طریقاً الی الجنة۔

(مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی، شریف)

ترجمہ : جس نے طلبِ علم کی خاطر کوئی راستہ طے کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرمادیں گے۔

(۳) ان الملائكة تضع اجنحتها رضیً لطالب العلم۔ (مشکوٰۃ شریف: کتاب العلم)

ترجمہ : فرشتے علم کے طلب کرنے والوں سے خوش ہوکر ان کے لئے اپنے ''پر'' بچھاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے ان ارشادات نبویہ سے تحصیل علم کی غیر معمولی اہمیت

کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے بذاتِ خود اس اہم فریضہ کی نشرواشاعت کے لئے مکہ شریف میں دار ارقم کو درس گاہ کے طور پر استعمال فرمایا۔ یہ مکان جو اسلام کی پہلی درسگاہ بنا۔ کوہ صفا کے دامن میں واقع حضرت ارقمؓ کی ملکیت میں تھا۔ تعلیم اسلام کا اولین مرکز ہونے کی وجہ سے اس زمانہ میں دارالاسلام کے نام سے مشہور ہوگیا تھا۔ (مستدرک حاکم ص: ۵۰۳ ج ۳)

حضور نبی کریم ﷺ مسلسل تین سال اسی جگہ تعلیم و تعلم کا اہم فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اوائل نبوت میں کچھ عرصہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکان جو داب الحجر میں واقع تھا، درس گاہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ جسے بجا طور پر اسلام میں سب سے پہلی تربیت گاہ کہا جاسکتا ہے۔ دار ارقم کے بعد شعب ابی طالب تیسری دانش کدہ قرار دی جاسکتی ہے۔ جہاں محرم ۷ نبوی سے ۱۰ نبوی تک حضور ﷺ اپنے رفقاء سمیت محصورر ہے۔

یثرب جسے آج مدینة الرسول کہا جاتا ہے۔ وہاں لوگوں کی درخواست پر رسول ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تعلیم قرآن کے لئے بھیجا۔ ابوامامہ، اسعد بن زُرارہ نے اپنا مکان دیا گویا یثرب میں سب سے پہلے مدرسے کی داغ بیل پڑی۔

(سیرت حلبیہ ص: ۲۰۳ ج ۱ بحوالہ سیرت خاتم الانبیا محمد شفیع)

ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے کچھ مدت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ مدینہ طیبہ میں یہ دوسری درس گاہ تھی۔ جناب نبی کریم ﷺ نے جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور اس کے ملحق شمالی گوشہ میں ایک چبوترہ تعمیر کرایا جس پر ایک سائبان تھا۔ جس کو صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صفہ میں نادار اور غیر متاہل، دنیاوی دھندوں سے الگ تھلگ حضرات صحابہؓ علم حاصل کرنے میں منہمک رہتے تھے۔ غرضیکہ اسلام میں باضابطہ پہلی درس گاہ مسجد نبوی اور پہلا دارالاقامہ (ہوسٹل) صفہ تھا اور اس کے

بعد یہ رَوچل پڑی کہ مسجد جہاں عبادت کے کام آتی تھی وہاں وہ درس گاہوں کے طور پر بھی استعمال ہوتی تھی ۔ مسجد آغاز اسلام سے علماء کا مرکز رہی ہے ۔ یہ تفسیر وحدیث کی درسگاہیں ''بچوں کے مکتب'' ''مذہبی تعلیم گاہیں'' اور عدالت گاہیں رہی ہیں ۔

(مسلمانوں کا نظام مملکت ص:۱۷۸)

چنانچہ پروفیسر فرنک بلیک مور کا بیان ہے کہ ''ہر مفتوحہ ملک میں مسلمانوں کا سب سے پہلا کام مسجد تعمیر کرانا تھا ۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ۔ اس مسجد کے متصل ایک مدرسہ بھی ہوتا تھا ۔ جس میں لوگوں کو قرآن کی تلاوت اور مطالعہ تفسیر کی تعلیم دی جاتی تھی ۔

(ماہنامہ بینات کراچی شمارہ نمبر۵ جلد نمبر۲۱ بابت ماہ ذی قعدہ ۹۲ھ)

چنانچہ مسلمانوں نے اپنے عہد کمال میں نہ صرف کشور کشائی کے جوہر دکھائے بلکہ انہوں نے جہاں ملک گیری کے پھریرے اڑائے وہاں علوم وفنون کے سیکھنے اور ان کی نشرواشاعت میں بھی انتھک کاوشیں کی ۔ مسلم فاتحین جس قدر علاقے فتح کر لیتے ان کے قدم بقدم علماءِ اسلام کتاب وسنت اور دینی علوم کی محافل سجاتے آتے اور جگہ جگہ درس گاہوں کے قیام کا آغاز ہوتا، ہر طرف سے اسلامی اقدار پروان چڑھ رہی تھیں اور اسلامی تہذیب وثقافت کا طوطی بول رہا تھا ۔

برصغیر پاک وہند میں سندھ وہ مقدس خطہ ہے جہاں مسلمانوں کے قدم سب سے پہلے پڑے ۔ یہی وجہ تھی کہ ابھی دوسری صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ سندھ دنیائے اسلام کے ان خطوں میں شمار ہونے لگا جو علمی لحاظ سے امتیازی حیثیت کے حامل سمجھے جاتے تھے ۔ دیبل اور منصورہ علمی اعتبار سے بہت معروف تھے ۔ اس زمانہ میں اگرچہ باقاعدہ طور پر مدارس کا رواج نہیں ہوا تھا ۔ بلکہ جوامع ومساجد اور علماء کے کاشانے دینی تعلیم کے مدارس کا کام دیا کرتے تھے ۔ ہر مرکزی شہر بزم علمی کا مرکز بنا ہوا تھا ۔ دارالحکومت منصورہ بھی علمی سرگرمیوں کا مرکز رہ چکا تھا ۔ یہاں بھی اس طرز کی درس گاہیں تھیں جن میں علماء باقاعدہ

کتاب وسنت کا درس دیتے تھے ۔ احادیث کی روایت کرتے اور فقہ کی تعلیم ہوتی ۔ علامہ مقدسیؒ نے منصورہ کے حالات میں قاضی ابومحمد منصوریؒ کی تعلیمی وتدریسی سرگرمی اور تصنیفی کارگزاری کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

ولہٗ تدریس وتصانیف قد صنف کتباً عدةً حسنة۔

(احسن التقاسیم ص:۴۸۱ ونزهة الخواطر ص:۲۵ ج۱)

ترجمہ : ان کی درس کی مجلس ہے اور تصانیف میں وہ کئی اچھی کتابوں کے مصنف ہیں ۔

اسی منصورہ ''مرحوم'' کے بارے میں دوسری جگہ علامہ موصوف رقمطراز ہیں :

وللا سلام طراوة وللعلم له راحلةٌ والرسوم تقارب العراق۔

(احسن التقاسیم ص۴۷۹)

ترجمہ: یہاں اسلام تروتازہ ہے علم کے لئے سواری ہے (یعنی یہاں سے لوگ طلب علم کے لئے آجایا کرتے ہیں) اور ان کے رسم ورواج عراقیوں کے مثل ہیں ۔

دیبل کا شہر سندھ میں محدثین اور راویانِ حدیث کا سب سے قدیم اور اہم مرکز تھا علامہ یاقوت حمویؒ لکھتے ہیں :

وقد نسب الیها قوم من الرواة ۔ (معجم البلدان ص:۱۱۸ ج۲)

ترجمہ: دیبل کی طرف رواۃ حدیث کی ایک جماعت منسوب ہے ۔

سندھ کا یہ شہر احادیث رسول ﷺ کی تعلیم کے لئے خاصا معروف تھا ۔ یہاں پر احادیث کی تعلیم وروایت عام تھی ۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں امام خلف بن محمد موازینی کے ذکر میں امام علی بن موسیٰ دیبلیؒ کی درس گاہ کی نشاندہی فرمائی ہے جو دیبل میں تھی اور جہاں امام خلف بن محمد دیبلیؒ نے اپنے شیخ امام علی بن موسیٰ دیبلیؒ سے حدیث

پڑھی تھی۔ امام خلف بن محمد کا بیان ہے :

"حدثنا علی بن موسٰی الدیبلی بالدیبل"۔

(تاریخ بغداد ص:۳۳۳ ج ۸ و نزھۃ الخواطر ص: ۶۵ ج ۱)

ترجمہ : امام علی بن موسیٰ دیبلیؒ نے ہم سے دیبل میں حدیث روایت کی تھی۔

الور :

سندھ کا وہ مقدس شہر تھا جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا اور مسجد تعمیر کی اور مسلمان حاکم اور قاضی وخطیب مقرر کئے۔ گویا یہ شہر ابتداء ہی سے علمی و دینی تعلیم کا گہوارہ بن گیا۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ خاندان سمہ نے اپنے دورِ حکومت میں مدارس کے لئے الگ عمارتیں بنوائیں۔ صرف مرکز علم ٹھٹھہ میں مدارس کی تعداد ہزار کے قریب تھی۔ (واضح رہے کہ مدرسہ اعلیٰ تعلیم کے ایک ادارے کا نام تھا جو بعض وجوہ سے قرونِ وسطٰی اور عہد جدید کی شروع شروع کی یونیورسٹیوں کے مماثل تھا) (بحوالہ عرب دنیا از ڈاکٹر نجلاء عزالدین) اور اس کے علاوہ بھکر سیہون اور کاھان تعلیمی مرکز تھے۔

(تاریخ معصومی ص:۱۰۴ اردو ترجمہ)

اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں برصغیر پاک و ہند کی تعلیمی حالت کے متعلق کپتان ہملٹن جو 1699ء میں ٹھٹھہ آیا اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے :

"شہر ٹھٹھہ دینیات، لسانیات اور سیاسیات کی تدریس وتعلیم کے سلسلہ میں خاصی شہرت کا مالک ہے۔ وہاں چار سو مختلف علوم وفنون کے کالج ہیں جن میں نونہالوں کو ان علوم کی تعلیم دی جاتی ہے"۔ (سندھ کے اقتصادی حالات ص:۱۳۴ بحوالہ تاریخ سندھ ص: ۹۷۷ ج ۲ مولانا مہر، ہندوستان عہد عالمگیری میں مرزا سمیع اللہ بیگ)

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

شیخ زید بھکریؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ :

"ٹھٹھہ کے اولیاء، علماء اور سفراء کی گنتی محال ہے"۔

یہاں صرف ونحو و دینیات اور شاعری عام ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ٹھٹھہ کو عراقِ ثانی سمجھنا چاہئے۔ (ذخیرۃ الخوانین بحوالہ تاریخ سندھ ص: ۹۷۸ حصہ دوم مولانا مہر)

ماضی قریب کے ایک انگریز مورخ مسٹر ایلس ELLIS اسسٹنٹ کمشنر سندھ وادیٔ سندھ کی تعلیمی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

فارسی عربی کے مدارس کی حالت امید افزا ہے۔ ان میں وہ مکاتب داخل نہیں ہیں جہاں صرف قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہے۔ عربی مدارس میں ملا درختوں کے نیچے یا کسی مسجد میں بیٹھ کر فی سبیل اللہ تعلیم دیتے ہیں۔ یہ مدارس شہروں اور دیہاتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ گھوٹکی کے قریب ہی عادل پور میں ایک ملا پچاس طلباء پڑھاتے ہیں جن میں بکثرت بہت دور دراز سے پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ بعض بڑے بڑے قصبات میں بھی قدیم الایام سے ایسے مدارس قائم ہیں۔ مثلاً ٹھٹھہ کے ایک عربی مدرسہ میں سو طالب علم پڑھتے تھے۔ روہڑی، گھوٹکی بالائی سندھ میں اور ہالہ، نصر پور وسطِ سندھ میں قدیم زمانہ میں تعلیم وتعلم کے اعتبار سے ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

(برطانوی اقتدار سے پہلے سندھ میں تعلیم اور برطانیہ کی تعلیمی پالیسی مورخہ انتیس دسمبر ۱۸۵۴ء ص:۹)

سیہوان ٹرپاٹ کھور معلوی (ٹمیاری) موہار (دلہاری) چھوٹی پاری میں پرانے زمانہ سے عربی مدارس قائم تھے ان مدارس میں علم فقہ میں ہدایہ اور وقایہ کے داخلِ درس ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱۸۵۱ء میں سندھ میں ملکی حکمرانوں اور برطانوی حکومت کے دائروں میں سندھ کے مسلمانوں کی تعلیمی ادواروں کا جائزہ۔)

(کتاب مذکور ص:۵۲ از رچرڈ برٹن مورخہ ۱۸۵۱ء)

اب اس سلسلہ میں سب سے اہم اور ضروری کڑی نصابِ تعلیم کی بحث رہ گئی ہے جس کا لکھنا گویا اس مضمون کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء کے مجلۃ الندوۃ میں (مولانا سید عبدالحیٔ لکھنویؒ) کا ایک مقالہ ''ہندوستان کا نصاب درس'' شائع ہوا تھا۔ مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سہولت کے لحاظ سے نصاب درس کے چار دور قائم کرلیں اور جو کتابیں ہر دور مروج تھیں انکی تفصیل جہاں تک تاریخ و سیر سے مشائخ کے طبقات سے شعراء کے تذکروں سے اور مکتوبات اور ملفوظات سے مل سکتی ہے، یکجا کردیں۔

دورِ اوّل

اس دور کا آغاز ساتویں ہجری سے سمجھنا چاہیے اور اختتام دسویں ہجری۔ پر اور اس زمانے کے لحاظ سے فضیلت کا معیار یہ فنون سمجھے جاتے تھے۔ نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام، تصوف، تفسیر۔

اس دور میں یہ کتابیں درس میں داخل تھیں۔ نحو میں: مصباح، کافیہ، لب اللباب، قاضی ناصرالدین، بیضاوی بعدازاں، ارشاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور اس کے حواشی۔

فقہ میں: الحفق مجمع البحرین۔ قدوری، ہدایہ۔

اصول فقہ میں: حامی، منار، اور ان کی شرح اصول بزدوی۔

تفسیر میں: مدارک، بیضاوی، کشاف۔

تصوف میں: عوارف اور التعرف فصوص الحکم بعدازاں نقد فصوص لمعات الملعراقی۔

حدیث میں: مشارق الانوار۔ مصابیح السنۃ، بغوی۔

ادب میں: مقامات حریری۔

منطق میں: شرح شمسیہ۔

کلام میں: شرح صحائف العقیدہ السنیہ، العقیدۃ الامیۃ تمہید لابی شکور السالمی۔

اُس دور کے علماء کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہمارے زمانہ میں منطق، فلسفہ، معیار فضیلت ہے اسی طرح اس زمانے میں فقہ اور اصول فقہ کا علم معیار فضیلت تھا۔ حدیث میں صرف مشارق الانوار صاعانی کا پڑھ لینا کافی سمجھ لیا جاتا تھا اور جس خوش نصیب کو مصابیح السنہ ہاتھ آجاتی وہ امام الدنیا فی الحدیث کے لقب کا مستحق ہوتا۔

دورِ دوم

یہاں پر دورِ دوم کی داخل نصاب کتاب کی نام بنام فہرست دینا محض طوالت ہے۔ کیونکہ دورِ اول کی جن کتابوں کی فہرست دی جاچکی ہے ان میں مندرجہ ذیل کتب مطالع، مواقف اور اس کی شرح، مطول مختصر المعانی، تلویح، شرح العقائد، شرح وقایہ اور شرح جامی کا اضافہ کرلینے سے دورِ دوم کا نصاب بآسانی مرتب ہوجاتا ہے۔ اور یہ تبدیلی شیخ عبداللہؒ و شیخ عزیز اللہ ملتانیؒ کے ذوق کی مرہون منت ہے۔

دورِ سوم

دورِ دوم میں جو تبدیلی نصاب درس میں ہوئی۔ اس سے لوگوں کی امنگیں بڑھ گئیں تھیں اور وہ معیار فضیلت کو پہلے سے زیادہ بلند کرنے کی کوشش میں تھے۔ چنانچہ جب میر فتح اللہ شیرازی ہندوستان آئے اور دربارِ اکبری سے ان کو عضد الملک کا خطاب ملا تو نصاب درس میں انہوں نے جدید اضافے کئے۔ جس کو علماء نے فوراً قبول کرلیا اور اب مدارس میں نئی چہل پہل نظر آنے لگی۔ میر غلام علی آزاد مآثر الکرام میں ان کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔ کہ

تصانیف علماء متاخرین، مثل محقق دوانی و میر صدرالدین، میر غیاث الدین منصور و مرزا جان میر بہ ہندوستان آورد و در حلقۂ درس انداخت وجمع غفیر ازو استفادہ کردند و ازاں عہد معقولات را، رواج دیگر پیدا شد، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ المتوفی ۱۱۷۶ھ اس دور کے سب سے آخر مگر سب سے زیادہ ماہرِ علم تھے۔ انہوں نے الجزء اللطیف میں اپنی درسیات کو بالتفصیل نام بنام شمار کیا ہے۔

دورِ چہارم

چوتھا دور بارہویں صدی ہجری میں شروع ہوا اس کے مؤسس ملا نظام الدین سہالوی تھے۔ مولانا سید عبدالحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں :

یہاں تک کہ شیخ ملا نظام الدین کا زمانہ آ گیا۔ موصوف نے ہند کے مدارس میں نئے نصاب کی بنیاد ڈالی۔ ملا نظام الدین سہالوی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے معاصر تھے اس دور میں مروج کتب کی تفصیل الجزء اللطیف میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ملا نظام الدین نے اس پر جو کچھ اضافہ کیا ہے، اسے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) **علم الصرف:** میزان، منشعب، صرف میر، پنج گنج، زبدۃ، فصول اکبری، شافیہ۔

(۲) **علم النحو:** نحو میر، شرح مائۃ عامل، کافیہ، شرح جامی۔

(۳) **علم المنطق:** صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، شرح تہذیب، قطبی، سلم العلوم، میر قطبی، میر زاہد ملا جلال۔

(۴) **علم الحکمۃ:** میبذی، شرح ہدایۃ الحکمۃ، صدرا، شمس بازغہ۔

(۵) **علم الریاضی:** خلاصۃ الحساب، المقالہ لاولیٰ من تحریر اقلیدس، تشریح الافلاک، رسالۃ قوشجیہ، شرح چغمینی باب اول۔

(۶) **علم البلاغہ:** مختصر المعانی، مطول۔

(۷) **علم الفقہ:** شرح وقایہ، ہدایہ اخیرین۔

(۸) **علم اصولِ فقہ:** نور الانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت۔

(۹) **علم الکلام:** شرح عقائد للتفتازانی، شرح عقائد جز اول دوانی، میر زاہد شرح مواقف۔

(۱۰) **علم التفسیر:** جلالین شریف، بیضاوی شریف۔

(۱۱) **علم الحدیث:** مشکوٰۃ شریف۔

(۱۲) **علم المناظرہ:** رشیدیہ۔

دورِ پنجم

حال میں ۱۴، ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں علماء کی ایک مؤتمر علمی نے جس کا انعقاد وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی دعوت پر ہوا تھا۔ نصاب درس کے لئے ہشت سالہ نصاب تجویز کیا تھا، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ (منقول از خریطہ توزیع العلوم والکتب علی الصفوف الثمانیہ لوفاق المدارس العربیہ پاکستان (ملتان)

پہلا سال :۔ میزان الصرف، منشعب مع گردان ہائے ابواب الصرف یا تیسر الابواب، علم الصیغہ ارشاد الصرف، صرف میر، مفتاح القرآن ج ۱، ۲ نحو میر، شرح مائۃ عامل باترکیب عربی صفوۃ المصادر مع مشق صیغہ وتراجم مفردہ جمال القرآن، مشق قرأت۔

دوسرا سال :۔ نورالایضاح، قدوری، ہدایۃ النحو، الدروس النحویہ، ایساغوجی، مرقات، تہذیب، خواص ابواب، فصول اکبری، فوائد مکیہ۔

تیسرا سال: ۔ کنز الدقائق، اصول الشاشی، ترجمہ قرآن، منزل آخر، قطبی تا مختلطات، کفایت المحتفظ، مختارات، مقدمہ جزری، مع مشق۔

چوتھا سال: ۔ ترجمہ قرآن از ابتداء تا دس پارہ، الاختیار شرح المختار یا شرح وقایہ اولین، سراجی، شریفیہ برائے مطالعہ، تیسر الوصول فی مسلم الاصول، یا نور الانوار تا قیاس، حسامی، صرف، قیاس، عقیدۂ طحاویہ، ابن عقیل، شرح جامی تا مرفوعات، سلم العلوم۔

پانچواں سال ۔ ترجمہ تا آخر، ہدایہ اولین، مختصر المعانی یا کتاب البلاغۃ، یا جواہر البلاغۃ، مقامات حریری (دس مقامات) دیوان حماسہ (باب حماسہ و مراثی) ادب نسیب، الکافی فی علم العروض والقوافی، تصریح باب تشریح الافلاک، ہدیہ سعیدیہ، رشیدیہ، میر زاہد، ملا جلال۔

چھٹا سال: ۔ تفسیر جلالین، مع الفوز الکبیر، ہدایہ جلد ثالث، مع عقود رسم المفتی، شرح نخبۃ الفکر، ہدایہ جلد رابع، حمد اللہ، ہیئۃ جدیدۃ، مقاصد الفلاسفہ، یا میبذی و فلسفہ جدید، القصائد المنتخبۃ من دیوان المتنبی۔

ساتواں سال: ۔ تفسیر بیضاوی ربع پارہ اول، تفسیر کشاف پارہ اول، توضیح کامل، مقدمہ تلویح، شرح عقائد نسفی، یا مسامرہ یا اشارات لمرام و مواقف کامل، یا میر زاہد، امور عامہ، سبعہ معلقات، تحریر اقلیدس اخلاق جلالی، مشکواۃ شریف۔

آٹھویں سال: ۔ دورحدیث کتب عشرہ۔

☆ ☆ ☆

فقہاء سندھ کا فقہی مسلک

سندھ قدیم الایام (زمانۂ قدیم) سے حنفی مکتب فکر کے علماء کا مرکز رہا ہے اور یہاں کی غالب اکثریت امام اعظم ابوحنیفہ کوفیؒ کے مسلک کی پیروی رہی ہے۔ چنانچہ علامہ یاقوت حمویؒ المتوفی ۶۲۶ھ وادیٔ سندھ کے مذہبی حالات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومذهب اهلها الغالب عليها مذهب ابی حنيفةؒ"۔

(معجم البلدان ص:۱۵۱ ج۵ ذکر احوال سندھ)

ترجمہ: سندھ والوں میں مذہبِ حنفی کا غلبہ ہے۔

مؤرخ سندھ اعجاز الحق قدوسی رقمطراز ہیں:

سمہ سلاطین عموماً شریعت کے پابند تھے۔ یہ اوج گیلانی، بخاری، ملتان کے سہروردیہ مشائخ کے مدید تھے۔ سندھ میں حنفیت کا زور تھا (تاریخ سندھ ص:۴۸۵ اعجاز الحق قدوسی)

اسی طرح وادیٔ سندھ کا مذہبی اور دینی حال علامہ مقدسیؒ نے یوں لکھا ہے:

ولا تخلو القصبات من فقهاء على مذهب ابی حنيفة وليس به مالكية ولا معتزلة ولا عمل للحنابلة انهم على طريق مستقيم ومذاهب محمودة وصلاح وعفة قد اراحهم الله من الغلو والعصبية والهرج والفتنة " (احسن التقاسیم ص:۳۱۸ للمقدسی)

ترجمہ: "مرکزی شہر حنفی فقہاء سے خالی نہیں ہیں یہاں نہ مالکی ہیں نہ معتزلی اور نہ ہی حنابلہ کے مسلک پر عمل ہے۔ یہاں کے لوگ صراط مستقیم اور اچھے مسلک پر ہیں۔ اور صلاحیت پرہیزگاری رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مذہبی غلو، تعصب اور فتنہ فساد سے امان میں رکھے ہوئے ہیں"۔

سندھ میں مسلک حنفی کے قبولیت کے اسباب بیان کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم ارباب فقہ کے فقہی مسالک کی تفصیل بیان کریں۔ علامہ عبدالرحمٰن بن خلدونؒ مغربی المتوفی ۸۰۸ھ اپنی کتاب ''مقدمہ ابن خلدون'' میں علم فقہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

و انقسم الفقه الى طريقتين طريقة اهل الرائى والقياس و هم اهل العراق وطريقة اهل الحديث وهم اهل الحجاز۔ (مقدمہ ابن خلدون ص:۴۴۲)

ترجمہ: علماءِ امت میں فقہ کے دو مکتب فکر ہیں، ایک طریقہ اہل الرائے والقیاس کا ہے جو اہل عراق ہیں اور دوسرا اہلِ حدیث کا جو اہل حجاز ہیں۔

اب اس امر کا جائزہ لینا ہوگا کہ اہل سندھ میں فقہ کے ان دو متقابل مکتب فکر میں سے اہل الرائے کے نظریہ کو کیوں کر قبول عام حاصل ہوا، اور انہوں نے عراق کی فقہ کو کیوں کر اپنایا اور اس کے کیا وجوہ تھے؟ چند وجوہات مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) فاتح قوم کے اثرات :

سندھ کا کچھ حصہ اگرچہ خلافت فاروقی ہی میں اسلام کی فیاض گود میں آچکا تھا اور ۱۵ھ ہی سے افق سندھ پر آفتاب اسلام کی شعائیں پڑنا شروع ہو گئیں تھیں۔

(فتوح البلدان للبلاذری ص:۴۲۰)

مگر اس کی تکمیل اور قسمت سندھ کے مستقبل کا قطعی فیصلہ دولت بنوامیہ کے عراقی گورنر ابومحمد حجاج بن یوسف ثقفی کے دور امارت میں عراقی اور شامی سپاہ کی بدولت ہوا۔ چونکہ اسلامی لشکر کی غالب اکثریت عراقی مجاہدین پر مشتمل تھی۔ جو ذہنی اعتبار سے علماء عراق کے نقطۂ نظر کے ہم خیال وہم نوا تھے اور یہ عام ضابطہ ہے کہ مفتوح قوم کا فاتح قوم کے عقائد، اخلاق، عادات اور رسم ورواج سے متاثر ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ مقدسی بشاریؒ

تحریر فرماتے ہیں :

والرسوم تقارب العراق مع حطاء وحسنِ اخلاق۔ (احسن التقاسیم ص:۴۷۹)

ترجمہ: یہاں کے رسم ورواج عراق سے ملتے جلتے ہیں۔ لوگوں میں نرمی اور حسن اخلاق ہے۔

علاوہ ازیں فتح سندھ کے بعد جن قبائل عرب نے سندھ کو مستقل وطن بنایا تھا۔ وہ چونکہ عراقی مکتبِ خیال کے علماء سے زیادہ قریب تھے۔ اس لئے ان کے ہاتھ پر جس قدر مقامی باشندے اسلام لائے۔ ان کا اہل عراق کے نقطۂ نظر سے ہم آہنگ ہونا ایک لازمی امر تھا۔

(۲) قرب مکانی :

سندھ کی حدود ان ممالک سے ملی ہوئی ہیں جن میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ایران، عراق، ہند، افغانستان، ماوراء النہر، اور دیگر بلاد عجم اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اتحادِ فکر ونظریات میں قرب مکانی کو بڑا دخل ہوتا ہے۔

(۳) الناس علی دینِ ملوکھم :

سلاطین سندھ کے نظریات مذہبی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو سوائے عرب دور کے آخری حکمرانوں کے سرزمین سندھ کی بادشاہت پر جتنے لوگ بھی فائز رہے۔ وہ حنفی مسلک کے پیرو تھے۔ جس کے باعث یہاں حنفی افکار ونظریات کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

سندھ میں اگرچہ کچھ علماء اہل ظواہر بھی رہے۔ مگر باوجود اس کے یہاں کی غالب

اکثریت فقہاءِ احناف کے زیر اثر تھی چنانچہ قاضی اطہر مبارک پوریؒ ۔عرب دور کے آخری فرمانروا ہباری خاندان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''ہباری حکمران بڑے علم دوست اور اہل علم کے قدردان تھے۔انہوں نے دینی علوم اور رجال علم کی سرپرستی کی۔علمی خانوادوں سے ان کے تعلقات تھے اور اہل علم و فضل ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ان کا مسلک اگرچہ امام داوٗد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور وہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے تھے مگر پورے سندھ میں فقہاء احناف کی کثرت تھی''۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ص:۱۵۰۔قاضی اطہر مبارک پوری)

بہر طور قدرت کی طرف سے ایسے امور وجود میں آئے جن کی بدولت مسلک حنفی کے لئے یہاں کی زمین ہموار اور فضا سازگار ہوتی چلی گئی اور فقہ حنفی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء اور آج تک جب کہ اسلام پر چودہ صدیاں بیت گئیں۔سندھ میں ہی نہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند میں بزم علمی کی رونق علماء احناف کے دم قدم سے وابستہ ہے اور دینِ حق کی شمع فروزاں انہی کے نور سے جگمگا رہی ہے۔

☆

سندھ میں فقہ حنفی اور اس کی قبولیت

سرِ بزم فلک شب بھر ہزاروں شمعیں جلتی ہیں
مگر اس محفل گردوں میں پروانے نہیں دیکھے

بہر حال یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ ہر دور میں اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی واضح اکثریت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہ پر عمل پیرا رہی ہے۔بادی النظر میں اس کی اشاعت کا سبب حنفی فقہاء کا قضا و عدل کے اونچے مناصب پر فائز ہونا اور سرکاری مذہب کی حیثیت سے رائج ہونا نظر آتا ہے۔لیکن اگر فقہ حنفی کی پوری تاریخ کا بنظرِ غائر

جائزہ لیا جائے اور مختلف فقہی مکاتب فکر کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو علی وجہ البصیرت یہ کہنا بالکل درست اور بجا ہوگا کہ فقہ حنفی کے مسائل میں ''اس کے طریق استنباط، منہاج استدلال اور اصول و قواعد میں بنیادی طور پر وہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اسے نہ صرف دیگر فقہی مکاتبِ فکر سے ممتاز کرتی ہیں بلکہ انہی خصوصیات کی بناء پر اسے وہ عالمی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ آج روئے زمین کے دوتہائی مسلمان فقہ حنفی پر عامل ہیں۔جس کے قبولِ عام ہونے کے چند وجوہ مختصراً درج ذیل ہیں :

امام اعظمؒ کی بلند پایہ شخصیت :

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عظیم شخصیت اور جامعیت اور مدون فقہ ہونے کا امتیاز زندگی کی مشکلات میں فقہی حل پیش کرنا ہے۔ہماری نظر میں فقہ حنفی کے قبول عام کی سب سے بڑی وجہ ہے۔علامہ مغرب ابن خلدونؒ المتوفی ۸۰۸ھ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

''فاما اهل العراق فاما مهم الذى استقرت عنده مذاهبهم ابو حنيفة النعمان بن ثابت و مقامه فى الفقه لا يلحق شهدله بذالك اهل جلدته و خصوصاً مالك و الشافعي''۔(مقدمہ ابن خلدون ص:۴۴۷ ...)

ترجمہ:''اہل عراق کے امام اور مذہبی پیشواء امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ ہیں۔جن کا مقام فقہ میں اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ کوئی اس کی گردِ راہ تک بھی کوئی نہ پہنچ سکا۔یہاں تک کہ ان کے ہم فن حضرات بھی خصوصاً امام مالکؒ اور شافعیؒ''۔

علاوہ ازیں امام اعظم ابوحنیفہؒ باتفاق علماء و امت اجلۂ تابعین میں سے ہیں۔اور تابعین کے متعلق حق تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے :

''والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم و رضوا عنه و اعد لهم جنٰتٍ تجرى من تحتها الانهٰر خلدين فيها ابداً ذالك الفوز العظيم''۔

جنہوں نے حضرات صحابہؓ کی نیکیوں میں اتباع کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور ان کے لئے جنت تیار کی گئی ہے جس کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

یہ فضیلت و بزرگی امام ابوحنیفہؒ کو من جانب اللہ عطا ہوئی اس میں نہ ان کے کسب کو دخل اور نہ کسی دوسرے کا احسان! اور اس خصوصیت میں بھی آپ کو وہ امتیاز حاصل ہے جو دوسرے فقہاء کو حاصل نہیں ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی بلند پایہ شخصیت کے بارے میں امام صدر الائمہ وکیع الحنفیؒ المتوفی ۵۶۸ھ اپنی سند کے ساتھ امام عبدالرحمان بن مہدیؒ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ :

"و ابا حنیفۃؒ قاضی قضاۃ العلماء و من قال لك سویٰ ھذا فارمہ فی کُناسته بنی سُلَیم"۔ (مناقب موفق ص:۲۵ ج۲)

ترجمہ: "ابوحنیفہؒ علماء کے قاضی القضاۃ تھے۔ جو شخص تجھے اس کے علاوہ کوئی اور بات کہے تو تم اس کو بنوسلیم کی غلاظت اور گندگی ڈالنے کی جگہ (یعنی کوڑی میں) ڈال دو"۔

کیونکہ ایسے شپرہ چشم، کم سواد اہل تقلید کے لئے متنبی نے کیا خوب کہا ہے......

بذی الغباوۃ من انشادھا ضرر   کما تضرر ریاح الورد بالجعل

ترجمہ: غبی لوگوں کو ان (اشعار) کے پڑھنے سے ضرر پہنچتا ہے۔ جیسے گلاب کے پھول کی خوشبو سے غلاظت کی گولیاں بنانے والے کیڑے کو ضرر پہنچتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی امام اعظمؒ کے حق میں بشارت :

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خاص موقعہ پر حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر دست مبارک رکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ :

"لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال" او رجل من ھؤلآء"۔
(بخاری: ص:۷۲۷، ج۲)

ترجمہ : اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ جائے تو کوئی مرد یا ایک مرد ان فارسی نسل کے لوگوں میں اس کو ضرور پالے گا۔

ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ :

"لو کان الدین عند الثریا لذھب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناوله"۔ (مسلم ص:۳۱۲ ج۲)

ترجمہ : اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو لامحالہ فارسی نسل کا ایک آدمی اس کو حاصل کرلے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے :

"اعظم الناس نصیبًا فی الاسلام اھل فارس"۔

(مستدرک حاکم بحوالہ تاریخ حدیث ۱۹۰ از برق)

اسلام کی برکات سے اہل ایران کا حصہ سب سے زیادہ ہوگا۔

رسول ﷺ نے ان احادیث میں جو بشارت اور خوشخبری دی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کوفی اس کے اولین مصداق ہیں۔ جیسا کہ علامہ حنفیؒ فرماتے ہیں :

حملہ بعض المحققین علی ابی حنیفۃؒ۔

ترجمہ : بعض محققین نے اُسے امام ابوحنیفہ پر محمول کیا ہے۔

اور علامہ عزیزی لکھتے ہیں :

"علی الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمانؒ و اصحابه"

(السراج المنیر ص:۱۹۶ ج۳)

ترجمہ : اس کا مصداق امام اعظم اور آپ کے اصحاب ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ المتوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں کہ :

"اقول قد بشّر صلی علیه و آله وسلم ابی حنیفة فی الحدیث الذی أخرجهٗ ابو نعیم فی الحلیة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم لو کان العلم بالثریا لتنا و لهٗ رجال من ابناء فارس وا خرج الشیرازی فی الاتعاب عن قیس بن سعد بن عبادة قال قال رسول اللّٰه صلی علیه و آلهٗ وسلم لو کان العلم معلقًا با لثریا لتنا و لهٗ قوم من ابناء فارس۔ (تبییض الصحیفه ص:٣-٤)

ترجمہ : میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے امام ابوحنیفہؒ کی اس روایت میں بشارت دی ہے جس کو ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر علم ثریا پر بھی ہوتو اہل فارس ضرور اس کو حاصل کر کے رہیں گے اور شیرازی نے اتعاب میں قیس بن سعد بن عبادۃ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر بھی لٹکا ہوا ہوتو اہل فارس سے ایک قوم اس کو ضرور حاصل کرے گی۔

اور علامہ محمد معین السندھی المتوفی ١١٦١ھ فرماتے ہیں :

"و عظیم منقبتهٗ التی نا ل بها العلم فی الثریا علیٰ ما یشیر الیه قولهٗ ﷺ لو کان العلم با لثریا لنالهٗ رجال من فارس"۔ (دراسات اللبیب ص:٢٩٨ طبع لاہور)

ترجمہ: (کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں متعصّبین کی کوئی جرح قابل قبول نہیں ہے) کیونکہ وہ تو اس عظیم منقبت کے مالک ہیں کہ انہوں نے ثریا پر سے علم حاصل کیا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر علم ثریا میں بھی ہوتو اس کو ضرور فارسی النسل کے کچھ لوگ حاصل کریں گے"۔

حافظ محمد یوسف دمشقی نے مواہب کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے :

"و ما جزم به شیخنا من انّ ابا حنیفة هوا لمراد من هذا الحدیث"۔

(ردالمحتار ص ٢٩ ج١)

ترجمہ: ہمارے شیخ نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ مراد ہیں۔

علامہ ابن العابدین الشامیؒ نے ردالمحتار میں یہ قول نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابنائے فارس میں امام ابوحنیفہؒ کے مبلغ علم کو کوئی نہیں پہنچا۔ لہٰذا یہ حدیث قطعاً امام صاحبؒ ہی پر محمول ہے۔ (ردالمحتار ص٢٩ ج١)

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ :

"بلکه امام ابو حنیفه و یاران ما وراء النهر و خراسان اُو-نیز از اهل فارس اند درمیان این بشارت داخل اند"۔ (ازالۃ الخفاء من خلافت الخلفاء ص:١٢٧ ج١)

ترجمہ : بلکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب ماوراالنہر واصحاب خراسان بھی اہلِ فارس سے ہیں اور اس بشارت میں داخل ہیں۔

نواب صدیق الحسن خان صاحب بھوپالیؒ لکھتے ہیں : "صواب آں است کہ ہم امام ابوحنیفہؒ در آن داخل است"۔ (اتحاف النبلاء ص:٤٢٧)

ترجمہ : درست بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس میں داخل ہیں۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں — گفتہ آید در حدیث دیگراں

قاضی ابوبکر عتیق بن داؤد الیمانی اپنے رسالہ فضل ابی حنیفہؒ میں رقمطراز ہیں :

"و ابو حنیفةؒ مصداق هذا الخبر لانهٗ ادرك من العلم و سبق الیه و ما اعجز أهل عصره و من بعده إلی یومنا"۔

ترجمہ : اور امام ابوحنیفہؒ اس حدیث کا مصداق ہیں اس لئے کہ آپ نے علم کے حصول اور اس کی طرف سبقت لے جانے میں اپنے زمانہ سے لے کر آج تک سب کو

عاجز ودرماندہ کردیا تھا۔

صادق ومصدوق ﷺ کی لسانِ فیض ترجمان سے نکلی بشارت کا تقاضا تھا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہ کو قبولیتِ عام اور شرف دوام حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ مجد الدین بن الاثیر الشافعی المتوفی ۶۰۶ھ نے برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے :

لو لم یکن لِلّٰہِ فی ذالك سر خفی لما کان شطر هذه الامة۔ من اقدم عهد الی یومنا هذا یعبدون الله سبحانهٗ علی هذا الامام الجلیل۔

(جامع الاصول بحواله تقدمة نصب الرایه ص:۳۹)

ترجمہ : اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص لطف اور راز اس میں مضمر نہ ہوتا تو امت محمدیہ ﷺ کا نصف حصہ زمانہ قدیم سے لے کر آج تک کبھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی پیروی نہ کرتا اور اس جلیل القدر امام کے مسلک پر عامل ہو کر اور ان کی تقلید اختیار کر کے کبھی قرب باری تعالیٰ حاصل کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔

خصوصیت مکانی وزمانی

فقہ حنفی کا آغاز عراق سے ہوا جو اس زمانہ میں دارالخلافہ ہونے کے باعث مرجع الخلائق بنا ہوا تھا۔ جس کے سبب امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہی آراء کو اطراف عالم میں خوب پھیلنے کا موقع ملا۔ علامہ ابن خلدونؒ اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

"لما کان مذهبهٗ اخص بالعراق و دار السلام و کان تلامیذهٗ صحابة الخلفاء من بنی العباس فکثرت تالیفهم "۔ (مقدمه ابن خلدون، ص:۴۴۸)

ترجمہ : ''مذہب حنفی کا تعلق چونکہ عراق اور دارالسلام سے تھا اس لئے اس کو قدرتاً مقبولیت عامہ نصیب ہونی چاہئے تھی۔ علاوہ ازیں امام موصوف کے ارشد تلامذہ خلفاء بنو عباسؒ سے وابستہ تھے اور ان کی تالیفات بکثرت تھیں۔

فقہ حنفی میں شورائیت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کو اس لئے بھی قبولِ عام حاصل ہوا کہ اس کے اصول وضوابط شوریٰ کے ذریعہ مرتب ومدون ہوتے تھے۔ چنانچہ دارالعلم کوفہ میں کتاب وسنت کی روشنی میں حوادث ونوازل کے حل کے لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی زیرنگرانی ایک مجلس شوریٰ قائم تھی۔ جو پیش آمدہ حوادثات وواقعات میں غور وفکر کرتی اور طویل تر بحث ومباحثہ کے بعد جب سب کی رائے متفق ہوجاتی تو پھر وہ مسائل ضبطِ تحریر میں لائے جاتے۔ اور یہ ایک ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اجتماعی سعی وفکر انفرادی کوشش سے بہرحال افضل ومقبول ہوتی ہے۔ فقہ حنفی کی اس نمایاں اور اہم خصوصیت پر کہ اس کی تدوین شوریٰ کے طریق پر ہوئی ہے۔ علامہ ابن البزار کیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے مسلک کی اساس اپنے تلامذہ کی شوریٰ پر رکھی اور ان پر اپنی رائے ٹھونسی نہیں چاہی۔ اس سے آپ کا مقصد دینی کاوش اور خدا اور رسول سے تعلقِ خلوص میں امکانی حد تک کوشاں رہنا تھا۔ آپ ایک ایک مسئلہ پیش کر کے تلامذہ کے جوابات سنتے اور پھر اپنا مافی الضمیر بیان فرماتے۔ ضرورت کا تقاضا ہوتا تو ان سے تبادلۂ خیالات بھی کرتے۔ جب ایک قول پر آکر ایک بات ٹھہر جاتی تو قاضی ابو یوسفؒ اسے اصول میں درج کر لیتے۔ اس طرح انہوں نے سب اصول تحریر کر لئے''۔

(المناقب ابن بزار مکی ص:۱۳۳ بحوالہ ابوزہرہ ص:۲۴۰)

قاضی ابو یوسفؒ اور دیگر قضاۃ کی مساعی جمیلہ

دولتِ عباسیہ جس کی شان وشوکت کا غلغلہ تقریباً پانچ سو سال تک بغداد سے لے کر وادیٔ سندھ تک گونجتا رہا اور خلافت عباسیہ کے نظامِ عدلیہ کی زمام قاضی ابو یوسفؒ اور

ان کے ہم مشرب قضاۃ کے ہاتھ میں رہی جن کے اثر ورسوخ اور خداداد قبول عام اور فروغ دوام حاصل ہوا۔ غالباً ابوحنیفہ فقہائے اہل الرائے میں پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی آراء کو حدیث سے مؤید کیا۔ لیکن جو حضرات ایک آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہیں انہیں فقہ حنفی کی اشاعت ومقبولیت کا سبب بجزء اس کے اور کچھ نظر آتا ہی نہیں۔ اور نہ ہی ان کے نزدیک فقہ حنفی میں کوئی معقول جاذبیت اور خوبی ہے جو مقبولیتِ دوام کا باعث بن سکے۔ چنانچہ امام ابن حزم جو ارباب ظواہر کے مشہور امام ہیں۔ ان کا قول ہے کہ :

''دو مذہبوں نے سلطنت کے زور سے ابتداء ہی میں رواج عام حاصل کیا ایک ابو حنیفہؒ کا مذہب کیونکہ قاضی ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ کا منصب ملا تو انہوں نے حنفی لوگوں کو عہدہ قضاء پر مقرر کیا اور دوسرا امام مالک کا مذہب اندلس میں کیونکہ امام مالکؒ کے شاگرد یحیٰ صمودیؒ خلیفہ اندلسؒ کے نہایت مقرب تھے اور کوئی شخص ان کے مشورے کے بغیر عہدہ قضاء پر مقرر نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ صرف اپنے ہم مذہبوں کو مقرر کراتے تھے''۔

لیکن یہ امام ابن حزمؒ کی ظاہر بینی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ ۱۲۰ھ میں مسند اجتہاد پر بیٹھے اور قاضی ابو یوسفؒ نے ۱۷۰ھ کے بعد قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کیا۔ کیونکہ ان کے تقرر اور عروج کا زمانہ ہارون الرشید کے عہد سے شروع ہوتا ہے جو ۱۷۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ قاضی ابو یوسفؒ کے فروغ سے پہلے پچاس برس کا زمانہ گزر چکا تھا۔ جس میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب نے قبول عام حاصل کرلیا تھا۔ اور ان کے سینکڑوں شاگرد قضاء کے عہدوں پر مامور ہو چکے تھے۔ آخر اس کامیابی کو کس کی طرف منسوب کیا جائیگا۔ یہ ضرور ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ کی وجہ سے فقہ حنفی کے مسائل کو اور زیادہ عروج ہوا لیکن مذہبِ حنفی کا اصلی عروج قاضی ابو یوسفؒ کی کوششوں کا ہرگز محتاج نہ تھا۔ امام رازی نے باوجود مخالفت کے تسلیم کیا ہے کہ :

"ثم انه لما قوی مذهب اصحاب الرائی واشتهر وعظم وقعتهٗ فی القلوب ثم اتفق اتصال ابی یوسف ومحمد بخدمة هارون الرشید عظمت تلك القوة جداً لان العلم والسلطنة حصلامعاً"۔

ترجمہ: پھر اصحاب الرائے کا مذہب قوی ہوگیا اور شہرت پکڑ گیا اور اس کی وقعت دلوں میں بہت ہوگئی۔ پھر اس کے بعد ابو یوسفؒ اور محمدؒ کو ہارون الرشید کی دربار میں رسائی ہوئی تو یہ قوت بہت ہی زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ علم اور حکومت دونوں مجتمع ہوگئے۔

اس کے علاوہ قاضی ابو یوسفؒ کا اثر ہارون الرشید کے زمانے تک محدود تھا۔ دیرپا اور غیر منقطع کامیابی کیونکر پیدا ہوئی؟ یوں تو اور ائمہ نے بھی اپنے عہد میں نہایت عروج حاصل کیا تھا۔ امام اوزاعی اپنی زندگی میں بلکہ زمانہ مابعد تک بھی شام کے مطلق امام تسلیم کئے گیے اور ان ممالک میں لوگ عموماً انہی کی تقلید کرتے تھے۔ لیکن وہ ایک محدود اور وقتی اثر تھا جو بہت جلد جاتا رہا۔ ان واقعات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں ایسی خاص خوبیاں ہیں جو اور مذہبوں میں نہیں۔

(سیرت نعمان ص: ۲۶۱ ص: ۲۶۳ از علامہ شبلی نعمانیؒ حصہ دوم)

☆ ☆ ☆

فقہاءِ سندھ کی فقہی تالیفات کی نوعیت

فقہاءِ سندھ کی فقہی تالیفات کی نوعیت کو معلوم کرنے کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ کتبِ فقہ کو بلحاظِ مسائل کے متعین کر کے یہ دیکھا جائے کہ علماءِ سندھ کی فقہی تالیفات کس قسم کے مسائل پر حاوی ہیں۔ اور یہاں کے فقہاء کی علمی وفقہی کاوش کی دسترس اور استخراجِ مسائل میں ان کی وسعتِ نظر کا دائرہ کس قدر وسیع تھا۔ واضح رہے کہ جس طرح فقہاءِ کرام کے درجات ہیں۔ اسی طرح فقہ حنفی کے مسائل اور کتابوں کے بھی درجات ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ تاکہ جس وقت اقوال میں تعارض معلوم ہو تو راجح پر عمل کیا جاسکے۔ فقہ حنفی کے مسائل تین طبقات پر منقسم ہیں۔

پہلا طبقہ:۔ ظاہر الروایہ کا ہے۔ ان کو مسائل اصول بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جو امام محمدؒ کی چھ کتابوں جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر صغیر۔ سیر کبیر۔ مبسوط اور زیادات میں مذکور ہیں۔ ان کتب کے مسائل کو ظاہر الروایۃ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ صاحب مذہب تک ان کی سند ظاہر اور معلوم ہے۔ جب تک ان مسائل کی خلاف عمل کی ترجیح کسی دلیل سے معلوم نہ ہو، ان پر عمل کرنا ضروی ہے۔

جامع صغیر۔ اس کتاب میں امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کی روایت سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تمام مسائل جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کے مسائل کی تعداد ۵۳۳ ہے۔ اس میں سے صرف دو مسئلوں میں قیاس واستحسان سے کام لیا ہے۔ اور ۱۷۰ مسائل میں امام محمدؒ نے اختلاف کیا ہے۔ مشائخ کے نزدیک اس کتاب کی بہت زیادہ اہمیت رہی ہے۔ حتیٰ کہ جب

تک اس کو حفظ نہ کرلیا جاتا۔ عہدہ قضاء سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔ امام ابو یوسفؒ کی فرمائش پر امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھی ہے جب امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھ کر پیش کی، تو قاضی ابو یوسفؒ بہت خوش ہوئے اور یہ فرمایا ”کہ امام محمدؒ سے چار مسائل میں سہو ہوگیا، امام ابو یوسفؒ اپنی جلالت شان کے باوجود اپنے سفر وحضر میں یہ کتاب اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ علماء نے اس کتاب کی چالیس شروحات لکھی ہیں۔ جامع صغیر کو محمد بن سماعہؒ اور عیسی بن ابانؒ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے۔ اس کتاب کی تبویب قاضی ابو طاہر محمد بن محمد الدباسؒ نے کی ہے۔

ہندوستان میں مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ اور مصر میں کتاب الخراج کے حاشیہ پر شائع ہوئی ہے۔

جامع کبیر۔ یہ کتاب بھی جامع صغیر کی طرح ہے۔ مگر اس میں مسائل زیادہ ہیں۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کے علاوہ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کے اقوال بھی موجود ہیں۔ اس کتاب کی شروحات بھی بہت زیادہ ہیں۔

مبسوط۔ اس کا دوسرا نام ”اصل“ بھی ہے۔ اس لئے کہ امام محمدؒ نے سب سے پہلے اسی کو تالیف فرمایا۔ اس میں امام محمدؒ نے ایسے ہزاروں مسائل جمع کئے جن کا امام صاحبؒ نے جواب دیا ہے اور وہ مسائل بھی ہیں جن میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اختلاف کیا ہے۔ اس کتاب میں امام محمدؒ کی یہ عادت ہے کہ پہلے آثار پھر ان سے ماخوذ مسائل اور آخر میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابن ابی لیلیٰؒ کا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔ مبسوط وہی کتاب ہے جسے دیکھ کر ایک یہودی حکیم یہ کہتے ہوئے مسلمان ہوگیا تھا:

”ھذا کتاب محمد کم الصغیر فکیف کتاب محمد کم الکبیر“۔

ترجمہ: یہ تو تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب ہے' تمہارے بڑے محمد ﷺ کی کتاب کی شان کیا ہوگی؟

زیادات:۔ اس کتاب میں وہ مسائل ہیں جو جامع صغیر اور جامع کبیر میں درج ہونے سے رہ گئے تھے۔

السیر الصغیر: اس کتاب میں حکومت وسیاست اور جہاد کے مسائل ہیں جب اس کتاب کو امام اوزاعیؒ نے دیکھا تو پسند کیا۔ اور طنزاً فرمایا۔ اہل عراق کو سیر سے کیا واسطہ؟ امام محمدؒ نے جب یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھ ڈالی۔

السیر الکبیر: یہ کتاب ۱۶۰۰/اجزاء پر مشتمل ہے۔ جب امام محمدؒ اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو خلیفۂ وقت اور امام اوزاعیؒ نے اس کتاب کو بہت زیادہ پسند کیا۔ علامہ ابن قیمؒ نے فرمایا ہے کہ یہ امام محمدؒ کی سب سے آخری کتاب ہے۔

اعلم ان السیر الکبیر آخر تصنیف صنفهٗ محمد فی الفقه۔

(الحکمیہ ص:۱۲)

ترجمہ: سیر کبیر امام محمدؒ کی فقہ میں آخری کتاب ہے۔

دوسرا طبقہ کتب نوادر کا ہے

یہ وہ مسائل ہے جو ائمہ ثلاثہ حنفیہ سے مروی تو ہیں مگر امام محمدؒ کی مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ دیگر کتابوں میں مذکور ہیں۔ مثلاً کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات، رقیات، امالی امام محمدؒ، نوادر ابن رستم۔ امالی قاضی ابو یوسفؒ وغیرہ۔ ان کو غیر ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی سند ظاہر نہیں ہے۔

کیسانیات: وہ مسائل ہیں جن کو سلمان بن شعیب کیسانیؒ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے۔

ہارونیات:۔ وہ مسائل ہیں جن کو ہارون الرشید کے زمانہ میں جمع کیا گیا۔

جرجانیات:۔ وہ مسائل ہیں جن کو علی بن صالح جرجانیؒ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے۔

رقیات:۔ وہ مسائل ہیں جو امام محمدؒ نے مقام رقہ میں قاضی ہونے کے زمانہ میں جمع کیا تھا

امالی:۔ جمع ہے املاء کی، پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ استاذ مسند پر بیٹھ جاتا تھا اور اپنے حافظہ سے شاگردوں کو مسائل لکھواتا تھا اور جو کچھ جمع ہو جاتا، اس کو کتابی شکل دے دی جاتی تھی۔ اس کو امالی کہا جاتا ہے۔ علماءِ شافعیہ ان کو تالیفات بھی کہتے ہیں۔

تیسرا طبقہ فتاویٰ اور واقعات کا ہے :

اور یہ وہ مسائل ہیں جو متاخرین نے کسی ایسے واقعے کے متعلق؛ جس کے سلسلہ میں صاحب مذہب سے کوئی روایت موجود نہیں ہوتی، استنباط کیا ہوتا ہے۔ مثلاً امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگردوں میں عصام بن یوسف بن رستمؒ، محمدؒ بن سماعہؒ، ابو سلیمان جوزجانیؒ، ابو حفص بخاریؒ، محمد بن سلمہؒ وغیرہ کے اس قسم کے استنباطات کو فتاویٰ اور واقعات کہا جاتا ہے۔

واقعات اور فتاویٰ میں سب سے پہلے فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے کتاب النوازل تصنیف فرمائی ہے۔ انہوں نے اس میں متاخرین علماء کے فتاویٰ جمع کیے ہیں۔

(امام اعظم ابوحنیفہؒ ص:۱۸۵ از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، دیو بندیؒ و مبادیات فقہ ص:۷۱)

خلاصۂ کلام! فقہائے سندھ کی فقہی تصنیفات وتالیفات کی نوعیت کو جب ہم مذکورہ بالا تقسیم مسائل کے اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ تو ان حضرات کی کتب تمام طبقات کے مسائل یعنی ظاہر الروایہ، نوادر اور فتاویٰ وواقعات پر مشتمل نظر آتی ہیں۔

☆ ☆ ☆

فقہاءِ سندھ کی فقہی تالیفات

فقہائے سندھ کی فقہی تالیفات کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے پہلے یہ امر ضروری ہے کہ کتب فقہ کو بلحاظ مسائل متعین کر کے یہ دیکھا جائے کہ علماء سندھ کی فقہی تالیفات کس قسم کے مسائل پر حاوی ہیں اور یہاں کے فقہاء کی علمی، فقہی کاوش کی دسترس اور استخراج مسائل میں ان کی وسعت نظر کا دائرہ کس قدر وسیع تھا۔

واضح رہے کہ مسائل کے اعتبار سے فقہ حنفی کی کتابوں کو تین طبقات پر تقسیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ محمد امین المعروف بابن عابدین شامی رحمۃ اللہ، ردالمحتار علی الدر المختار میں شرح البیری علی الاشباہ اور شرح اسماعیل النابلسی علی الدرر سے ناقل ہیں :

اعلم ان مسائل اصحابنا الحنفية على ثلاث طبقات۔ الاولیٰ مسائل الاصول وتسمّی ظاهر الرواية وهي مسائل مروية عن اصحاب المذهب وهم ابوحنيفةؒ وابويوسفؒ ومحمدؒ ويلحق بهم زفرؒ والحسنؒ بن زيادؒ وغيرهما ممن اخذ من الامام لكن الغالب الشائع في ظاهر الرواية ان يكون قول الثلثة و كتب ظاهر الرواية كتب محمد الستة والثانية۔ مسائل النوادر وهي المروية عن اصحابنا المذكورين لافي الكتب المذكورة بل امافي كتب أخر لمحمد كالكيسانيات وامافي كتب غير محمد كالمجرد للحسن وغيره ومنها كتب الامالي المروية عن ابي يوسف اما برواية مفردة كرواية ابن سماعة و المعلى بن منصور وغيرهما في مسائل معينة والثالثة۔ الواقعات وهي مسائل استنبطها المجتهدون المتاخرون لماسئلواعنها

ولم يجدوافيها رواية وهم ابو يوسف ومحمد واصحاب اصحابهما۔ (النافع الكبير ص:۱۲)

ترجمہ : جان لیجئے ! ہمارے احناف حضرات کے مسائل تین قسم کے ہیں :

(۱) مسائل الاصول : جنہیں ظاہر الروایۃ کا نام دیا گیا ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جو اصحابِ مذہب جو امام اعظم ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ، اور امام محمدؒ ہیں سے مروی ہیں ان کے ساتھ زفر، حسن بن زیاد وغیرہما کو بھی شامل کیا گیا ہے جنہوں نے امام صاحبؒ سے علم حاصل کیا لیکن عام اور غالب ظاہر الروایۃ میں اصحابِ ثلاثہ کے اقوال ہیں اور کتب ظاہر الروایۃ امام محمدؒ کی مشہور چھ کتب ہیں۔

(۲) مسائل النوادر : یہ مسائل ہمارے مذکور اصحاب سے مروی ہیں لیکن کتب مذکور کے علاوہ امام محمدؒ کی دوسری کتب جیسا کہ کیسانیات یا حسن کی المجرد وغیرہ اور ان میں کتب امالی جو ابو یوسفؒ سے مروی یا وہ کتب جو روایتِ مفردہ کے ساتھ مروی ہیں جیسا کہ ابن سماعہ اور معلّٰی بن منصور وغیرہما کی ہیں جو معین مسائل میں ہیں۔

(۳) واقعات یہ وہ مسائل ہیں جنہیں متاخرین مجتہدین نے استفسار پر مستنبط کئے اور انہوں نے کوئی روایت نہیں پائی اور یہ لوگ صاحبینؒ کے شاگرد اور ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

فقہاء سندھ کی فقہی تالیفات کی نوعیت کو جب ہم مذکورہ بالا تقسیم مسائل کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو ان حضرات کی کتب تمام طبقات کے مسائل یعنی ظاہر الراویہ، نوادر اور فتاویٰ اور واقعات پر مشتمل نظر آتی ہیں۔

☆ ☆ ☆

اب ہم فقہائے سندھ اوران کی کتب کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں اور یہ حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔

(ا)

المتانة فی مرمة الخزانة

مؤلفہ : مخدوم محمد جعفر بوبکائیؒ

تقطیع متوسط　　　　مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ، کراچی

المتانة : ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۹۶۲ء میں سندھی ادبی بورڈ کراچی (لجنۃ احیاء الادب السندی) کی طرف سے زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے۔ مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی سندھیؒ کے معلومات افزا، مبسوط مقدمہ کے علاوہ متعدد مقامات پر حواشی وتعلیقات نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔

وجہ تالیف :

قاضی جگن گجراتی المتوفی ۹۲۰ھ کی کتاب (خزانة الروایات) جوارباب فقہ وتحقیق کے نزدیک غیر مستند رطب ویابس مسائل پر مشتمل تھی۔ جیسا کہ النافع الکبیر میں علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ نے صراحت کی ہے (النافع الکبیر ص:۱۲)

مخدوم محمد جعفر بوبکائیؒ نے اس میں وہ تمام غیر معتبر مسائل اور غیر مستند مواد نکال کر مفتیٰ بہا مسائل اور قوی روایات کا بیش بہا اضافہ فرمایا۔ اور اس علمی کاوش کو ''المتانة فی مرمة الخزانة'' کے نام سے موسوم فرمایا۔ جزاہ اللّٰہ تعالٰی احسن الجزاء۔

مندرجات ومشمولات

المتانة کے مندرجات ومشمولات میں سے چند باتیں درج ذیل ہیں :

''اگر مسجد گزرگاہ میں رکاوٹ نہ بنتی ہو؟''

''باب المسجد'' میں مصنف المتانة نے متعدد مسائل کا ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے اگر مسجد گزرگاہ عامة المسلمین میں بنائی گئی ہو تو اس کے بارے فقہائے کرام کی کیارائے ہے۔ اس ضمن میں فقہ کی مشہور کتاب فصول العمادیہ کے حوالے سے اصل الفاظ مع ترجمہ کے ملاحظہ ہوں :

فی فصول العمادیة اذا بنی للمسلمین فی بعض الطریق مسجد ولا یضر للمسلمین لاینقض۔ (مقدمة المتانة ص:۱۳۴)

ترجمہ: فصول العمادیہ میں مرقوم ہے کہ اگر کسی گزرگاہ میں مسجد تعمیر کی گئی ہو اور وہ مسلمانوں کی آمدورفت میں رکاوٹ نہ بنتی ہو تو اسکو گرایا نہیں جائے گا۔

گزرگاہ اور مسجد دونوں مفاد عامہ کے لئے ہیں!

اس کے ساتھ ہی بروایت فقیہ ابوجعفر عن ہشام عن امام محمدؒ یہ الفاظ بھی لکھے ہیں :

انہ قال لاباس بان یجعل شئی من الطریق مسجدا اوشیٔ من المسجد طریقا۔ لان الکل لعامة المسلمین۔ (مقدمة المتانة ص:۱۳۲)

ترجمہ: امام محمد فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ گذرگاہ عامہ کا کوئی حصہ مسجد میں ملادیا جائے یا کسی مسجد کا کوئی حصہ گزرگاہ بنادیا جائے۔ اس لئے کہ (مسجد اور گزرگاہ) سب عامة المسلمین کے لئے ہیں۔

نوٹ : اسی مسجد کو گزرگاہ کا حصہ بنایا جاسکتا ہے کہ پہلے ہی مسجد گزرگاہ کے حصہ

میں بنائی گئی تھی جیسے کہ مابعد عنوان سے جو بحوالہ مقدمة المتانة ذکر ہے۔

اگر گزرگاہ کے کسی حصے میں مسجد بنالی جائے؟

پھر بتایا گیا ہے :

المسجد الذی یتخذ فی جانب من الطریق لایکون لہٗ حکم المسجد بل ھو طریق بدلیل انہٗ لورفع حوائطہٗ عاد طریقاً کما کان۔ (مقدمۃ المتانۃ ص:۱۳۴)

ترجمہ : جو مسجد گذرگاہ عامہ کے کسی کنارے میں تعمیر کی جائے وہ مسجد کے حکم میں متصور نہیں ہوگی ۔ بلکہ اس کو گذرگاہ ہی سمجھا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس کی دیواریں گرادیں جائیں تو وہ حسب سابق گذرگاہ ہی بن جائے گی۔

بے گھر اور بے مسکن فقراء اور تعمیر مسجد

جواہر الفتاوی کے حوالے سے المتانة کے یہ الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں کہ :

محلة فیھا ثلاث مساجد ثم اراد واحد ان یبنیٰ مسجدا وفی المحلة فقیر لیس لہ' مسکن فالافضل ان یدفعھا الی الفقیر لیسکن فیھا ویصلی فیھالان المساجد قد کثرت والشفقة بین الناس قدقلت۔ (مقدمہ المتانۃ ص:۱۳۴)

ترجمہ : اگر ایک محلہ میں تین مسجدیں ہوں اور پھر کوئی شخص ایک اور مسجد بنانا چاہتا ہو اور محلے میں کوئی ایسا غریب اور فقیر شخص بھی رہ رہا ہو جس کے پاس سکونت کے لئے کوئی مکان نہیں ہے ۔تو افضل یہ ہے کہ وہ جگہ اس بے گھر اور بے مسکن فقیر کو دے دی جائے ۔تاکہ وہ اس میں رہائش اختیار کرے اور نماز بھی پڑھے اس لئے کہ مسجدوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔اور لوگوں میں باہمی شفقت ورحم کا مادہ کم ہوگیا ہے۔

توسیع مسجد کے لئے حضرت عمرؓ کا فیصلہ

المتانة کے مصنف شہیر نے اس مسئلے کو بھی موضوع فکر ٹھہرایا ہے کہ اگر مسجد کی توسیع مقصود ہو تو کیا صورت اختیار کی جائے؟ وہ کہتے ہیں کہ اگر مسجد کے اردگرد کسی شخص کی جگہ موجود ہو تو اس کے مالک کو قیمت ادا کر کے اس پر جبراً قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ نے بیت اللہ کی توسیع کے وقت ایسا ہی کیا تھا۔ اس سلسلے میں مصنف المتانہ کے الفاظ بھی پڑھ لیجئے اور اس کے نیچے ترجمہ بھی ملاحظہ کیجئے ۔المضمرات کے حوالے سے مصنف رقمطراز ہیں :

و لو ضاق المسجد علی النّاس و بجنبہٖ ارض لرجل یوخذ ارضھا کرھاً، لما روی عن عمرؓ و اصحابہٖ فی ارض المسجد الحرام حین ضاقَتْ انھم اخذ وا الارض بکرہٍ من اصحابھا با لقیمة و زاد وا فی المسجد الحرام ۔ (مقدمہ المتانہ ص:۱۳۴)

ترجمہ : اگر لوگوں کے لئے مسجد تنگ ہو، اور اس مسجد سے ملحق کسی شخص کی زمین پڑی ہو تو یہ زمین جبراً قبضہ کر لی جائے گی۔ اس کی دلیل حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے اصحاب کا وہ فیصلہ ہے جو انہوں نے بیت اللہ کے بارے میں اس زمانے میں کیا تھا جب (مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے) جگہ تنگ ہوگئی تھی۔ انہوں نے اس کے اردگرد پھیلی ہوئی زمین کے مالکوں کو قیمت ادا کر کے اس پر جبراً قبضہ کیا تھا اور اس سے بیت اللہ کی توسیع کردی تھی۔

گزرگاہ اور مسجد!

مختار الفتاویٰ کے حوالے سے مصنف لکھتے ہیں :

"لو ضاق المسجد و بجنبہ طریق للعامة یوسع منہ المسجد ولو ضاق

الطریق وسع من المسجد"۔

اگر مسجد تنگ ہو اور اس کے پہلو میں گزر گاہ عام ہو تو اس سے (زمین لے کر) مسجد کی توسیع کی جائے اور اگر گزر گاہ تنگ ہو تو اس کو مسجد کی زمین سے کشادہ کیا جائے۔(بشروط مذکورہ فی الفقہ)

اگر مسجد غیر آباد ہو جائے!

مسجد کے غیر آباد ہونے کے سلسلے میں المتانہ کے مصنف شہیر الظہیر یہ کے حوالے سے بہ روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

فی مسجد خرب فالذی بناہ احق بہ اذا خرب ما حولہٗ و ان لم یعرف بانیہ فا جتمعوا علی بیعہ لیستعینوا بثمنہٖ علی مسجد أخر لا باس بہٖ و لو لم یخرب فلیس لھم نقلہ عن موضعہ۔ (مقدمہ المتانہ ص:۱۳۶)

ترجمہ : اگر مسجد بے آباد ہو جائے تو اس کا بانی اس کے ارد گرد کے بے آباد ہو جانے کی صورت میں اس کا زیادہ حق دار ہے اور اگر اس کے بانی کا پتہ نہ چل سکے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ لوگ اس کو فروخت کرنے پر متفق ہو جائیں۔ تو اس کی قیمت سے دوسری جگہ مسجد تعمیر کرنے میں مدد لیں۔ لیکن اگر مسجد بے آباد نہیں ہوتی تو اس کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

ساتھ ہی شرح الزیادات کے حوالے سے فرماتے ہیں :

"وا لمسجد اذا استغنٰی عنہ المسلمون و لا یصلی فیہ او خرب ما حولہٗ یعود الی صاحبہٖ کما کان ان کان حیاً و الی وارثہٖ ان کان میتاً و ھذا قول ابی حنیفۃؒ و محمدؒ"۔ (مقدمہ الممتانہ ص:۱۳۶)

ترجمہ: جب مسلمان مسجد سے بے نیاز ہو جائیں اور اس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو

یا اس کے ارد گرد کا علاقہ بے آباد ہو جائے تو اس مسجد کا بنانے والا اگر زندہ ہے تو مسجد اس کو دے دی جائے۔ اور اگر مر گیا تو اس کے ورثاء کے حوالے کر دی جائے۔ اس باب میں ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا یہی قول ہے۔

تعمیر مسجد میں اخلاص کی اہمیت

تعمیر مسجد میں اصل اہمیت اخلاص قلب اور رضائے الٰہی کو حاصل ہے اور یہی جذبہ ہر وقت دل میں کارفرما رہنا چاہیئے۔ اس ضمن میں المتانہ کے مصنف لکھتے ہیں :

"کل مسجد بنی مباھات او ریاء او سمعۃ او لغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او من مال غیر طیب فھولا حق بمسجد ضرار"۔ (مقدمہ المتانہ ص:۱۳۰)

ترجمہ: جو مسجد بھی فخر و مباہات یا ریاء و سمعہ یا اللہ کی رضا مندی کے سوا کسی اور جذبہ کے تحت یا غیر پاکیزہ مال سے تعمیر کرائی جائے وہ مسجد ضرار کے حکم میں آتی ہے۔

دیوار اور محراب پر آیات قرآنی کی کتابت

المتانہ کے فاضل مصنف بے شمار باتیں فقہ کی مختلف بنیادی اور اونچی تصنیفات کے حوالے سے اس کتاب میں رقم فرمائی ہیں۔ انہوں نے مسجد کی دیواروں اور محراب پر آیات قرآنی کی کتابت کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ چنانچہ خوارزمی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"و لیس بمستحسن کتابۃ القرآن علی المحارب و الجدر لما یخاف من سقوط الکتابۃ"۔ (مقدمہ المتانہ ص:۱۳۰)

ترجمہ: محرابوں اور دیواروں پر قرآن مجید کی آیا ت لکھنا مستحسن نہیں کیونکہ کتابت شدہ ٹکڑے کے دیوار یا محراب سے نیچے گر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

شبِ برأت اور لیلۃ القدر کو چراغاں نہیں کرنا چاہیئے

شبِ براۃ اور لیلۃ القدر کو مساجد اور دیگر عمارات پر چراغ روشن کرنے کا رواج اس زمانے میں بھی تھا۔

جس زمانہ میں المتانہ ضبطِ تحریر میں آئی۔ مصنف شہیر نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ وہ فقہ کی مشہور کتاب القنیہ کے حوالے سے واضح الفاظ میں فرماتے ہیں :

"ان اسراج السرج الکثیرۃ لیلۃ البرأۃ فی السکک والا سواق بدعۃ و کذا فی المساجد"۔(مقدمۃ المتانۃ ص:۱۳۴)

ترجمہ : شبِ براۃ کو عمارتوں، بازاروں اور مسجدوں میں کثرت سے چراغ روشن کرنا بدعت ہے۔

اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں :

"و کذا اذا اسرج السرج فی رمضان لیلۃ القدر " (مقدمۃ المتانۃ ص:۱۳۴)

ترجمہ : اسی طرح ماہ رمضان میں لیلۃ القدر کے موقع پر بھی اس انداز سے چراغ روشن کرنا بدعت ہے۔

جنازے کے ساتھ قرآن پڑھنے کے بارے میں

فصل فی حمل الجنازۃ و نقل المیّت من بلد الی اخر کے تحت مصنف نے جنازے اور میت کے بارے میں بہت سے مسائل کی وضاحت کی ہے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ جنازے کے ساتھ اونچی آواز سے ذکر و اذکار کرنا اور قرآن مجید پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟ مصنف لکھتے ہیں کہ نہیں پڑھنا چاہیئے ۔ بحوالہ قنیہ یہ الفاظ ہیں :

ویکرہ تشییع الجنازۃ برفع الصوت بالذکر و قراۃ القرآن کراھۃ تحریم

(مقدمۃ المتانہ ص:۲۹۸)

ترجمہ : جنازے کے ساتھ چلنے والوں کا باآواز بلند ذکر کرنا اور قرآن مجید پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

جنازہ کے ساتھ خاموشی سے چلنا چاہیئے

فاضل مصنف اس ضمن میں کنز العباد کی عبارت بحوالہ مفاتیح المسائل تحریر فرماتے ہیں : " یستحب السکوت خلف الجنازۃ لانہٗ وقت الاعتبار والا ذکار و ان کان فی ذکر و دعاء یخافت(مقدمہ المتانۃص:۲۹۹)

ترجمہ : جنازے کے ساتھ خاموشی سے چلنا مستحب ہے اس لئے کہ یہ اللہ کو یاد کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کا وقت ہے اور اس وقت اللہ کی یاد اور دعاء میں آہستگی اور سکوت اختیار کرنا چاہیئے ۔

قاضی کی عدالت میں جھگڑنے والوں کے بارے میں!

باب التعزیر میں مصنف نے اس مسئلے کی وضاحت فرمائی ہے کہ عدالت میں قاضی کے سامنے فریقین جھگڑ پڑیں اور قاضی کے منع کرنے کے باوجود اس سے باز نہ آئیں تو اس صورت میں قاضی کو ان سے کیا سلوک کرنا چاہیئے؟

فتاویٰ حمادیہ کی کتاب القضاۃ کے حوالے سے اس سلسلہ میں مصنف لکھتے ہیں :

"خصمان یتسابان بین یدی القاضی فی مجلسہٖ و لم ینتھیا بالنھی فالرأی فی ذالک للقاضی ان حبسھما او یعزرھما عقوبۃ فحسن۔لانہٗ لوترک ذالک فربما یجتری بذالک غیر ھما و اقتدیٰ بھما فیذھب ذالک ما اوجب للقاضی و صیانۃ ذالک واجب۔ (مقدمہ المتانہ ص:۲)

ترجمہ : اگر دو فریق قاضی کی عدالت میں اس کے سامنے آپس میں گالی گلوچ

پراتر آئیں اور قاضی کے روکنے کے باوجود نہ رکیں۔ تو اس سلسلے میں قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ ان کو جیل میں بند کردے یا ان کو تعزیر کرے۔ یہ بالکل مناسب اقدام ہوگا اس لئے کہ اگر وہ انہیں بغیر سزا و عقوبت کے یونہی چھوڑ دے گا تو ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں میں بھی اس قسم کی جرأت پیدا ہوگی اور وہ اس معاملے میں ان کی اقتداء کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قاضی کے ادب واحترام کو برقرار رکھنے اور اس کے مقام و مرتبہ کو ملحوظ رکھنے کے بارے میں جو فرائض عائد ہوتے ہیں یہ حرکت ان کو ختم کردے گی اور ان کا تحفظ بہر صورت ضروری ہے''۔

اس کتاب میں اس قسم کے بے شمار فقہی مسائل جمع کئے گئے ہیں جو اپنی جگہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

....

البشارة لاهل الا شارة

کتاب کا پورا نام قرة العين فی اثبات الاشارة فی التشهدين المعروف البشارة لا هل الاشارة تعداد صفحات: ۳۲۳

مؤلف:۔ محمد میر علی نواز شاہ بن میر فخر الدین احمد بن مولانا حفظ اللہ بن شاہ فقیر اللہ حنفی شکار پوریؒ۔

کاتب:۔ مولوی محمد عالم ولد قاضی نظام الدین سکنہ کوٹ خضری گوجرانوالہ تحصیل وزیرآباد پنجاب ۱۳۲۳ھ میں مطبع اسلامی لاہور شہر سے شائع ہوئی۔

اس کتاب میں دو باب اور ایک مقدمہ ہے۔ مقدمہ میں اعتصام بالسنتہ کا بیان ہے۔ پہلے باب کی تین فصلیں ہیں :

الفصل الاول فيما جاء فيه عنه صلی اللہ علیہ وسلم۔

الفصل الثانی عن الصحابةؓ ...... الفصل الثالث عن التابعينؒ

الباب الثا نی فی بيان الروايات الفقهية من مذهب الحنفية الدالة علی ثبوت الاشارة ۔

خاتمة

فی ادلة المانعين عن الاشارةِ و فی اجو بتهلے

۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ میں مولف مرحوم اس کتاب کی تحریر سے فارغ ہوئے۔

....

ابراء المتهم لعدم ثبوت الجرم المعروف رسالة وطی البهيمة

مولف : مفتی حاجی ہدایت اللہ شاہ مرحوم

تقطیع خورد اوراق ۱۵ مولف کے قلم سے لکھا ہوا ہے عمدہ خوشخط صحیح سالم مکتبہ عالیہ علمیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

جانور سے بدکاری کرنے کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب ہے۔

....

احسن الدلائل

مؤلف : محمد عمر سندھی الحنفیؒ

زبان عربی فارسی ملی جلی ہے۔ تقطیع خورد خط ناقص تعداد اوراق ۵۷

مکمل رسالہ نماز اور وضو کے مسائل پر مشتمل ہے۔ مکتبہ عالیہ علمیہ پیر جھنڈا میں سالم نسخہ موجود ہے۔

....

اثبات الصحو لمن علیه السهو

بزبان فارسی قلمی۔ تعداد اوراق ۱۰۔ پراگندہ اوراق، خط ناقص۔

مؤلف: مولانا محمد عمر چانڈیہ مقدمہ ۱۹ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

کاتب: فتح اللہ اور سال کتابت ۲۹ رجب ۱۳۲۸ھ درج ہے۔

....

الاجوبة الغريبة للاسئله العجيبة

مؤلف: محمد فیض الکریم عمدہ خط قلمی تعداد اوراق ۲۴۔

سن تالیف: ۲۰ رصفر المظفر ۱۳۰۹ھ جمعۃ المبارک۔

مختلف فقہی مسائل کے جوابات ہیں۔ اخیر میں چار ورق کا ضمیمہ ہے۔ مکتبہ عالیہ علمیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

....

الفتاویٰ المحمدية فی الاحکام الاحمدية

المعروف فتاویٰ احمدية

جلد اول تعداد صفحات ۷۲۷ زبان: سندھی

مؤلف: مولانا مفتی محمد بن اخوند محمد اسماعیل ہالائیؒ ---- المتوفی ۱۳۳۶ھ۔

یہ کتاب غیر مطبوع بالکل صحیح سالم حالت میں مکمل ہر دو جلد مؤلف مرحوم کے جاری کردہ مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم حیدرآباد سندھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ سندھی خطبہ میں مؤلف مرحوم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد سبب وغرض تالیف بیان کرتے ہوئے سنہ تالیف ۱۳۱۴ھ اور اپنے فتاویٰ کو احمدیہ کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔

جلد دوم تعداد صفحات: ۷۱۶

آغاز الحمد للّٰہ علی مامن به من الاهتداء والصلوٰة والسلام علی من وجب به الاقتداء و علی اٰله و اصحابه الذين اقتدوا باثره صلی اللّٰه علیه و سلم۔

جلد دوم کا آخری فتویٰ:۔ سوال: شخص وصیت بجمیع مال برائے مرشد خود کردہ و خود وفات نمود و وارث فقط یک زوجہ گذاشت پس حکم مال متروک او چہ طور است؟

الجواب: دراں صورت بعد از خرچ کفن و دفن و ادائے قرض جمیع مال متروک میت مذکور شش حصہ نمودہ شود یک حصہ ازاں بزوجہ دادہ و باقی پنج حصہ بمرشد او کہ موصیٰ بہ است دادہ شود فقد قال فی تنقيح الفتاویٰ الحامدية الوصية بمازاد علی الثلث غير جائز اذا كان هناك وارث يستحق جميع المال اما اذا كان لا يستحق جميع الميراث كالزوج والزوجة فانهٗ يجوز ان يوصی بما زاد علی الثلث فحيث لم يجز لزوجة الوصية ترث سدس تركته و للموصیٰ خمس اسداسها لانها لا تستحق من الميراث شيئاً حتی تخرج ثلث الوصية فاذا اخرج الثلث استحق ربع الباقی وما بقی بعد ذالك يكون للموصیٰ له ۱۲ھ واللّٰه اعلم۔

حرره الحاج محمد عفی عنه قدتم الجلد الثانی من الفتاویٰ المحمدية فی الاحكام الاحمدية بعون الله تعالیٰ و توفيقه الحمد للّٰه تعالیٰ اولاً و اخراً و نصلی علی سيدنا محمد و اله و اصحابه و نشهد ان لا اله الا اللّٰه وحدهٗ لا شريك له و لو كره المشركون اللّٰهم اجعله خالصاً لوجهك الكريم و انفع به المسلمين يا رب العٰلمين۔

....

القول الا نور فی حکم لبس الاحمر

بزبان عربی　　تقطیع خورد　　تعداد صفحات:۳۲

مؤلف : فاضل سندھ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ المتوفی ۱۱۷۴ھ

باہتمام حافظ میاں محمد ابراہیم متوطن گڑھی یاسین ضلع سانگڑھ در مطبع رفاہ عام سٹیم پریس لاہور مطبوع گردید سنہ تالیف ۱۶/ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ درج ہے۔

مذہب حنفیہ کے صحیح اور مختار قول کے مطابق مصنف نے اس رسالہ میں سرخ لباس کے استعمال کو مکروہ تحریمی ثابت کیا ہے۔خاتمہ کی عبارت یوں ہے:

"و قدتم الکلام علی ھذا المرام و الحمد للّٰہ علی التمام و الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد خیر الانام و علی الہٖ و صحبہ البررۃ الکرام ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم و صلی اللّٰہ علی سیدنا محمد و الہٖ و صحبہ و بارك وسلم وشرف و کرم"۔

یہ رسالہ بھی مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم حیدرآباد سندھ کی لائبریری میں موجود ہے۔

....

اصلاح مقدمہ الصلوٰۃ

مولف:۔　مخدوم محمد ہاشم مرحوم سندھیؒ

بزبان فارسی قلمی　　خوشخط　　تقطیع خورد　تعداد اوراق:۱۶

وجہ تالیف مخدوم ابوالحسن بن شیخ عبدالعزیز سندھیؒ مرحوم نے سندھی زبان میں ایک رسالہ مسمّی بہ مقدمۃ الصلوٰۃ تحریر فرمایا تھا کہ جس کے بعض مقامات محل نظر تھے۔ حضرت مخدوم نے اصلاح مقدمہ الصلواۃ میں ان پر نقد فرمایا ہے۔اس کا ایک نسخہ مکتبہ عالیہ علیہ میں موجود ہے۔

ابلاغ جهد الدمص فی مسئلة قص اللحی و النتف و الا نتماص و التمص

مولف علامہ مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ ۔　تقطیع خورد　　تعداد اوراق:۱۲

ابلاغ جہد الدمص ،،تاریخی نام ہے۔جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۱ نکلتا ہے۔ مصنف کا مقام سطوح میں جو کہ اربق و مسقط کے قریب ہے گزر ہوا۔اور وہاں انہوں نے خاص و عام سب کو اس میں مبتلا دیکھا کہ انگشت ودوانگشت سے زیادہ داڑھی نہیں چھوڑتے۔ اور اس پر بھی رخسار وذقن پر استرہ ،مقراض اور موچنہ کی عملداری ہے۔تو مصنف نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔جس میں ان امور کی ممانعت کو ثابت کیا ہے۔یہ رسالہ خود مصنف کی ملکیت میں رہ چکا ہے سرِ ورق پر مصنف کی مہر اور دستخط ثبت ہیں۔جس کی عبارت درج ذیل ہے :

"ابلاغ جهد الدمص فی مسئلة قص اللحی وا لنتف والانتماص والتمص للفقیر ابراهیم بن الشیخ عبداللطیف بن المخدوم محمد الهاشم عفی عنهم (آمین) وقد ملکه اللّٰه تعالیٰ به و ختم۔"

اس کی تصحیح بھی خود مصنف نے کی ہے اور جابجا اپنے قلم سے اس میں اضافہ بھی کیا ہے۔جو حواشی پر مرقوم ہے۔اخیر میں تحریر ہے :

"قد قو بلت بید مؤلفها فَلَہٗ الحمد سبحانه"۔

نوٹ : علامہ مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ کے فقہی مخطوطات کی تفصیل سہ ماہی رسالہ الزبیر بہاول پور کے کتب خانہ نمبر سے لی گئی ہے۔اس میں ایک مقالہ چھپا تھا جس کا عنوان تھا" کتب خانہ مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی کے مخطوطات ازمولانا عبدالرشید نعمانیؒ

نائب الشیخ جامعہ اسلامیہ بہاولپور"۔

....

اغناء الواصل فی جواز تلقی الجواب عن النوازل من متمذ هب لمن تمذهب بمذهب آخر اذا وافق اصول مذهب السائل او جاء بعبارة صريحة فی واقعة المسائل

تقطیع خورد: : تعداد اوراق : ۸

مؤلف:۔ مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

یہ بھی ۱۲۱۱ھ کی تالیف ہے۔ اور اِغناء الواصل اس کا تاریخی نام ہے۔ اس میں مصنف نے اس امر کا اثبات کیا ہے کہ مذاہبِ اربعہ مشہورہ میں سے ہر مذہب کا مقلد دوسرے مذہب کے مفتی سے پوچھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ مفتی سائل کے اصول مذہب کے مطابق جواب دے یا سائل کے مذہب ہی کی کتابوں سے مسئلہ کا صریح جواب نقل کر دے۔ اس رسالہ میں مصنف نے علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کے حوالے سے ان آئمۃ فتویٰ کے نام نقل کئے ہیں کہ جن سے حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی چاروں مذاہب کے لوگ فتویٰ پوچھتے تھے اور وہ ہر ایک کو ان ہی کے مذاہب سے جواب دیتے تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مصنف نے شیخ عبدالعزیز دیرینیؒ، شیخ الاسلام عزالدین بن جماعۃؒ، علامہ شیخ شہاب الدین بدنسیؒ، معروف بابن قطع اور شیخ علی بن ضریرؒ کے نام ذکر کئے ہیں۔ سرورق پر اور آخر میں مصنف کی مہر کندہ ہے۔ اخیر میں سرخ روشنائی سے تحریر ہے۔

تمت هذا الرسالة مقابلة فی حضرة مولفه و الحمد لله سبحانه۔

....

اماطة اذی البيد عن طريق جواز استعمال اموال الكافر العنيد

مؤلف : مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف سندھیؒ تقطیع خورد تعداد اوراق :۱۲

کاتب رسالہ کا نام محمد شفیع ہے۔ خط صاف اور واضح ہے۔ اماطۃ اذی البید بھی تاریخی نام ہے۔ ۱۲۰۹ھ میں اس کی تالیف عمل میں آئی ہے۔ مخدوم موصوف سے سوال ہوا تھا کہ کفار کے وہ پیشوا اور ان کے وہ متبعین جو ہمارے دیار اسلامی میں مسلمانوں پر تفوق کا اظہار کرتے ہیں اور حاکم وقت ان کی جائداد ضبط کر لیتا ہے ان کے اموال کا کیا حکم ہے۔ اور آیا اہل اسلام کا تصرف ان کے اموال میں باذن حاکم مباح ہے یا نہیں؟ مصنف نے جواب میں مباح بتایا اور اسی اباحت کے اثبات میں یہ رسالہ سپرد قلم فرمایا۔ اس میں مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ کفار دیارِ اسلام میں رہتے ہوئے اگر مسلمانوں پر اپنے تفوق کا اظہار کریں تو پھر وہ ذمیوں کے حقوق کے مستحق نہیں رہتے اور ان کے اموال پر مسلمانوں کا تصرف صحیح ہے۔ مخدوم موصوف لکھتے ہیں کہ :

"ہمارے دیار میں تمام وہ کفار جن کو لوگ ذمی کہتے ہیں میری رائے میں ذمی نہیں حربی ہیں اور درحقیقت متعدد وجوہ کی بناء پر ان کا عہد [illegible] چکا ہے"۔

اس کے بعد مصنف نے حسبِ ذیل (۴۵) وجوہ ان کے نقضِ عہد بیان کئے :

(۱) وہ سود لیتے ہیں۔ حالانکہ سود کا لین دین حقوق ذمیت کے حصول کا مانع ہے۔

(۲) انہیں مسلمانوں کا سا لباس اور سواری استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کا سا عمامہ باندھتے ہیں۔ ان کی سی قمیص پہنتے ہیں اور ان کا سا قبا استعمال کرتے ہیں اور بہترین گھوڑوں پر زرکار اور نقرہ کار زینوں پر سوار ہوتے ہیں کہ بسا اوقات کافر اور

مسلمانوں میں تمیز نہیں ہوتی۔اور سلام کرنے میں غلطی ہوجاتی ہے۔

(۳) ذمی کو مسلمانوں کے مکانوں سے اپنا مکان اونچا تعمیر نہیں کرنے چاہیئے۔حالانکہ ہمارے دیار میں ان کی حویلیاں اہل اسلام کے اکابر، امراء، سادات، علماء اور اشراف کے مکانات سے بلند ہیں۔

(۴) ذمی کو مسلمانوں پر حاکم نہیں بنایا جاسکتا حالانکہ یہ ایوان تک ہیں۔

(۵) وہ دارالاسلام میں کسی نئے عبادتخانہ یا مقبرہ یا صنم خانہ بنانے کے مجاز نہیں ہاں یہ تمام چیزیں جو دارالاسلام کے قیام سے پہلے اس دیار میں موجود تھیں باقی رکھی جائینگی اور جوان میں منہدم ہونگی اس کی تعمیر کی بھی اجازت رہے گی۔مگر روز یہ نئے نئے مندر، دھرم شانہ اور بھگت خانہ تعمیر کرتے ہیں۔جن میں کھلے بندوں رسوم کفر کی ادائیگی ہوتی ہے۔

(۶) ذمیوں کو اسلحہ لگانے یا بنانے کی ممانعت ہے۔حالانکہ یہ دونوں کام کرتے ہیں۔

(۷) ذمیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کستیج باندھتے رہیں۔کستیج وہ موٹی اونی ڈوری ہے جو کپڑوں کے اوپر باندھی جاتی ہے تاکہ وہ الگ پہچانے جاسکیں مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔

(۸) ان کی عورتیں مسلمانوں کی عورتوں سے ممیز نہیں رہتیں، حالانکہ یہ ضروری ہے۔

(۹) جس شہر میں ذمیوں کا کوئی معبد خانہ ہو تو وہاں اِن کو کسی ایسے جدید مکان یا تعمیر کی اجازت نہیں کہ جس میں وہ جمع ہو کر فسق و فجور کا ارتکاب کریں، مگر یہ اس کے پابند نہیں۔

(۱۰) ناقوس بجانے کی ذمیوں کو ممانعت ہے۔مگر یہ بجاتے ہیں۔

(۱۱) شراب خوری ذمیوں کو منع ہے مگر یہ کھلم کھلا شراب پیتے ہیں۔

(۱۲) شہر ہو گاؤں ہو یا باغ ہو۔اہل ذمہ کو وہاں اظہار فسق مثلاً زنا و دیگر فواحش کے ارتکاب کی ممانعت ہے۔مگر یہ علی الاعلان اس کے مرتکب ہیں۔

(۱۳) ساز اور مزامیر کی ذمیوں کو ممانعت ہے اور یہ دن رات بجاتے ہیں۔

(۱۴) گانے کی ان کو ممانعت ہے اور ان کے یہاں عورت مرد سب بلاتفریق اس میں مبتلاء ہیں۔

(۱۵) ذمیوں کو اپنے تہواروں پر صلیب کی نمائش کی اجازت نہیں اور یہ اپنے آلات کی خوب نمائش کرتے ہیں۔

(۱۶) ذمیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے معابد میں مسلمان مسافروں کو قیام کرنے دیں۔اور ان کے دروازے آنے جانیوالے مسلمانوں اور راہ گیروں کے لئے کھلے رکھیں۔ مگر ان کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسافر ان کے مندر میں اترنے کا ارادہ کرے تو یہ اس کو مارتے اور زخمی کرتے ہیں۔

(۱۷) ذمیوں پر ضروری ہے کہ وہ ہر مسلمان مسافر کی جوان کے کسی معبد میں اترے تین دن تک ضیافت کریں اور اس میں کوتاہی نہ کریں، مگر یہ مہمانی تو کیا؟ اس کو پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔

(۱۸) ذمیوں کو اہل اسلام کی جاسوسی کرنے یا کسی جاسوس کو اپنے معبد میں جگہ دینے کی ممانعت ہے۔مگر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کے بعض لوگ اہل اسلام کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں جیسے کہ ''گرد'' اور اس کے ساتھی ہیں۔اور بعض اپنے گھروں میں جاسوسوں کو ٹھہراتے ہیں۔جیسے کہ الپسر اور اس کی پارٹی ہے۔

(۱۹) ذمیوں کے لئے ضروری ہے کہ اگر کوئی ان میں سے اسلام کی طرف راغب ہو تو اس کو مانع نہ ہوں لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو مانع ہوتے ہیں۔اور نہ مانے تو اس کی ہلاکت کے درپے ہوجاتے ہیں۔یا پھر وہ بیچارہ مسلمانوں کے پاس پناہ لینے پر مجبور ہوتا ہے۔

(۲۰) ذمیوں پر ضروری ہے کہ وہ اہل اسلام کی حرمت کا پاس کریں۔اور ان کا اکرام کریں۔لیکن یہ حکام اور بڑے لوگوں کا تو احترام و اکرام کرتے ہیں، مگر ضعفاء مسلمین کی

کچھ عزت نہیں سمجھتے۔

(۲۱) ذمی کو چاہئے کہ جب مسلمان اس کی مجلس میں آئیں تو وہ ان کی تعظیم وتوقیر کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دے، مگر یہ مسلمانوں کی اہانت کرتے ہیں۔

(۲۲) ذمیوں کو ممانعت ہے کہ وہ مسلمانوں کے سے نام اور ان کی سی کنیت رکھیں مگر یہ ایسا نہیں کرتے۔

(۲۳) ذمیوں کو اپنی کسی انگلی میں سونے یا چاندی کی انگھوٹی پہننا اور اس پر مہر کندہ کرانا ممنوع ہے، مگر یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

(۲۴) ذمیوں کو دیارِ اسلام میں شراب کی خرید وفروخت کی اجازت نہیں۔ مگر یہ بے دھڑک ایسا کرتے ہیں۔

(۲۵) ذمیوں کو علی الاعلان سب کے سامنے مراسم شرک کی بجا آوری کی اجازت نہیں مگر یہ خوب بجالاتے ہیں۔

(۲۶) ذمیوں کو مسلمانوں کے محلے میں رہنے اور اوران میں مکان بنانے کی اجازت نہیں مگر یہ ان کے مکانات سے اونچی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔

(۲۷) ذمیوں کو مسلمانوں کے مقابر کے پاس سے گزرنے کی ممانعت ہے۔ مگر یہ جانوروں کی طرح چلاّتے ہوئے اپنے جنازوں کو مسلمانوں کے قبرستان سے لے کر گزرتے ہیں۔

(۲۸) ذمیوں کو اپنے جنازوں پر چلاّنے کی اجازت نہیں مگر یہ خوب شور مچاتے ہیں۔

(۲۹) ان کو کسی مسلمان غلام یا مسلمان لونڈی کی خریداری کی اجازت نہیں مگر یہ خوب خریدتے ہیں۔ متعدد مسلمان غلاموں اور لونڈیوں کو میں نے اپنی خاص سعی وکوشش سے رہائی دلائی ہے۔

(۳۰) ان کو کسی بھی مسلمان کو پیٹنے کی ممانعت ہے مگر یہ ''کتے'' جہاں تک بس چلے اس میں

کمی نہیں کرتے۔

(۳۱) ان کو مسلمانوں کی سی مانگ نکالنے کی ممانعت ہے مگر ان میں سے بہت سے مسلمانوں کی سی ہیئت بنائے رہتے ہیں۔

(۳۲) ان کو چاہئے کہ سر کا اگلا حصہ منڈا لیں مگر ان میں سے بہت سے مسلمانوں کی طرح بال رکھتے ہیں۔

(۳۳) یہ اہلِ اسلام کی طرح کلام کے مجاز نہیں مگر یہ نہیں مانتے۔

(۳۴) مسلمانوں کے رستے میں ان کو اپنے جنازے کے ساتھ آگ کی نمائش کی اجازت نہیں۔ مگر یہ علانیہ ایسا کرتے ہیں۔

(۳۵) ان پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے معاملات میں بہتر بات کی طرف رہنمائی کریں۔ مگر ان میں سے بہت سے ایسے ہے کہ جو موقع پائیں تو مسلمانوں کی دھوکہ دہی اور ضرررسانی میں کمی نہ کریں!

(۳۶) مسلمانوں کے گھروں میں ان کو جھانکنے کی ممانعت ہے۔ مگر ان میں بہتیرے بے پرواہی سے جھانکتے رہتے ہیں۔

(۳۷) ان کو قطعاً کسی مسلمان کی ضرررسانی ممنوع ہے، مگر ان میں بہت سے ایسے ہیں کہ جن کا مقصود ہی مسلمانوں کا قلع قمع ہے۔

(۳۸) جب مسلمان نماز میں مصروف ہوں تو ان کو اپنے گھروں، معبدوں اور مقامات پر چلاّنے کی ممانعت ہے۔ مگر یہ نہیں مانتے بلکہ خوب شور مچاتے ہیں۔

(۳۹) جب مسلمان قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہوں یا دینی علم کی قرأت کررہے ہوں تب بھی انکو اپنے معابد، مکانات وغیرہ میں بلند آواز سے پکارنے کی ممانعت ہے مگر یہ برابر لغویات بکتے رہتے ہیں اور منع کردو تو لڑنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

(۴۰) ان کو چاہئے کہ بمجرد مسلمانوں کے ان کے پاس آنے کی صورت میں یہ ان کی توقیر کریں مگر یہ تمرد کرنے میں ضعفاء اہل اسلام کی توقیر تو کیا؟ ان کو گالیاں دیتے ہیں۔

(۴۱) ذمیوں کو مسلمانوں کے ساتھ اس وقت تک تجارت میں شرکت کی اجازت نہیں جب تک اس کا پورا پورا اختیار مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں نہ ہو۔ مگر ہمارے دیار میں معاملہ الٹا ہے۔

(۴۲) جب وہ جزیہ قبول کرنے سے انکار کریں تو ان کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے دیار کے بہت سے کفار اپنے آپ کو اکابر میں شمار کر کے جزیہ کے ماننے سے منکر ہیں۔

(۴۳) قرآن مجید کی طرح ان کو علم دین کی کتابیں خریدنے کی بھی اجازت نہیں مگر یہ خریداری سے باز نہیں آتے۔

(۴۴) جس طرح نقض عہد ذمیت کی پاداش میں ان کی سزا قتل ہے۔ اسی طرح اگر دین اسلام پر طعن کریں تب بھی یہی سزا ہے۔ مگر یہ مردود کھلم کھلا دین پر طعن کرتے ہیں۔

(۴۵) ان کو اپنے دین کی طرف دعوت دینا ممنوع ہے۔ مگر یہ نہیں مانتے کفر کی دعوت دیتے ہیں۔ ان تمام وجوہ کی بناء پر مصنف کے نزدیک ان کا قتل کرنا اور ان کے اموال میں مسلمانوں کا تصرف کرنا مباح ہے۔

اس کے بعد مصنف نے کتبِ حدیث سے حضرت عمرؓ کے اس معاہدے کو نقل کیا ہے جو شام کے نصاریٰ سے ان کے جزیہ قبول کرنے کے متعلق عمل میں آیا تھا اور جس میں مذکورہ بالا شرائط مذکور ہیں۔

اس رسالہ کے بھی سرورق پر مصنف کی مہر ہے اور آخر میں مصنف کے قلم سے تحریر ہے : قوبلت بمنه تقدس فالحمد لهٗ سبحانه و تعالى ۔ بیچ میں بھی حواشی پر متعدد جگہ خود مصنف کے قلم سے اضافہ ہیں۔

اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ عثمان ٹھاروؒ کا جابجا اپنے قلم سے اس پر رد لکھا ہوا ہے جو اس کے حواشی پر تحریر ہے عثمان ٹھارو مصنف کے معاصر ہیں۔ اور بالغ نظر عالم معلوم ہوتے ہیں اور جودھ پور کے دار الحرب ہونے نہ ہونے پر مصنف اور ان کے درمیان بحث رہ چکی ہے۔

....

احکام القرآن

مصنف : فقیہ سندھ مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

یہ وہ کتاب ہے جس کی تصنیف کو وقت کی اہم ضرورت سمجھ کر حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے چند علماء کو اپنی نگرانی میں اس کی تصنیف پر لگایا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ جلد سے جلد یہ کتاب مکمل ہو جائے۔ اس میں سورۃ قصص سے سورۃ حجرات تک (تقریباً ساڑھے چار پارے) حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے مکمل فرمائے ہیں۔

یہ کتاب حضرت مفتی صاحبؒ کے تفقہ کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ اور اس میں حضرت موصوف نے قرآن کریم سے فقہ و عقائد کے مسائل انتہائی دیدہ ریزی اور تحقیق و تفصیل کے ساتھ مستنبط فرمائے ہیں۔ خاص طور سے ان مسائل پر زور دیا گیا ہے جو عہد حاضر میں پیدا ہو گئے ہیں اور جن کے بارے میں سلف کی کتابوں میں تفصیلی مباحث نہیں ملتے!

....

اسلام کا نظام اراضی مع فتوح الہند

مصنف : حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

یہ کتاب اپنے موضوع پر بالکل منفرد اور بہت سے وقتی اور ضروری مسائل کی تحقیق

میں بے نظیر ہے۔ ہر ملک کی زمینوں کے شرعی احکام اور زمینوں کے بارے میں اسلامی حکومت کے اختیارات وغیرہ شرعی دلائل سے واضح کئے گئے ہیں۔

اول باب میں اسلام کے عام احکام اراضی بلاتخصیص کسی ملک اور خطہ کے بیان کئے ہیں۔

دوسرے باب میں قبل از تقسیم مشترکہ ہندوستان کی زمینوں کے شرعی احکام شاہان اسلام کے فرامین اور ان کے تعامل کی روشنی میں ہندوستان کے ہر صوبہ کے متعلق جدا جدا احکام جمع کئے ہیں۔ پھر انگریزی عہد کے تغیرات اور ان کا جو اثر زمینوں کے احکام پر پڑا اس کا بیان ہے۔

تیسرے باب میں تقسیم ہند اور ابنائے پاکستان کی مختصر تاریخ اور وہ دستاویزی معاہدہ ہے جس کی رو سے ہندوستان دو ملکوں میں تقسیم ہوا۔ جس پر دونوں ملکوں کی زمینوں کے احکام کا مدار ہے، ان معاملات کی روشنی میں دونوں ملکوں کی زمینوں کے بارے میں شرعی احکام میں کیا فرق آیا اور دونوں طرف سے ترکِ وطن کرنے والوں کی متروکہ زمینوں کے احکام کیا ہیں؟

ان سب امور کا تفصیلی بیان ہے۔

چوتھے باب میں دونوں ملکوں کے اوقاف کے متعلق احکام ہیں۔

پانچویں باب میں دونوں ملکوں کی اراضی کے عشر و خراج کی تحقیق درج ہے۔

مقصد کے لحاظ سے یہ کتاب فقہی احکام کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اس کے ضمن میں تقریباً اکثر فتوحات اسلامیہ خصوصاً فتوحات ہندوستان اور شاہانِ ہند کے فرامین وغیرہ کا ایک اہم تاریخی حصہ بھی آ گیا ہے۔

....

آلات جدیدہ

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس کتاب میں لاوڈ اسپیکر، گراموفون، فوٹو گرافی، ہوائی جہاز، ریڈیو، ایکسرے، انجکشن وغیرہ آلاتِ جدیدہ سے متعلق پیدا ہونے والے جدید مسائل کا شرعی حل نیز مریض کے بدن میں خون پہنچانے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

....

آلہ مکبر الصوت

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

لاؤڈ اسپیکر کو اذان و خطبہ اور نماز میں استعمال کرنے کے متعلق شرعی احکام۔ علماء دیو بند، تھانہ بھون، سہارن پور اور دھلی وغیرہ کی قدیم و جدید تحقیقات کا خلاصہ اور آخری فیصلہ ہے۔

....

اسلام کا نظام تقسیم دولت

مصنف:۔ مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

سرمایہ داری اور کیمونزم کے درمیان اسلامی نظام کا اعلیٰ اور بہتر ہونا اور دونوں نظاموں پر نئی حیثیت سے بحث۔ اس موضوع پر بہترین مقالہ ہے۔

....

اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات کیا ہونگی؟

مصنف:۔ مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اسلام کا معاشی نظام کیا ہے؟ اور اس سے موجودہ معاشی مسائل کیونکر حل ہو پائیں گے؟

حضرت مفتی صاحبؒ کے سیال قلم نے اس سوال کا سادہ و عام فہم اور دلنشین جواب اس رسالہ میں دیا ہے۔اس کے مطالعہ سے عام پڑھالکھا انسان ایک نظر میں یہ جان سکتا ہے کہ اسلام موجودہ نظام معیشت میں کیا بنیادی تبدیلیاں لائے گا۔اور سوشلزم کے خلاف ان کے ذریعہ سرمایہ داری خرابیوں کا انسداد کس طرح ہو سکے گا؟

....

اعضائے انسانی کی پیوند کاری

مصنف:۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

سرجری کے ذریعہ ایک انسان کا عضو دوسرے انسان کے جسم میں لگانے کی شرعی حیثیت کی مفصل اور مدلل تحقیق ہے۔

....

ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

کفر اور اسلام، مسلم اور کافر کی شرعی تعریف، کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کہنے میں کیا احتیاط لازم ہے اور اس کے کیا اُصول ہیں؟ اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہنے کی مکمل تشریح اور اہلِ قبلہ کے معنٰی بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن و حدیث کے دلائل اور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ کی تصریحات نہایت تفصیل سے لکھی گئی ہے۔یہ کتاب دراصل حضرت العلامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی ضخیم کتاب

"اکفار الملحدین" کا اردو خلاصہ ہے۔

....

آداب سفر مع احکام سفر

مصنف :۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

سفر شرعی کی تعریف، مسافر اور سفر کے احکام، آداب اور دُعائیں جو احادیث اور کتب فقہ سے جمع کی گئی ہیں۔

....

آدابِ مساجد

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں مساجد کے فضائل و آداب، احکام اور ان کاموں کا مفصل بیان ہے جو مسجد میں ناجائز و مکروہ ہیں۔

....

احکامِ دُعا

مصنف : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترجمہ : حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

حضرت حکیم الامتؒ کی عربی تصنیف استجابۃ الدعوات کا اردو ترجمہ ہے جس میں نمازوں کے بعد دُعا مانگنے کا مسنون طریقہ احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے۔حضرت مفتی صاحبؒ نے اس میں مزید اضافے بھی فرمائے ہیں۔

....

احکامِ حج

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

تمام ضروری احکامِ حج مختصر اور آسان طرز میں لکھے گئے ہیں، نہایت مفید اور کارآمد رسالہ ہے۔

....

الافصاح عن تصرفات الجن والارواح

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس کتاب میں جنات اور ارواح کے تصرفات کے متعلق تحقیق ہے۔

....

احکام الاعلام بالتکبیر

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

جھنڈوں، ترانوں اور نعروں وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے اٹھانا۔ اس کے متعلق حکم شرعی مذکور ہے۔

....

القول القریب فی اجاجة الاذان بین یدی الخطیب

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

جمعہ کی اذان کا جواب دینا اور بعد کی دعا پڑھنی چاہئیے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی مفصل تحقیق ہے۔

....

اماطة التشکیك فی اناطة الزکوٰة بالتملیك

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

رفاہی کاموں میں زکوٰۃ کی رقم تملیک کے بغیر خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور اداءِ زکوٰۃ کے لئے تملیک ضروری ہے۔ اس مسئلہ کی مفصل اور مدلل بحث اس رسالہ میں بیان کی گئی ہے اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

....

انجکشن سے روزہ فاسد نہ ہونے کی تحقیق

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس مسئلہ پر سیرِ حاصل بحث ہے۔

....

اقامت العرف مقام الثبوت فی سقوط بعض الحقوق بالسکوت

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

عورتوں کے سکوت سے مہر معاف ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلہ کی تحقیق کے ضمن میں یہ بحث بھی آگئی ہے کہ دَین کی معافی کے لئے دائن کا سکوت بیان کے قائم مقام کب ہوگا؟ کب نہیں؟

....

الاحری بالقبول فی وقف العمارة علی النزول

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

لاوارث زمینوں پر حکومت قبضہ کر کے کسی کو دے اس کو وقف کرنے کے احکام

السعی الحثیث فی تفسیر الحدیث

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

آیت قرآنی (من الناس من یشتری لھو الحدیث) کی مبسوط تفسیر ہے گانے بجانے اور سماع کی مفصل و مکمل بحث ہے۔

....

اماطة الشغب فی کراهة اللهو وا للعب

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں مختلف کھیلوں کے احکام قرآن وسنت کی روشنی میں جمع کئے گئے ہیں۔

....

القول الماضی فی نصب القاضی

مصنف :۔علامہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثانی

اس رسالہ میں شیخ الاسلام موصوف نے قاضی کے تقرر کی ضرورت کو شرعی طور پر ثابت کیا ہے۔ یہ رسالہ انجمن نصب القضاۃ میرٹھ نے شائع کیا ہے۔

....

اثبات رفع یدین

مؤلف : ملا معین سندھیؒ المتوفی ۱۱۶۱ھ

....

احسن الفتاویٰ

چار جلدوں پر مشتمل فقہی معلومات کا قابل قدر ذخیرہ ہے۔ جسے مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی سندھیؒ نے مرتب فرمایا ہے۔ زمانہ حال کے مسائل کا خصوصیت سے

خیال رکھا گیا ہے۔ اردو فتاوی میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کی طرف سے مطبوع ہوا ہے۔

....

اصلاح مقدمة الصلوٰة

مؤلفہ : فقیہ سندھ علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

التحفة المرغوبه فی عدم کراهیة الدعاء بعد المکتوبه

تصنیف لطیف : علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

اِس میں فرض نمازوں کے بعد دُعا کے مسئلہ پر تحقیق انیق کی گئی ہے۔

....

الحجة الجلیلة فی حکم کراهیة سور الا جنبیة

مصنف :۔مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

اس کتاب میں جھوٹے پانی کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے۔

....

القول المُحجِب فی بیان کثرت التشهدات المغرب

مصنف : علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

مملوکہ کتاب ھذا : الکلیة الشرفیه حیدرآباد سندھ

....

الفتاوی التورانیة

مؤلفہ:۔میرک محمد بن محمود بن ابی سعید سندھیؒ۔ حوالہ الثقافت الاسلامیہ صفحات:۱۰۸

البصارة فی العمل بالا شارة

مؤلفہ:۔مخدوم جعفر بن میراں سندھیؒ

....

اصلاح مقدمة الصلوٰة

مؤلفہ : مولانا محمد قائم سندھیؒ

یہ رسالہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی کتاب کا رد ہے۔جس کے جواب میں مخدوم موصوف نے شفاء الدائم تحریر فرمائی تھی۔

....

اساس المصلی بالفارسیة

تالیف:مولانا ابوالحسن الداھری سندھیؒ

....

المنسك الصغیر خلاصة المناسك الكبیر

مصنف:۔مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ

برلن لائبریری میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

....

المناسك الاوسط

مصنف : مخدوم مولانا رحمت اللہ سندھیؒ

پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔

....

اشباع الکلام فی مصرف الصدقة من المال الحرام

مصنفہ : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

مالِ حرام کو صدقہ کرنے کے متعلق مفصل تحقیق ہے۔

....

(ب)

بہشتی کوثر

مترجم مولانا غلام قادر صاحبؒ بزبان سندھی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی مشہور عالم کتاب بہشتی زیور کا سندھی ترجمہ ہے۔دیارِ سندھ میں مقبول عام ہے،اور ہر جگہ ملتی ہے۔

....

بیت الاسلام

مؤلف اور کاتب کا نام درج نہیں۔سنہ اختتام ۱۳/ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۱ھ لکھا ہوا ہے۔بزبان فارسی تعداد اوراق ۱۲۔نماز روزہ و دیگر دینی مسائل پر مختصر رسالہ ہے۔ شمس العلماء رانی باغ حیدر آباد کی لائبریری میں موجود ہے۔

....

بیمۂ زندگی

تصنیف لطیف : فقیہ سندھ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اس مسئلہ کی مکمل تحقیق شرعی اصول پر کی گئی ہے۔آخر میں دیگر علماء کرام کی تصدیقات ثبت ہیں۔

بسم اللہ

تصنیف : فقیہ سندھ مفتی محمد شفیع صاحبؒ

بسم اللہ کے فضائل و برکات اور مسائل، اور آخر میں اس کے خواص اور اس کے ذریعہ دینی و دنیوی فوائد، بیماریوں اور پریشانیوں کا علاج لکھا گیا ہے۔

....

بیاض الفقه

تالیف:۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

جلد اوّل   تعداد اوراق: ۷۰۱   قلمی۔

پہلی جلد کی ابتداء کتاب العلم سے ہے اور فصل فی المفقود پر ختم ہو جاتی ہے۔ ابتداء کتاب میں مکمل جلد کی فہرست درج ہے۔ خط عمدہ، کتاب درست حالت میں ہے۔ کاتب اور سنہ کتابت کچھ درج نہیں۔ یہ نسخہ حیدرآباد سندھ کی یونیورسٹی میں ہے۔ (نمبر اندراج ۱۳۵۴۷ ہے)

شروع کتاب سے پہلے اوراق پر متفرق فوائد تحریر ہیں۔ مثلاً بعض الفقهاء من السلف كانوا لا يسمعون اَلْبَيِّنَة بعد الحلف و يقولون يترجَّحُ جانب صدقه با ليمين فلا تطلب بينة المدعى بعد ذالك كما يترجَّحُ جانب صدق المدعى با لبيّنة حتى لا يعتبر بيمين المنكر معها و هذا القول مهجورٌ غير ماخوذ به و ليس بشيءِ اصلاً لان عمر رضى الله عنه قبل البينة من المدعى بعد اليمِيْنِ للمنكر۔ بحواله الحاوى القدسى۔

جلد دوم

از کتاب النکاح تا کتاب الوصایا۔ تعداد صفحات: ۴۹۲

مملوکہ مکتبہ رانی باغ، حیدرآباد، سندھ۔

تکمیل ۲۷ رمضان المبارک

کاتب:۔ فیض محمد بن شریف ساکن کچرہ برائے مخدوم عبدالحق صاحبؒ

....

براهين الغُر فى منع بيع الحر

تالیف : مخدوم عبدالواحد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ

....

(پ)

پراویڈنٹ فنڈ

مصنف : فقیہ سندھ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ واجب ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق اور اس فنڈ پر سود کے نام سے ملنے والی رقم کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

....

(ت)

تحفة الملوك

مؤلف:۔ سید نظام الدین بن حسن شاہ چشتی مرحوم

قلمی   تعداد اوراق: ۶۰   تقطیع خورد   جلی قلم   بوسیدہ کاغذ

سنہ اختتام تالیف ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ بروز بدھ۔   اکثر جگہ حواشی بھی دیئے گئے ہیں۔

خاتمة الكتاب

تحفه الملوك بعون الله الملك الوهاب على مذهب الامام الاعظم ابى حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى رضى الله عنهما وارضاه و جعل الذين آمنوا وعملو الصالحات۔تمت تمام شد کارمن نظام شد مکتبہ شمس العلماء، رانی باغ، حیدرآباد میں ہے۔

تیسیر القدیر فی اضحية الفقير

بزبانِ عربی　تقطیع خورد　تعداداوراق : ۵

استفتاء : کیا فقیر کے لئے اپنی قربانی جو نذر سے واجب نہ کی ہو اسے کھانا جائز ہے یا نہ؟ یہ رسالہ اسی استفتاء کا تفصیلی جواب ہے مکتبہ عالیہ علمیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

تحریرات فقهيه

بزبان عربی فارسی قلمی　خوشخط صحیح سالم　تعداد اوراق : ۸

مختلف فقہی مسائل مثلاً دعا بعد نماز جنازہ۔ گوسالہ سامری۔ ایمان نراست یا مادہ شمس وقمر مسلمان اندیا کافر اندیا مادہ وغیرہ۔

کاتب : فقیر محمد　مکتبہ عالیہ علمیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

ترجمه فارسی شرح الوقاية

مترجم: مولانا عبدالحق سجاول سرہندی مرحومؒ　مطبوعہ　تعدادِ صفحات : ۲۰۸

حاشیہ پر ملتقی الابحر ابراہیم بن محمد بن ابراہیم موجود ہے۔

باہتمام قاضی ابراہیم بن نور محمد در مطبع حیدری واقع معمورہ بمبئی طبع گردید تاریخ طباعت رمضان ۱۲۹۴ھ مطابق اکتوبر ۱۸۷۷ء جلد اول کتاب الطہارت سے کتاب الوقف تک ہے۔

تنقيح الكلام فى النهى عن قرآة الفاتحة خلف الامام

مؤلف : مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ المتوفی ۱۱۷۴ھ سنہ تالیف: ۲۴ صفر المظفر ۱۱۶۹ھ

بزبان عربی　تقطیع خورد　تعداد صفحات: ۱۲۵

خوشخط خوشنما　قلمی　صحیح سالم　غیر مطبوع۔

سوال : کیا حنفیہ کے نزدیک مقتدی کے لئے قرأۃ فاتحہ خلف الامام بلا کراہت جائز ہے یا مکروہ تحریمی وتنزیہی ہے؟

قراۃ فاتحہ خلف الامام پر اقوی وارجح احادیث وارد ہیں یا اس کے برعکس پر؟

یہ رسالہ اسی استفتاء کا جواب ہے۔اس رسالہ میں چار باب اور ایک خاتمہ ہے۔اس کا قلمی نسخہ مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

تجهيز الجنازة لفوز السعادة

مؤلف: علامہ حامد بن کمال الدین بن صلاح الدین بوبکانیؒ

قلمی خط درمیانہ　تقطیع خورد　تعداداوراق : ۱۰۰

سنہ اختتام تالیف : ۶ رذی قعدہ ۱۰۹۹ھ یوم الخمیس۔

تجہیز و تکفین ۔ زیارت قبور وغیرہ مسائل مابعد الموت پر عمدہ کتاب ہے۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ کالج منصورہ سندھ میں موجود ہے۔ رقم عربی مخطوطات ۳۶ درج ہے۔

....

تالیف طریدۃ الحیاك مماطرہ الخصم بقطع الشباك
فی مسائل التنباك

مؤلف: مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ   تقطیع خورد   اوراق: ۴۲   خط معمولی

سرورق پر مصنف کے قلم سے تحریر ہے :وا لحقیقة ان الفقیر ابراهیم عفی عنه الف رسالة فی تحریم التنباك اسمهارشق الاستمساك و ر د علیه الشیخ عبد الرحمٰن الا حسائی و سمی رسالة قطع الشباك فی استحلال التنباك فرددت علیه رسالة و سمیتها تالیف طریدة الحیاك و هی هذا الرسالة ابراهیم۔

تالیف: ۔طریدۃ الحیاک تاریخی نام ہے۔

جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۳ھ نکلتا ہے یہ جیسا کہ مذکور ہوا کہ عبدالرحمٰن احسائیؒ کے رسالہ قطع الشباک فی استحلال التنباک کا رد ہے۔ جس میں مخدوم موصوف کے رسالہ رشق استمساک کا رد لکھا تھا۔ احسائی کا رسالہ قطع الشباک بھی مخدوم موصوف کے رسائل کے ساتھ مجلّد ہے۔

....

تَطْبِیْب افواہ الاخوان فی المنع عن شرب الدخان

مؤلف: ۔مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ۔

تقطیع خورد   کتابت عمدہ   تعداد اوراق : ۶۸

سرورق موجود نہیں ہے اسی طرح بیچ میں سے ورق نمبر ۳۴ پر چار اوراق کا اضافہ ہے۔ جو اس ورق کو نکال کر خود مصنف نے الحاق کیا ہے۔ تمباکو کی حرمت کے بیان میں لکھا ہے اس کے تین تاریخی نام ہیں پہلا تو یہی جو مذکور ہوا دوسرا رشق الاسماك لرمی من النتن فاہ بالتنباك ۔ تیسرا نام جو تاریخی ہے وہ فی براهین حرمة النتن ہے۔

ان تینوں سے بحساب جمل ۱۲۱۳ھ نکلتا ہے جو اس کا سنہ تالیف ہے۔ اس نسخہ پر بھی مصنف کے قلم سے حواشی مرقوم ہیں۔ ورق ۴۸ کے حاشیہ پر سید علوی بن احمد الحداد علوی کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اور دستخط ہیں۔ جس میں انہوں نے کہا ہے : قد اعجبنی جمیع هذا الکتاب اسی طرح ورق ۴۵ اور خاتمہ پر بھی سید موصوف کی اپنے قلم کی تحریریں ہیں۔ عبدالرحمٰن احسائی نے اس کا رد لکھا ہے۔

....

توثیق الا سباق فی مسئلة الصداق

مؤلف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر مصنف کے دستخط اور مہر ثبت ہیں ورق نمبر ۵ پر خود مصنف کے قلم کا اضافہ ہے۔ ''توثیق الاسباق'' بھی تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۱ھ نکلتا ہے یہ رسالہ مہر سے متعلق ہے۔ وجہ تصنیف ایک استفتاء تھا۔ ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ مہر میں ایک ہزار سکہ رائج الوقت متعین کپڑے اور کچھ متعین خوشبو کی شرط لگائی۔ بایں طور کہ خواہ وہ تمام کپڑے اور خوشبو نیز نصف مقدار میں مقررہ نقدی، عورت کو عقد سے پہلے دے دے یا بعد میں۔ یہ سب باتیں خطبہ نکاح سے پہلے پیغام نکاح کے وقت طے ہوئیں۔ کپڑوں اور خوشبو کی شرط ان کے ابنائے جنس میں مروّج تھی اور یہ بھی رواج تھا کہ عقد نکاح کے وقت مہر میں صرف نقدی کا نام لیتے۔ کپڑوں اور خوشبو کا ذکر کرتے ہوئے شرماتے

تھے۔مگر عرف وعادت کے اعتبار سے یہ تینوں چیزیں مہر نکاح میں داخل سمجھی جاتی تھیں۔

چنانچہ ایسا ہوتا ہے کہ عقد مناکحت کے وقت صرف نقدی کا بسلسلہ مہر ذکر ہوتا ہے اور کپڑے اور خوشبو کا ذکر نہیں آتا۔نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔پھر ایک مدت کے بعد شوہر طلاق دے دیتا ہے بیوی مہر کا مطالبہ کرتی ہے۔شوہر صرف نقد کا حساب کرتا ہے۔اور کپڑوں اور خوشبوؤں کی ادئیگی سے انکار کرتا ہے۔کیونکہ وقت عقدان کا ذکر نہیں آیا۔مصنف نے فتویٰ عورت کے حق میں دیا۔اور کپڑے اور خوشبو اور نقدی سب کو مہر کی رقم قرار دیا۔اور اس کے ثبوت میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔جس میں ۲۵ دلائل اپنے دعویٰ کے اثبات میں بیان کئے۔

....

تصویر کے شرعی احکام

مؤلف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

تصویر کشی اور استعمال تصاویر کے متعلق قرآن وحدیث کے ارشادات اور مفصل احکام،فوٹو کی تصویر اور چھوٹی چھوٹی تصویروں اور آدھے دھڑ کی تصویروں کے احکامات مع جواب شبہات۔

....

تاریخ قربانی

مؤلفہ : مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں قربانی کی مکمل تاریخ، آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ کے عہد مبارک تک ہر دور میں اس کی مختلف صورتیں اور اسلام میں قربانی واجب ہونے کی اور اس کے بدلہ میں قیمت کا صدقہ کافی نہ ہونے کی مفصل تحقیق قرآن وسنت کے دلائل سے بیان کی گئی ہے۔نیز متجددین کے اعتراضات کے شافی جوابات دیے گئے ہیں۔

تَنقِیحُ المقال فی تصحیح الاستدلال

مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں سمتِ قبلہ سے متعلق علامہ مشرقی کی پیدا کردہ تشکیکات کا واضح جواب بھی ہے اور اس مسئلہ کی مثبت انداز میں مکمل تحقیق بھی شامل ہے۔

....

توضیح کلام اهل الله فی ما اهل به لغیر الله

مصنف:حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اِس میں بتوں یا قبروں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کے متعلق شرعی احکام موجود ہیں۔

....

تفسیر الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب

مؤلف:۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

عورتوں کے پردے سے متعلق جتنی آیات قرآن کریم میں آئی ہیں ان سب کی تفسیر اس رسالہ میں یکجا کردی گئی ہے،اور پردہ شرعی سے متعلق چالیس سے زائد روایات حدیث اور صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ دینؒ کے ارشادات جمع کر کے پردے کے احکام مدلل و مفصل بیان کئے گئے ہیں۔اور مخالفین کے شبہات کا شافی جواب دیا گیا ہے۔

....

تکمیل الحبور بسماع اهل القبور

مصنف:۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں سماع موتی کے معرکۃ الآراء مسئلہ پر قرآن وسنت اور ائمہ دین کے

ارشادات کی روشنی میں تحقیقی بحث کی گئی ہے۔

....

تنقیح الکلام فی احکام الصلوٰۃ والسلام

مؤلفہ : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

یہ رسالہ " ان اللّٰہ و ملائکتہٗ یصلون علی النبی-الآیۃ"۔کی مبسوط تفسیر ہے
جس میں درود وسلام کے احکام تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

....

تحزیر المسلمین عن موالات المشرکین

مصنف : شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

مولانا موصوف کی کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔جس میں مسلمانوں کو کانگریس
کی شرکت سے روکا گیا ہے۔اوراس کے دینی ودنیاوی نقصانات پر توجہ دی گئی ہے۔

....

تحفۃ الاسلام

مؤلف : مولانا محمد عثمان صاحبؒ بزبانِ سندھی

سوال وجواب کے طرز پر عام فہم عمدہ کتاب ہے۔پہلے حصہ میں عقائد کا بیان ہے
جس میں سو(۱۰۰) سوالوں کے جواب ہیں۔

حصہ دوم : مسائل طہارت

حصہ سوم : نماز کی فضیلت اوراس کے احکامات۔

حصہ چہارم : رمضان کی فضیلت ،روزہ کی فضیلت ،شب قدر کی فضیلت ،کفارہ،

اعتکاف،صدقہ،حج کی فضیلت،اوراحکامات حج،،زیارت مدینہ منورہ۔

حصہ پنجم : مسائل زکوٰۃ ونصاب۔احکام نکاح،فضیلت نکاح،حقوق زوجین،زنا ولواطت
کی حرمت۔نکاح کے سنت وفرض ہونے کے مسائل۔

حصہ ششم : مسائل طلاق۔اقسام ظہار،ایلاء،خلع ،بیان حلالہ،نان ونفقہ،بیان قسم،کفارۂ
قسم وغیرہ فقہی جزئیات پر مشتمل ہے۔

....

تحفۃ المسلمین

مترجم : حضرت مولانا عبدالحئی صاحب شکارپوریؒ

عربی کتاب دقائق کا ترجمہ ہے۔

....

تمام العنایۃ فی الفرق بین الصریح و الکنایۃ

عربی زبان میں ایک استفتاء کا جواب ہے۔جسے مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ نے
۱۱۵۶ھ میں تحریر فرمایا تھا۔کل چھ صفحات کا مطبوعہ رسالہ ہے ۱۳۰۰ھ میں مطبوع ہوا۔

....

تنبیہ الغبی فی رد ماحررۂ الکثری

تالیف : مولانا محمد عالم المتعلویؒ

یہ رسالہ قاضی عبدالغنی کے ردّ میں جواب الجواب لکھا گیا ہے۔

....

تعقبات

تالیف : مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ سندھی دامت برکاتہم

صاحب درالمختار علامہ علاؤ الدین الحصکفی اور اس کے محشی علامہ ابن عابدینؒ کی کتاب ردمختار پر ایک رسالہ کی صورت میں کچھ تعقبات ہیں۔ غیر مرتب خطی صورت میں موجود، فرصتِ طباعت کی انتظار میں ہیں۔ اللہ کرے بہت جلد اہلِ علم کے ہاتھوں پہنچ جائے۔وما ذٰلك علی اللّٰه بعزیز۔

....

تحفة العلماء فی قول الصلٰوة خیر من النوم فی اذان الفجر حال القضاء

مؤلفہ : فقیہِ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی فقہی تالیف

....

تحفة الاخوان فی منع شرب الدخان

مؤلف : علامہ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

اِس میں تمباکو نوشی کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔

....

تحفة المسلمین فی تقدیر مهور اُمهاتِ المؤمنین

مؤلف : علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

اِس میں اُمہات المؤمنین کے حق مہر کے بارے میں تفصیل دی گئی ہے۔

....

تهذیب البیان فی اجوبة اسولة وحید من اکابر الاخوة والخلان

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

بحوالہ سہ ماہی الزبیر بہاولپور ص:۳۷۶

تمیز الحلال عن الحرام دفع اوهام الجُهّال و العوام

مؤلفہ : مولانا محمد ابراہیم گڑھی یاسینؒ

....

تحزیر الناس عن تحلیق الرأس

تصنیفِ لطیف:۔ مولانا سید ضیاء الدین شاہ صاحب سندھیؒ

....

(ج)

جواب الفرائض

مؤلف : میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

بزبانِ فارسی تقطیع خورد خط عمدہ اوراق:۳۹ غیر مطبوع

فقہ کے بعض اہم مسائل کو سوال و جواب کے عنوان پر لکھا ہے۔ یہ کتاب سید خیر محمد شاہ الحسینی شیرازیؒ کی ملک رہ چکی ہے۔ مکتبہ شمس العلماء رانی باغ، حیدر آباد سندھ میں موجود ہے۔

....

جواهر الفقه

مصنف : فقیہ سندھ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

جلد اوّل : ۵۱۸ صفحات پر محیط ہے جس میں درج ذیل ۲۴ فقہی مسائل و واقعات ملتے ہیں۔

(۱) تکفیر کے اصول۔(۲) قرآن کریم کا رسم الخط اور اس کے احکام۔(۳) کیا قرآن کریم کا صرف ترجمہ شائع کیا جا سکتا ہے؟(۴) مسئلہ تقلید شخصی۔(۵) دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کی حدود۔(۶) فتویٰ متعلقہ جماعت اسلامی۔(۷) پیر و مرید کا فقہی اختلاف۔(۸) دست بوسی وقدم بوسی۔(۹) مروجہ سیرت کمیٹی اور اس کی شرعی حیثیت۔(۱۰) مروجہ صلوٰۃ وسلام کی شرعی حیثیت۔(۱۱) مساجد کی نئی شکلیں اور ان کے مقاصد۔(۱۲) سمت قبلہ۔(۱۳) اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں؟(۱۴) حرف ضاد کا صحیح مخرج اور اس کے احکام۔(۱۵) خطبۂ جمعہ عربی زبان میں کیوں ہے؟(۱۶) قنوت نازلہ۔(۱۷) احکام رمضان المبارک ومسائل زکوٰۃ۔(۱۸) حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت ومسائل فدیہ، نماز و روزہ وغیرہ۔(۱۹) رؤیت ہلال کے شرعی احکام۔(۲۰) اوزانِ شرعیہ۔(۲۱) احکام عیدالاضحیٰ وقربانی۔(۲۲) چرمِ قربانی کے احکام۔(۲۳) مواقیت احرام اور ان کے مسائل۔(۲۴) حج بدل اور اس کے احکام۔

جلد دوم۔ صفحات: ۴۹۴

درج ذیل اکیس فقہی مسائل کا انمول مجموعہ ہے:

(۱) عائلی قوانین پر مختصر تبصرہ۔ (۲) نابالغہ کے نکاح میں سوءِ اختیار۔

(۳) اسلام اور نسبی امتیازات۔ (۴) مختلف مذاہب میں زوجین کے احکام۔

(۵) علَم نبوی کی تحقیق۔ (۶) مرتد کی سزا اسلام میں۔

(۷) شریعت اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملات

(۸) ملکی سیاست میں غیر مسلموں کے ساتھ اشتراک عمل کی حدود شرعیہ۔

(۹) عشر وخراج کے احکام۔ (۱۰) انتخابات میں ووٹ اور ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت۔

(۱۱) قانون اسلامی بابت پٹہ دوامی۔

(۱۲) زمیندارہ بل۔ (۱۳) احکام القمار۔

(۱۴) ناجائز معاملات میں ایک تصنیف کا خاکہ۔

(۱۵) حق تصنیف اور حق ایجاد کی شرعی حیثیت۔

(۱۶) اسلامی ذبیحہ۔ (۱۷) داڑھی کے خضاب اور کترانے وغیرہ کے احکام

(۱۸) تفصیل الکلام فی مسئلۃ الاعانۃ علی الحرام۔

(۱۹) ناجائز کاموں میں تعاون کی شرعی حیثیت۔

(۲۰) آداب الاخبار۔ (۲۱) یتیم پوتے کی میراث۔

جواھر الفقہ عہد حاضر کے مخصوص اور مشکل فقہی مسائل میں حضرۃ مفتی صاحبؒ کی محنت، عرق ریزی اور تحقیق ومطالعہ کا نچوڑ اور موصوف کی فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جہادِ پاکستان ۱۹۶۵ء

مؤلف:۔ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں جہاد کے فضائل اور مفصل احکام بیان کئے گئے ہیں۔

جبریہ تعلیم کے خلاف فتویٰ

مصنف:۔ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ

حکومت برطانیہ کے دورِ ظلمت میں جبریہ تعلیم کا قانون بنایا گیا تھا۔ مولانا عثمانیؒ نے اس کے خلاف ایک مفصل فتویٰ تحریر فرمایا، یہ رسالہ جبریہ تعلیم کے ساتھ ملحق ہو کر شائع ہوا۔

(ح)

حض الاموال بحل الاموال ـ

بزبان سندھی تقطیع خورد تعداد صفحات موجودہ : ۶۴

مطبوعہ صفدری بمبئی اخیر ناقص ہے۔

یہ رسالہ پیر بدیع الدینؒ نیو سعید آباد ضلع حیدر آباد سندھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

....

حیات القلوب فی زیارت المحجوب

مؤلف : مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ

بزبانِ فارسی مطبوعہ۔ تعداد صفحات سنہ تالیف: ۸؍رجب المرجب ۱۱۳۵ھ

سنہ فراغت ۲۷؍رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ طباعت ۲۵؍ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ مطابق ۷؍نومبر ۱۸۸۲ء باہتمام قاضی فتح صالح محمد وعبد الکریمؒ برادران جناب مغفرت مآب قاضی ابراہیم صاحب خلف الحاج قاضی نور محمد صاحب متوطن پلندری در مطبع فتح الکریم واقع بمبئی طبع شد۔ اور حال ہی میں ادارۃ المعارف دار العلوم کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ احکام حج و زیارت عمرہ میں عمدہ اور نفیس ترین کتاب ہے مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم سندھ میں موجود ہے۔

....

حیات الصائمین

بزبانِ فارسی قلمی خط خوشنما، عمدہ تعداد اوراق : ۲۷۶

مؤلف: مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ۔ سنہ تالیف: آغاز تالیف ۱۷؍ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بعد از نماز

جمعۃ المبارک سنہ فراغت: ۱۷؍ذی الحجہ ۱۱۳۳ھ بروز خمیس۔ مدت تالیف: ۲ سال ۸ ماہ۔

وجہ تالیف

فقیہ سندھ حضرۃ المخدوم نے رسالہ صیام مسمیٰ بہ مظہر الانوار عربی میں تالیف فرمایا تھا۔ بعد میں بعض احباب کے اصرار پر معمولی حذف واضافہ کے ساتھ حیات الصائمین۔ فارسی میں منتقل کردیا گیا۔ گویا "حیات الصائمین" "مظہر الانوار" عربی کا فارسی ترجمہ ہے۔

کاتب ابراہیم بن اللہ وسایا ساکن قصبہ وگڑ کلاں تعلقہ نصر آباد۔ کتابت کا سنہ فراغ ۸ صفر ۱۳۰۷ھ بروز جمعۃ المبارک ہے۔ مکتبہ عالیہ علمیہ پیر جھنڈا اور مکتبہ علوم مجدد سرہندی ٹمیاری میں موجود ہے۔

....

"حکم الانصاف فی الطلاق الغیر المضاف"

از:۔ مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

شوہر نے جس طلاق کی اضافت بیوی کی بجائے اپنی طرف کی ہو وہ واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کا مفصل و مدلل حکم۔ یہ رسالہ درحقیقت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف ہے حضرۃ مفتی صاحبؒ نے اسے تبرک وافادہ کے لئے امداد المفتین کا جز بنادیا۔

....

حاشیہ الدر المختار

تالیف: الشیخ ابوطیب سندھیؒ

....

حاشیہ مختصر القدوری

تصنیف : الاستاذ مولانا غلام مصطفٰے ابوسعید سندھی قاسمیؒ

ڈائریکٹر شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی حیدرآباد سندھ

مولانا موصوف نے امام ابوالحسن احمد بن محمد بن جعفر بغدادیؒ حنفی کی مختصر پر فاضلانہ مقدمہ اور حاشیہ لکھا ہے۔

....

حاشیہ کتاب المتانۃ

مصنف : علامہ مولانا ابوسعید غلام مصطفٰے سندھی قاسمیؒ

برصغیر پاک و ہند کی قدیم کتاب المتانہ فی مرمۃ الخزانہ تالیف مخدوم محمد جعفر بوبکانیؒ پر مولانا موصوف کا ۱۱۸ صفحات پر مشتمل عربی میں مقدمہ اور اس کے مفصل حواشی ہیں جن میں علماء سندھ کی تحقیقات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ سب موصوف کے قلم فیض رقم کا رہینِ منت ہے۔

....

حواشی فرائض الاسلام

فرائض الاسلام مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی کتاب بہ زبان عربی مقدمہ و حواشی بھی مولانا ابوسعید غلام مصطفٰے قاسمیؒ کی علمی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ حال ہی میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے ہیں۔

....

حمل السلاح علی معاند الاصلاح

المعروف با لشفاء الدائم عن اعتراض القائم

مصنف: فقیہ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

حل العقود فی الطلاق السنود

مؤلف : مخدوم جعفر بن میراں سندھیؒ

....

حاشیہ فتح القدیر

تالیف : مولانا ابوالحسن الکبیر سندھیؒ

....

(خ)

خیر الامور فی قدر المهور

مصنف:۔ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

عورتوں کے مہر کی مقدار سے متعلق مکمل تحقیق۔

....

خزانۃ الاعظم

مصنف:۔ عبدالسلام بن عبداللہ بن مولانا عبدالرحمٰنؒ

آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل قلمی کتاب ہے۔ مصنف نے مسائل فقہ کو بزبان سندھی نظم فرمایا ہے۔ پہلی جلد کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :

"ووقع الفراغ من تحرير جلد اوّل من كتاب خزانة الاعظم بيد احقر عبدالسلام بن عبدالله مولانا عبد الرحمان غفر الله لهم المنان فی تاريخ رابع عشرين من شهر ربيع الأخر سنة الف ومائتين و اثنا و ستين من هجرة سيد الثقلين"۔

(د)

دماج المغنم

مصنف : علامہ مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

یہ چارورقی رسالہ ہے جو چھوٹی تقطیع پر ہے۔

کاتب کا نام محمد شفیع سعد اللہ ہے۔ خط معمولی ہے۔ کھوسہ قوم کے بلوچ ریاست جودھ پور پر تاخت کر کے وہاں سے مال واسباب لوٹ لائے اور عورتوں اور بچوں کو بھی گرفتار کر لائے تھے۔ اس کے متعلق مصنف سے سوال ہوا کہ دیارِ اسلام میں کفار کو اسیر کر کے بحفاظتِ تمام لے آنے کے بعد ان کو لونڈی، غلام بنالینا اور ان کے اموال لے لینا مباح ہے یا نہیں؟

مصنف نے اس کو مباح قرار دیا اور اسی سلسلہ میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ ''دماج المغنم'' تاریخی نام ہے۔ اور اس سے سنہ تصنیف ۱۲۰۹ھ نکلتا ہے۔ مصنف نے رسالہ کو تین بحثوں پر تقسیم کیا ہے۔

پہلی بحث میں یہ ثابت کیا ہے کہ جودھ پور اور اس کے ماتحت علاقے دارالحرب ہے۔

دوسری بحث میں شرعی جہاد کو بتلایا ہے۔ اور تیسری بحث میں یہ بیان کیا ہے کہ جہاد سے قبل کفار کو دعوت اسلام دینا مستحب ہے۔ واجب نہیں۔ پھر بلوچوں کے اس فعل کی تصویب کی ہے۔ ان کی تاخت کو جہاد اور اسیرانِ کفار اور ان کے اموال کو مالِ غنیمت میں داخل کیا ہے۔ مصنف نے لکھا ہے جب رئیس جودھ پور نے سندھ کے امیر الامراء میر نجار کو دھوکہ سے اپنا آدمی بھیج کر قتل کروادیا تھا تو اب ان کے حربی ہونے میں کیا شبہ باقی رہا؟ اس

رسالہ کے پہلے ورق پر مخدوم عثمان ٹھاروؒ کے قلم سے مصنف پر بعض اعتراضات تحریر ہیں اور عثمان کے شاگرد محمد صادق نے "دماج المغنم" کا رد بھی لکھا ہے جس کا نام "ذب الظلمة عن مال اهل الذمة" ہے اس رسالہ کے دو نسخے رسائل مذکورہ کے ساتھ مجلد ہیں۔ دونوں رسالوں پر مخدوم ابراہیم کی مہر ثبت ہے۔ ذب الظلمة اپنے مصنف کے نام پر رسالہ صادقیہ سے بھی موسوم ہے۔ اس کا ایک نسخہ مخدوم دین محمد بوبکائیؒ نے مخدوم موصوف کو بھیجا تھا۔

....

درهم الصرة فى وضع اليدين تحت السرة

مؤلف : مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

اِس میں نماز کے اندر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسائل و دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

....

(ذ)

ذب الظلمة عن اموال الذمة المعروف به رسالة صادقيه

مصنف : محمد صادق

تعداد اوراق : ۴ قلمی۔ تقطیع خورد۔ خط عمدہ اور صاف ہے۔

مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کے اس رسالہ دماج المغنم کے پہلے ورق پر مخدوم عثمان ٹھاروؒ کے قلم سے مصنف پر بعض اعتراضات تحریر ہیں۔ اور مخدوم عثمان ٹھاروؒ کے شاگرد مولانا محمد صادقؒ کے قلم سے دماج المغنم کا تفصیلی رد ہے۔ رسالہ مکتبہ عالیہ علمیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔ نیز سہ ماہی الزبیر بہاول پور کتب خانہ نمبر ص: ۳۷۷ پر بھی اس کا حوالہ ہے۔

(ر)

رسالہ درحرمت لہو

تقطیع خورد   اوراق : ۸   بالکل صحیح سالم۔

کچھ لوگوں کو شطرنج کے کھیل میں اختلاف تھا۔مجوزین و مانعین کے دلائل پر مشتمل ایک استفتاء کا جواب ہے۔مولوی ابو الفضل سید عباس حسینی قادری حنفی نقشبندی مجددی صابری کی مہر کا نشان ثبت ہے۔اخیر میں متعدد علماء سندھ کے دستخط مرقوم ہیں۔ مکتبہ عالیہ علمیہ آف پیر جھنڈا میں ہے۔

....

راحة المؤمنين

مئولف:۔مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

منظوم سندھی۔ تعداد اشعار : ۹۴۰۔ تعداد صفحات: ۵۶

یہ رسالہ شکار و ذبح کے مسائل پر مشتمل ہے۔اور یہ رسالہ مطلوب المومنین مؤلفہ مخدوم عبد الخالق مرحوم کے ساتھ مجلد ہے۔مکتبہ عالیہ علمیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

....

رؤیت ہلال

مؤلفہ : مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

پاکستان اور دوسرے ممالک میں یہ مسئلہ عرصہ سے معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل شرعی اصول کے مطابق لکھی ہے۔چاند کے معاملے میں شرعی گواہی کی حیثیت اور متعلقہ شرعی احکام کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

رد الناس عن محدثات الاعراس

مؤلف:مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

مروجہ عرس، مزارات کے شرعی احکام اور اس کی تحقیق میں ہے۔

....

رفع الجور في حكم يمين المؤبد و الفور

مؤلف:۔حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اگر طلاق کو کسی کام کے نہ کرنے پر معلق کیا تو کب تک نہ کرنے سے طلاق واقع ہوگی۔اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہے۔

....

رساله في تقدير صدقة الفطر

مولف : فقیہ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

اس میں صدقۂ فطر کی مقدار اور اس جیسے دیگر مسائل مرقوم ہیں۔

....

رفع الغطاء عن مسئله جعل العمامة تحت الرداء

مؤلف:۔علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

مملوکۃ الکلیۃ الشرقیۃ حیدرآباد۔

....

رشف الزلال في تحقيق فئي الزوال

مصنف : مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

رفع الغين عن مسئلة الجمع بين العمتين

مصنف:۔مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

....

رساله جواز الجمعة فی القریٰ

مصنف:۔مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

....

رفع المنكب الى تكثير التشهدات فی صلٰوة المغرب

مؤلف:۔مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ ...... مملوکہ الکلیۃ الشرقیہ حیدرآباد سندھ

....

رفع المنصب لتكثير التشهدات فی المغرب

مؤلف:۔مخدوم ہاشم سندھیؒ ...... مملوکہ الکلیۃ الشرقیہ حیدرآباد سندھ

....

رش الانوار على الدر المختار

تالیف : مخدوم عبدالواحد سیوستانیؒ

....

رساله فی القراة خلف الامام

تالیف : مولانا ابوالحسن الکبیر۔سندھیؒ

....

رساله فی تحریم الدخان

تالیف : مولانا محمد حیات سندھیؒ

....

رساله المسماة با لقریٰ لمصلی الجمعةُ فی المدن و القری

تالیف: ابوتراب رشداللہؒ

....

(ز)

زبدة الفقه

مؤلف : حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مجددی سندھیؒ کراچی

زبدۃ الفقہ بظاہر عمدۃ الفقہ کا عمدہ ترین خلاصہ سہی لیکن درحقیقت یہ ایک مستقل کتاب ہے۔اور حضرت موصوف کی فقہی کاوش کا نقش ثانی ہے۔

....

زبدة الفقه

مؤلف : غلام علی الحسینیؒ

بزبان فارسی تقطیع خورد خط درمیانہ گیارہ اوراق پر مشتمل ہے۔

۲۱رجمادی الاخریٰ ۱۲۸۱ھ بروز سوموار بوقت عصر تاریخ فراغت درج ہے۔

....

زاد الفقير

منظوم سندھی تعداد اشعار : ۸۶۳ صفحات : ۵۳

زکوٰۃ وصدقات کے شرعی احکام

مؤلف: محمد خلیل خان صاحب قادری برکاتی مارہرویؒ، حیدرآباد سندھ۔

....

(س)

سیر الاسلام

مؤلف : سید فتح اللہ بن سید محمد باقر مرحوم سندھیؒ

بزبان فارسی خوشخط۔ تقطیع خورد تعدادِ اوراق: ۳۰۴

وجہ تالیف :

دیباچہ کے ذیل میں خود مؤلف رقمطراز ہیں ''ایں کتابست مسمیٰ بسیر الاسلام در بیان علم فقہ و پنج باب بمقابلہ پنج چیزے کہ بناء مسلمانے برآں پنج است وآں پنج حرف است ک۔ن۔ز۔ر۔ح۔ چوں جمع کندہ کنز رح می شود۔

ک علامت ''کلمۂ طیبہ'' و''ن'' اشارت نماز و''ز'' زکوٰۃ و''ر'' روزہ و''ح'' حج و سبب جمع کردن احکام بنائے مسلمانے برائے برخوردارے سید ہدایت اللہ بود'' سنہ اختتام تالیف ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۰۲ھ کاتب مسکین اضعف عباد اللہ الصمد حقیر فقیر محمد غنی عنہ۔ مکتبہ عالیہ علیہ پیر آف جھنڈا میں موجود ہے۔

....

سیر التقریر بتحقیق مقاصد مسئلة استعمال الحریر

تقطیع خورد تعداد اوراق: ۲۵ کتابت درمیانے درجہ کی ہے۔

یہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ استعمال حریر یعنی ریشم کے مسائل کے بیان میں

ہے۔ یہ رسالہ بڑا سیر حاصل اور محققانہ ہے۔ پندرہ مقاصد پر رسالہ کو تحریر کیا ہے۔ پہلے حدیثیں نقل کی ہیں۔ پھر کتب لغت وشرح سے الفاظ غریبہ کی شرح کی ہے۔ پھر رجال واسانید پر بحث کی ہے۔ پھر فقہاء کے مذہب کو تفصیل سے بیان کر کے قولِ فیصل پیش کیا ہے۔

سیر التقریر، تاریخی نام ہے۔ جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۱ھ نکلتا ہے۔ سرورق پر مصنف کی مہر ثبت ہے۔ اور متعدد جگہ مصنف کے قلم سے مفید حواشی درج ہیں۔ کتاب میں ورق (۹) پر ایک جگہ ضمناً امام ابوداؤد کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

وا بو داود من الحنابلة و رأیت بخط جدی رحمة الله تعالیٰ فی هامش اتحاف الا کابر قال العلامة ابن حجر المکی فی فهرسته الصغریٰ انهٗ ذکر جماعة فی کتبهم ان ابا داود کان شافعیا قال و فیه نظر ظاهر بل الظاهر انهٗ حنبلی (انتھٰی)۔

....

سجدۂ تعظیم

یعنی المقالة الرضیة فی سجدة التحیة۔

اس میں سجدۂ تعظیمی کے متعلق مفصل بحث وتحقیق ہے۔

....

سراج المؤ منین

کتاب کا پورا نام سراج المؤمنین فی احکام فرائض الصلوٰۃ ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل قلمی نسخہ ہے۔ تیسری جلد کے اخیر میں حسب ذیل عبارت درج ہے۔

ہفدہم شعبان المعظم المکرم روز سہ شنبہ ۱۳۲۳ھ جبکہ اس جلد کا آغاز یکم صفر المظفر سوموار ۱۳۲۲ھ کو ہوا۔

....

(ش)

شرائط الجمعة

تالیف : مخدوم عبدالصمد سندھی مرحوم

بزبان سندھی   تقطیع خورد   تعداد صفحات : ۸۰

۱۳۰۳ھ مطبع صفدری بمبئی سے شائع ہوئی۔

....

شروح المتعلمین

مؤلف: مخدوم عبدالرحیم بن ابی القاسم مرحوم سندھیؒ

تقطیع خورد   خوشخط قلمی   تعداد صفحات:۳۲

اس میں طہارت، نماز، روزہ اور ذبح کے عام فہم مسائل مبتدیوں کیلئے تحریر فرمائے گئے ہیں۔مکتبہ عالیہ علمیہ پیر آف جھنڈا میں موجود ہے۔

....

شرح نامِ حق

منظوم بزبانِ سندھیؒ

مؤلف:۔مولانا عبدالغفور ہمایونی مرحومؒ   کاتب:فقیر عبدالرزاق۔

تعداد صفحات:۵۔ تعداد اشعار:۵۶۔ خوشخط صحیح سالم قابل مطالعہ ہے۔

....

شبِ برات

مؤلف : فقیہ سندھ مفتی اعظم حضرۃ مولانا محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں شبِ برات کے فضائل و برکات اور احکام کا مفصل بیان ہے۔اور غلط رسموں کی تردید ہے۔

....

شرح شد النطاق فی ما یلحق با لطلاق

مصنف : مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

مطبوعہ۔ بزبانِ عربی۔تعداد صفحات:۱۶۔ آغاز:۷؍رجمادی الاخریٰ ۱۱۳۳ھ۔

تکمیل:۹؍رجمادی الاخریٰ ۱۱۳۳ھ مطلقہ رجعی کو جب دوبارہ طلاق دی جائے تو وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن؟

اس کے اخیر میں ایک ضمیمہ بھی ہے۔ہر دو رسائل مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کے ہیں۔

....

شموس الانوار علی اصباح الاسرار

تالیف:۔الحاج مولانا ولی محمدؒ

یہ رسالہ قاضی عبدالغنیؒ کے رد میں لکھا گیا ہے۔

....

(ض)

ضبطِ ولادت

مؤلف : مفتی اعظم حضرۃ مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

ضبطِ ولادت اور اس کی شرعی حیثیت اور مروجہ خاندانی منصوبہ بندی پر شرعی اور

اقتصادی حیثیت سے مکمل بحث ہے۔

(ط)

طوالع الانوار علی الدر المختار

تالیف:۔مخدوم مولانا محمد عابد سندھیؒ

(ع)

عمدة الفقه (جلد اول......تعداد صفحات : ۱۸۷)

تالیف:۔مولانا سید زوار حسین شاہؒ صاحب مجددی سندھی کراچی۔

وجہ تالیف :

مؤلف موصوف دیباچہ میں رقمطراز ہیں :

آج کل ہمارے زمانہ میں مسلمانوں کو دین سے بے تعلقی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عوام تو عوام علماء کرام میں بھی باوجود دوسرے علوم وفنون میں قابلیت ومہارت کے روزمرہ کے ضروری مسائل حتیٰ کہ فرائض وواجبات وسنن ومستحبات ومکروہات کی اکثریت و بیشتر جزئیات سے ناواقفیت ہے۔اس لئے دین کی تعلیم کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ چونکہ ہمارے ملک کی قومی زبان اردو ہے۔اور اسی کے ذریعہ دین کی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ اور اسی کے پیش نظر مختلف علوم وفنون کے ماہرین نے اسی قومی وملکی عام فہم اردو زبان میں دوسری زبانوں سے کتابوں کے ترجمے کیے اور مستقل تصانیف بھی فرمائیں۔چنانچہ علم فقہ

میں بھی جو کہ جزئیات ومسائل دینیہ کا حامل ہے۔عربی وفارسی کی کتابوں کے ترجمے کیے گئے اور مستقل چھوٹی بڑی کتابیں بھی تصنیف وتالیف کی گئیں۔تاکہ عوام وخواص ان سے استفادہ کر کے دین کے ضروری علم سے بآسانی بہرہ ور ہوسکیں۔

اردو زبان میں چھوٹی بڑی کتب فقہ تصنیف وتالیف ہونے اور ترجمے ہونے کے باوجود اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ کوئی ایسی جامع مستند کتاب ہو جو عام فہم ہونے کے علاوہ زیادہ سے زیادہ جزئیات ومسائل پر حاوی ہو۔اور ترتیب وتالیف کے لحاظ سے بھی اس طرز پر ہو کہ مسائل کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہوجائے۔ (دیباچہ از مؤلف)

جامعیت کتاب :

شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ علیہ علم فقہ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''عربی زبان میں تو اس علم کے اتنے ذخائر جمع ہوگئے کہ عقل حیران ہوتی ہے لیکن اردو زبان کا دامن ایسے جواہرات وخزانوں سے خالی ہے۔اگرچہ فتاویٰ کے موضوع میں بہت کچھ ذخیرہ آگیا ہے۔پھر بھی یہ موضوع تشنہ تھا۔مستقل چند کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان سے فقہی مسائل وجزئیات کا حق ادا نہ ہوا۔ان دنوں حضرۃ مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی کتاب ''عمدة الفقه'' نظر سے گزری، دیکھ کر حیرت ہوئی کہ موصوف نے جزئیات ومسائل کا اتنا استقصاء فرمایا ہے کہ عربی کی کسی کتاب میں اتنا ذخیرہ بمشکل نظر آئے گا۔نہایت عمدہ، شگفتہ، سلیس اردو زبان میں اتنا ذخیرہ جمع کرنا اسی کتاب کی خصوصیت ہے''۔

خصوصیت کتاب :

اختلاف فقہاء میں مفتی بہ اور معتمد مذہب کے لکھنے کا بھی التزام کیا گیا ہے۔اور

ضعیف قول کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً درج ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ یہی صحیح ہے۔ اشارہ ہے کہ اس کے بالمقابل بھی قول ہے اور ضعیف ہے۔ ہر مسئلہ کو اپنی جزئیات متفرعہ کے ساتھ پوری وضاحت سے لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تا کہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔ حتی الامکان مستند کتب مثلاً عالمگیری، شامی، در مختار، مراقی الفلاح، طحطاوی، بحرالرائق، نورالایضاح اور دیگر کتب مروجہ اردو عربی سے مسائل کو پوری طرح احتیاط اور صحت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

مندرجات جلد اول :

ایمان مجمل و مفصل کی پوری تفصیلات، پُل صراط، حوض کوثر، شفاعت، جنت و دوزخ، اعراف، ایمان و کفر کے علمی مباحث شرک و رسوم۔ ایمان و کفر و شرک جیسے اہم مسائل درج ہیں۔ طہارت کے مسائل بھی اسی میں آ گئے ہیں۔

....

عمدۃ الفقہ (جلد دوم)

تعداد صفحات: ۵۶۰

ناشر: ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی۔

مندرجات و خصوصیات جلد دوم :

مؤلف موصوف جلد دوم کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کتاب کی خصوصیات مطالعہ سے ہی نمایاں ہو سکیں گی۔ بعض خصوصیات درج ذیل ہیں:

(۱) ترتیب مسائل میں حتی الامکان فطری نفسیاتی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۲) ذیلی عنوانات قائم کر کے متعلقہ مسائل کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

(۳) ہر مسئلہ کی پوری پوری وضاحت جس قدر مستند طریقہ پر مل سکی اسی جگہ پر کر دی گئی ہے۔

(۴) عبارتوں کے ابہام و اغلاق کو دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔

(۵) بہت سی جگہ تفصیلات بھی مناسب انداز کے ساتھ ساتھ دی گئیں ہے تا کہ فقہی ذہن کی تربیت ہو۔

(۶) ضعیف اقوال کو بعض جگہ اس لئے دیا گیا ہے تا کہ صحیح اور مفتیٰ بہ قول کی اہمیت واضح ہو جائے۔ بعض جگہ صرف اس کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

(۷) تجوید القرآن کا مستقل بیان کافی تفصیلات اور جامعیت کے ساتھ درج کیا گیا ہے جبکہ دیگر کتب فقہ اس بیان سے خالی ہیں۔

(۸) قنوتِ نازلہ اور اس کے متعلق مسائل درج کئے ہیں ان سے بھی اکثر کتب فقہ خالی ہیں۔

(۹) فرائض و واجبات، و سنن و مستحبات، و مکروہات و مفسداتِ نماز کی تفصیلات و ترتیب میں کافی محنت کی گئی ہے۔

(۱۰) نماز کی پوری ترکیب جیسا کہ سلف سے متوارث ہے مفصل درج کی ہے، تا کہ ہر شخص اپنی نماز کو اس کے مطابق صحیح ادا کر سکے۔

(۱۱) شرائط امامت و شرائط اقتداء کو الگ الگ عنوان و مسائل کے ساتھ مفصل درج کر دیا ہے۔

(۱۲) نمازِ نوافل کی تفصیل اور جمعہ و عیدین و نماز خوف وغیرہ کے مسائل نہایت جامعیت و وضاحت کے ساتھ درج کئے ہیں۔

(۱۳) کتاب الجنائز میں بعض تفصیلات نہایت واضح و بالترتیب درج ہوئی ہیں۔ جن سے

ہر شخص میت کے غسل وکفن وغیرہ کا طریقہ اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کر سکتا ہے۔ اور بعض ایسے ضروری مسائل بھی درج ہوئے ہیں جو مختلف کتابوں میں متفرق طور پر بھی مشکل سے ملتے ہیں۔

....

عمدة الفقه (جلد سوم)

تعداد صفحات : ۴۳۲ ...... ناشر:۔ ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی

خصوصیات ومندرجات :

اس جلد میں سابقہ خصوصیات کے علاوہ حسب ذیل خصوصیات قابل لحاظ ہیں۔

(۱) مسائل حاضرہ پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ مثلاً کرنسی نوٹوں کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی۔ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ کا وجوب کب سے ہے؟ خط، تار، وائرلیس اور ٹیلی فون، ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ ثبوت رویت ہلال کا حکم؟ روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے کا حکم؟

(۲) اس کتاب میں حسب ذیل عنوانات کے مسائل کا بے شمار ذخیرہ ہے۔ جو ترتیب کی جدت وتفصیل کے اعتبار سے دیگر کتب فقہ سے ممتاز ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ کا نظام اور اس کے محاسن، شرائط، فرضیت زکوٰۃ، ادائے زکوٰۃ کی شرط یعنی نیت اور ادائے زکوٰۃ کا وقت، سائمہ یعنی چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ اور جن سائمہ جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، سونا چاندی واموال تجارت کی زکوٰۃ، اموال ضمار کی تفصیل، عاشر یعنی راستوں پر محصول وصول کرنے والوں کا بیان، کان اور دفینہ، عُشر یعنی زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ اور بیت الاموال، مصارف زکوٰۃ کی ذیلی عنوانات کے تحت تفصیل، صدقۂ فطر، روزوں کی

اقسام، رویت ہلال، اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں؟ روزے کے سنن ومستحبات ومکروہات، مفسدات صوم کی وہ صورتیں جن سے کفارہ لازم ہوتا ہے۔ پندرہ شرائط وجوب کفارہ کے تحت درج ہیں۔ اور جن صورتوں میں صرف قضاء لازم ہوتی ہے۔ یہ بھی پندرہ شرائط بالمقابل شرائط کفارہ کے درج ہیں تاکہ ذہن میں مفسدات صوم کی ایک فقہی ترتیب نقش ہو جائے۔ روزہ توڑ دینے کے کفارہ کا مفصل بیان اور عذرات جن سے روزہ رکھنا یا توڑ دینا مباح ہو جاتا ہے۔ نفلی روزہ کے احکام، نذر روزے، اعتکاف اور شب قدر کا بیان۔

....

عمدة الفقه (جلد چہارم)

تعداد صفحات : ۴۳۶

حج کے موضوع پر عربی فارسی اردو میں لکھی جانے والی اکیس کتابوں کا لُب لباب ہے۔ کتاب کی جامعیت کو دیکھتے ہوئے اسے حج کا جامع دستور العمل ''انسائیکلو پیڈیا آف حج'' کہنا بے جا نہ ہوگا۔

....

(غ)

غسل العباك عن تصويب قطع الشباك

تقطیع خورد　　　　تعداد اوراق (۹)

سرورق پر مصنف کے قلم سے تحریر ہے : هذا رسالة للفقير ابراهيم عُفِيَ عنه في المنع عن تعاطي التنباك اسمها غسل العباك عن تصويب قطع الشباك وهو

رد علی رسالۃ الشیخ محمد الاحساوی الذی صَنَّفَ فی استحلال التنباک تصویباً
لرسالۃ الشیخ عبدالرحمٰن الاحساوی۔

شیخ محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف الشافی الاحسائیؒ نے شیخ عبدالرحمان احسائی کے رسالہ قطع الشباک فی حکم المسائل التنباک کی تائید میں ایک رسالہ لکھا تھا۔ غسل العباک شیخ محمد احسائیؒ کے رسالہ مذکور کی تردید ہے، یہ اس کا تاریخی نام ہے۔ جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۴ھ نکلتا ہے۔

....

(ف)

فتاویٰ واحدی

فتاوی واحدی المعروف بیاض واحدی جلداول۔ تعداد صفحات : ۳۳۵
مؤلف : مخدوم عبدالواحد سیوستانیؒ کاتب: عبدالحلیم خوشنویس بلوچستانی
مطبوعہ: گیلانی الیکٹرک لاہور۔

یہ جلد کتاب الایمان سے شروع ہوکر کتاب الحج پر ختم ہوئی ہے۔ زبان عربی و فارسی ملی جلی ہے۔ اس کتاب کا مطبوعہ نسخہ مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم حیدرآباد سندھ اور دارالعلوم عثمانیہ چک نمبر ۸۸ رحیم یارخان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اور قلمی نسخہ جامعہ سندھ کی لائبریری میں ہے۔ اندراج ۲۰۳۷۹ درج ہے اس پر مخدوم عبدالواحد کی مہر ثبت ہے۔ مخدوم عبدالواحد نے بعض مسائل میں دوسرے علماء سندھ کی آراء کو بھی درج کیا ہے۔ مثلاً کتاب النکاح میں مولانا محمد شکارپوریؒ مفتی محمد عارف شکارپوریؒ کی آراء درج ہے جس میں کلہوڑا خاندان کے نسب سے بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ انکا عباسی ہونا بعض کے

نزدیک محلِ نظر تھا۔ اس لئے فریقین کے دلائل شرح وبسط سے تحریر کئے گئے ہیں۔ کتاب کے بعض مقامات پر عبدالواحد نامی کسی بزرگ کے قلم سے حواشی بھی درج ہیں۔

....

فتاویٰ واحدی (قلمی) (جلددوم)

(تعداد صفحات : ۳۳۰)...... نام کاتب اور سنہ کتابت درج نہیں۔

یہ جلد کتاب البیوع سے شروع ہوکر کتاب الفرائض پر ختم ہوتی ہے۔ اخیر کتاب میں مسائل شتّٰی کا باب ہے۔ ابتدائے کتاب میں مکمل فہرست کتاب الایمان تا کتاب الفرائض تک درج ہے۔ ساری کتاب سوال وجواب کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ یہ بیاض غلام محی الدین کے ملک میں رہ چکی ہے۔ اب جامعہ سندھ کے کتب خانہ میں ہے۔ اندراج نمبر ۲۰۳۸۰ ہے۔ خاتمہ الکتاب میں ایک طویل خطبہ ہے جس میں سلطان عبدالحمید خان مرحوم ترکی کیلئے دعائیہ کلمات ذکر کئے گئے ہیں۔

....

فتاویٰ ہمایونی (جلداول) (تعداد صفحات:۳۱۲)

مؤلف : مولانا عبدالغفور ہمایونیؒ المتوفی ۱۳۳۶ھ

باہتمام: مولوی حاجی حافظ نور محمد صاحبؒ المتوطن گڑھی یاسین مطبع رفاہ عامہ لاہور سے ۱۳۳۱ھ میں طبع ہوا۔ کتاب الاعتقاد سے کتاب الفرائض تک مکمل فہرست درج ہے۔

....

فتاویٰ ہمایونی جلددوم

تعداد صفحات ۲۱۸ مطبوعہ ۱۳۳۴ھ

ابتداء کتاب:۔ تسمیہ وتحمید کے بعد، کتاب الاعتقاد وفیہ مسائل رسم المفتی۔

تحریر در تحقیق وجوب اتباع مذہبِ معین از مذاہب اربعہ در جواب تحریر بعضے مخالفین
بدانکہ اگر چہ حق میاں ہر چہار مذہب دائر است ولیکن مقلد را اتباع مذہب معین نمودن اسلم
است بلکہ واجب الخ۔ یہ جواب تقریباً چار صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مدرسہ محمدیہ ہالہ
قدیم حیدرآباد سندھ، اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ، کراچی کے کتب خانوں میں موجود ہے۔

....

فرائض الاسلام

بزبانِ عربی مطبوعہ تعداد صفحات:۱۲۱

مؤلف: فیلسوف اسلام، فقیہ دیار سندھ، مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ المتوفی ۱۱۷۴ھ
سنہ تالیف: ۸ رجب المرجب ۱۱۷۱ھ ۔سنہ طباعت: ۲۷ر ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ
مطابق ۱۸۹۵ء در مطبع ہندو پریس واقع دہلی طبع شُد۔
فقیر حسن محمد ساکن موضع عادل گڑھ معلم مشن ہائی سکول گوجرانوالہ کے ہاتھ کا لکھا
ہوا قلمی نسخہ اور مطبوعہ دونوں مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم حیدرآباد، سندھ کے کتب خانہ میں موجود
ہیں۔ حال ہی میں مخدوم محمد ہاشم اکیڈمی بھینڈہ شریف نے بھی شائع کی ہے۔ اپنے موضوع
پر عدیم المثال اور نرالی کتاب ہے۔

....

فقہ شریف

مؤلف:۔ مخدوم محمد صالح بن مخدوم محمد ابراہیمؒ المتوفی ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ
بزبان سندھی اوراق: ۳۲۔ سوال وجواب کے عنوان پر مسائل قربانی بیان کئے ہیں۔

فتاوی دار العلوم دیوبند

فتاوی دار العلوم دیوبند میں امداد المفتین والا حصہ فقیہ، سندھ، مفتیٔ اعظم، مفتی محمد
شفیع صاحبؒ دیوبندی سندھی، سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند، بانی وصدر دار العلوم کراچی،
سندھ کے سیال ورواں قلم کا فقہی کارنامہ ہے۔ امداد المفتین کو دورِ حاضر کے تقاضوں کے
مطابق اور تمام علمی حلقوں میں مستند ومعتبر تسلیم کیا جاتا ہے۔

....

فاتحۃ الکلام فی قرآۃ خلفِ الامام

امام کے پیچھے مقتدیوں پر حضرات حنفیہ کے نزدیک قرأۃ فاتحہ واجب نہیں۔ اس
اختلافی مسئلہ پر مفصل مدلل کلام کیا گیا ہے۔

....

فتح الکلام فی کیفیت اسقاط الصلوٰۃ و الصیام

تالیف: مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ زبان فارسی۔ مطبوعہ: در مطبع محمد وزیر واقع کلکتہ۔
ابتداء تالیف: ۲۰ر شوال ۱۱۳۳ھ بشب جمعۃ المبارک۔
چوبیس صفحات پر مشتمل چھوٹا سا رسالہ ہے۔ جس میں پانچ فصلیں ہیں:
(۱) در بیان احکامِ وجوب دادن فدیہ بر ولی میت از ترکہ میت۔ (۲) مقدار
فدیہ صلوٰۃ وصیام۔ (۳) آنکہ لازم است بر ولی اداء سائر حقوق واجبہ بر میت غیر صلوٰۃ و
صیامات از ترکہ میت۔ وچنانکہ لازم است بر ولی اداء فدیہ صلوٰۃ وصیامات میت بشرطیکہ
وصیت کردہ باشد۔ (۴) کیفیت اسقاط الصلوٰۃ والصیام بفدیہ۔ (۵) بعضے مسائل
متفرقہ۔

متعلقہ باحکام بقد یہ خاتمہ ان مبارک الفاظ سے فرمایا :

و هذا اوان اتمام و ختم الكلام و بالله سبحانه و تعالى المبدا ء والا ختتام وله الحمد على الدوام و الصلوٰة والطيبات مع السلام على سيد نامحمد شفيع الانام و على آله و صحبه الكرام ما دا مت الليالي والايام ودارت الشهور والا عوام والحمد لله وحده، وصلى الله تعالى على من لا نبي بعدهٗ وسلم تسليماً كثيراً۔ (آمين)

....

فتاویٰ قاسمیہ

مؤلفہ : مولانا محمد قاسم گڑھی یاسین

صرف ایک جلد مطبوع ہے۔باقی مجلدات تا حال زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوسکیں۔

....

فتاویٰ رحمانی

تالیف :۔ مخدوم مولانا عبدالرحمٰن بن عنایت اللہ سندھیؒ درزبان فارسی بحوالہ مہران ص:۱۱۴۔

....

فتاویٰ پورانی

جامع فتاویٰ پورانی : مولانا محمد میرؒ۔بحوالہ تحفۃ الکرام ص:۶۱۱

....

فرائض الاسلام

تالیف :۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ بزبان سندھیؒ تعداد صفحات: ۶۸۸۔مطبوعہ

۱۲۹۱ھ ابتداء کتاب میں مکمل فہرست درج ہے۔

....

فاكهة البستان

تالیف : فقیہِ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

....

فتاویٰ فقہ سندھی

مؤلفہ:۔ مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔مملوکہ مدرسہ عربی ہالہ قدیم حیدرآباد، سندھ۔

....

فتح الغفور في وضع الايدي في الصدور

مؤلفہ: مولانا محمد حیات سندھیؒ

بعض لوگ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں اِس بارہ میں لاجواب تصنیف ہے۔

....

(ق)

قرآن میں نظام زکوٰۃ

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

زکوٰۃ کے متعلق آیات قرآنی کی تفسیر۔زکوٰۃ کن اصولوں پر قائم ہے اور اس کے نصاب اور مصارف کا تعین اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

....

(ک)

کتاب لاربع مذاهب المعروف چهار مذهبی

بزبان عربی۔ قلمی، غیر مطبوع تعداد صفحات: ۱۴۲

مؤلف: فقیہ سندھ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ المتوفی ۱۱۷۴ھ کاتب کا نام درج نہیں ہے۔

فہرست کتاب الطہارت سے کتاب الرحمٰن تک درج ہے۔ لیکن اخیر کتاب ناتمام ہے۔ کاغذ کرم خوردہ بوسیدہ ہے۔ لیکن قابل استعمال و مطالعہ ہے۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ کے طرز پر چہار مذہب کے مطابق مسائل بیان فرمائے ہیں۔ جو حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کی فقہی بصیرت اور دوررس نگاہ کا واضح ثبوت ہے۔ مدرسہ عربیہ محمدیہ ہالہ قدیم میں موجود ہے۔

کتاب الفقه

مؤلف: مخدوم جعفر بوبکانیؒ

بزبان فارسی۔ خوشخط۔ تقطیع خورد اول آخر ناقص، غیر مطبوع، عقائد کے بعد نماز روزہ زکوٰۃ حج کے مختصر مسائل بیان کئے ہیں۔

مکتبہ شاہ ولی اللہ کالج منصورہ رقم عربی مخطوطات ۵۰ درج ہے۔

کشف الریب عن علم الغیب

تالیف:۔ مفتیٔ اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب دیوبندیؒ

یہ علم غیب کے سلسلہ پر آیات قرآنی، ارشادات نبوی ﷺ اور آئمہ فقہاء صوفیاء کی تحقیقات کا بہترین مجموعہ ہے۔

کشف الغنا عن وصف الغناء

تالیف: مفتیٔ اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ دیوبندی

اس میں غناء مزامیر اور موسیقی کے بارے میں قرآنی آیات کی تفسیر اور احادیث کی تشریح کر کے مسئلہ کو مدلل کیا گیا ہے۔

کشف الدجاء عن وجه الرّبوا

تالیف:۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

حیدرآباد دکن کے مفتی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ربا صرف خرید و فروخت میں ہے۔ قرض میں نہیں مولانا موصوف نے یہ رسالہ اس کے رد میں لکھا۔

کیفیت مسح الرأس

تالیف:۔ فقیہ سندھ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

کشف الرین عن مسئلة رفع الیدین

تالیف:۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

کحل العین بما یقع من و جوه القرأة بین السورتین

مؤلفہ:۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

کشف الغطا عما یحل و یحرم من النوح و البکاء

مؤلفہ: الشیخ محمد حسن الفاروقی مجددیؒ

....

کشکول

اسم بامسمیٰ' مسائل فقہ کا بے ربط و بے جوڑ گنجینہ ہے۔ جس میں علماء سندھ سے کئے گئے مختلف استفسارات کے جوابات ہیں ۔ نہ معلوم ان گلہائے رنگا رنگ کے گلدستہ خوبی کو کس باذوق فریفتۂ علم نے ترتیب دیا ہے۔ یہ کشکول فاضل مکرم جناب ڈاکٹر محمد ایوب صاحب قادری ناظم آباد کراچی کے کتب خانہ کی زینت ہے۔ اب یہ کتاب دارالاشاعت لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔

....

(گ)

گناہ بے لذت

تالیف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس رسالہ میں ایسے گناہوں کا بیان ہے جن میں نہ کوئی ظاہری لذت ہے نہ کوئی معاشی مجبوری۔ محض غفلت و بے پروائی سے لوگ ان میں مبتلا ہیں۔ اگر ذرا بھی فکر کریں تو ان گناہوں کو فوراً چھوڑ سکتے ہیں۔ اس رسالے میں قرآن و حدیث سے ان گناہوں کے سخت عذاب و وبال کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ایک دوسرا رسالہ صغائر گناہوں کی فہرست کا لگا دیا گیا ہے۔

(ل)

لباس الاحمر

مؤلف:۔ مخدوم روح اللہ مرحومؒ۔ قلمی، اول آخر ناقص

ناقابل مطالعہ ہے۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ مرحوم کالج منصورہ۔ نمبر اندراج: ۳۱ عربی مخطوطات۔

....

لباب المناسک

تالیف:۔ مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ

مملوکہ کتب خانہ رام پور بانکی پور آصفیہ بحوالہ الثقافت الاسلامیہ ص ۱۱۷۔

....

(م)

مفتاح الصلوٰۃ

مؤلف:۔ سید علی محمد شاہ دائری سندھیؒ تعداد صفحات: ۲۹۱

مطبوعہ مرغوب، ہر دیار، بمبئی بھارت۔ باہتمام عبدالصمد ولد حاجی محمد مقیم مخدوم نورنگہ۔ تاریخ اشاعت: ۷رذی الحجہ ۱۲۹۳ھ یہ کتاب صرف مسائل نماز میں ہے۔ سندھی زبان میں مسائل نماز پر ایسی مفصل و جامع اور مقبول عام کتاب شاید مشکل سے دستیاب ہو۔ کتاب کی مقبولیت عامہ حضرت مؤلف کی فقہی بصیرت کا واضح ثبوت ہے۔ مدرسہ محمدیہ

ہالہ قدیم حیدرآباد کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

....

مصباح المنیر

بزبان عربی   تقطیع خورد   تعداد صفحات : ۲۶

مؤلف مولانا محمد قائم بن محمد صالح سندھیؒ اترائی مولدًا، بخاری وطنًا وقرارًا، حنفی مذہبًا القادری مشربًا، فراغ آں ۲۶/ذی الحجہ بروز جمعۃ المبارک ۱۱۴۸ھ خط عمدہ، کاغذ بوسیدہ وکرم خوردہ۔

و یطمئن القلوب بعون الملك فتكون منفعة عامة و منحة تامة۔

جا بجا مصنف کے قلم سے حواشی بھی موجود ہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی سندھی نے اپنے رسالہ اوزان شرعیہ میں اس کے حوالے دیئے ہیں۔ قلمی نسخہ مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم سندھ میں موجود ہے۔

....

معلم الحج

مؤلف: احمد بن محمد اسلام سندھیؒ

بزبان سندھی مطبوعہ تعداد صفحات ۲۱۰، کاتب عبداللہ

....

مجموعة تحریرات المتفرقه لعلماء السند

متفرق مسائل پر چند استفتاء ہیں۔ جو مختلف اہل فتویٰ حضرات سے دریافت کئے گئے تھے۔

....

معلم الاسلام (بزبان سندھی مطبوعہ)

مترجم:۔ مولانا دین محمد ادیب مرحوم

مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی نوراللہ مرقدہٗ کی عام فہم کتاب تعلیم الاسلام کا ترجمہ ہے۔ وادیٔ مہران کے دینی کتب خانوں میں عام طور سے مل جاتی ہے۔

....

مسائل اربعین فی بیان سنّة سید المرسلین

مولانا شاہ اسحاقؒ دہلوی کا مشہور رسالہ ہے۔ اس کا ترجمہ سندھی زبان میں مولانا محمد بن اخوند محمد اسماعیل ہالائیؒ مرحوم نے کیا ہے۔ کاتب محمد قرنائیؒ، سنہ کتابت ۱۳۳۰ھ بزبان سندھیؒ غیر مطبوع، خوشخط، تعداد صفحات ۴۷۔ ولادت ووفات اور شادی بیاہ کے مسائل پر مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے محمد باز خان رئیس بھیکم پور نے ۳۵ سوالات کے جوابات مانگے تھے۔ جن میں اسی نوع کے پانچ سوال کا اضافہ کر کے یہ رسالہ مکمل کیا گیا۔ جوابات سید ابومحمد مہر امین جاسیری کو شاہ اسحاق صاحبؒ نے لکھوائے۔ اس کے اردو میں کئی ترجمے ہوئے۔ یہ سندھی ترجمہ ہے۔

....

مسائل العشرون

مسائل اربعین کی طرح سوال و جواب کے طرز پر مولانا محمد ہالائی مرحوم کا یہ دوسرا رسالہ ہے۔ البتہ اس کی زبان فارسی ہے۔ ہر دو رسائل مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

....

مختصر فتاویٰ احمدی

بزبان سندھی۔تعداد صفحات:۲۱۳قلمی:غیر مطبوع

مؤلف:مولانا مفتی احمد بن مفتی محمد بن اخوند محمد اسماعیل ہالائی ؒ المتوفی ۱۳۲۷ھ

مختصر فتاویٰ احمدی فتاویٰ محمدیہ فی احکام الاحمدیہ کی تلخیص ہے۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔یہ کتاب بھی اپنے اصل الفتاویٰ المحمدیہ فی احکام الاحمدیہ کی طرح غیر مطبوع،صحیح سالم،اچھی حالت میں مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم ہی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔خط عمدہ،صاف ستھرا ہے۔

آغاز الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی اصحابہ اجمعین۔ خطبہ مسنونہ کے بعد مؤلف مرحوم نے وجہ اختصار ذکر فرمائی۔ جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

اما بعد ! بندہ کم فہم فقیر احمد ہالائی حضرات اہل اسلام خصوصاً محبانِ علم فقہ کی خدمت اقدس میں عرض پرداز ہے کہ آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ جناب حضرۃ مولانا و قبلتنا عزہ اللّٰہ تعالٰی و جعل الجنۃ مثواہ نے اس حقیر کی پیدائش کے زمانہ میں علم فقہ میں ایک کتاب مسمّٰی بہ الفتاوی المحمدیہ فی الاحکام الاحمدیہ المعروف فتاوی احمدی مرتب فرما رہے تھے۔اور اس کی تالیف کا سبب اور علتِ غائی مجھ حقیر کی پیدائش ہی کو ٹھہرایا تھا۔اور آپ نے اس کتاب کا اسم شریف بھی مجھ نحیف کے نام کی طرف منسوب فرمایا۔اور مولانا مرحوم جن کا اس کتاب کی تالیف سے نہ صرف مجھ فقیر کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ و مقصود تھا۔بلکہ آپ کا ارادہ عمومی افادہ تھا۔اور ظاہر ہے کہ کسی بھی قلمی کتاب سے عام لوگوں کو فائدہ اٹھانا محال بلکہ ناممکن ہے۔اور اس حقیر کو کچھ عرصہ سے فتاویٰ کو طبع کرانے کا کافی شوق دامن گیر ہے۔مگر تا حال بمصداق کل امر مرھون لوقتہٖ کے اس ارادے میں کامیابی نہیں ہو رہی۔لیکن عزم بالجزم کیا ہوا ہے۔ان شاء اللہ العزیز عن قریب چند ایام

میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔یہ امر واضح رہے کہ کتاب مستطاب فتاویٰ احمدی میں حضرت مولانا مرحوم ؒ نے ہر ایک جواب کے بعد عربی و فارسی کی فقہی عبارتیں اور بعض مقامات پر علماء سلف کی تحریریں ذکر فرمائی ہیں۔لیکن تقاضاء وقت کے موجب خصوصاً سندھی تعلیم یافتہ حضرات کیلئے عربی و فارسی عبارات کا ذکر کرنا بے سود تھا۔اور ان کے لئے فقط اسی کتاب کا حوالہ دے دینا کافی تھا۔اس لئے یہ حقیر بھی ایسا ہی کرنے کو بہتر اور اچھا جانتے ہوئے کتاب موصوف کا اختصار کرنے میں مصروف ہوگیا۔واللّٰہ الموفق للاتمام والمیسر للاختتام۔

فقیر احمد عفی عنہ

ہالہ قدیم ضلع حیدرآباد سندھ

مظہر الانوار

مؤلف:۔الفاضل المخدوم محمد ہاشم سندھی ؒ کاتب: جمال الدین لوہار ساکن خیرپور میرس

سنہ کتابت: ۲۴/ ذی قعدہ ۱۲۲۲ھ۔سنہ تالیف : ۱۱۲۵ھ تعداد صفحات: ۳۹۴۔

مسائل روزہ پر مشتمل متن و شرح دونوں مخدوم علیہ الرحمۃ کی تالیف ہیں۔

مسئلہ سود

تالیف: مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب ؒ کراچی

سود کی شرعی حیثیت :

قدیم طرز کے مہاجنی اور جدید قسم کے تجارتی بینکوں کے سود کی مفصل تحقیق اور عام شبہات کا جواب،قرآن مجید کے اندر جو سات آیتیں سود کے متعلق آئی ہیں ان کی مفصل

تفسیر اور سود کے متعلق چالیس (۴۰) احادیث سود کی دینی ودنیوی خرابی اور بربادی کا مفصل بیان۔ اِس موضوع پر نہایت شافی وکافی تصنیف ہے۔

مامول القبول فی ظل الرسول

تالیف : مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب دیوبندیؒ

رسول ﷺ کا سایہ پڑتا تھا یا نہیں؟ اس کی مفصل ومدلل تحقیق ہے۔

موزوں پر مسح

تالیف : مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

یعنی رسالہ " نیل المارب فی المسح علی الجوارب " جس میں کپڑے کے موزوں پر چڑھا کر مسح کرنے کے متعلق مفصل تحقیق ہے کہ کس صورت میں مسح جائز ہے اور کس صورت میں جائز نہیں۔

مخزن الروایات

مؤلفہ : مفتی محمد سندھیؒ

فقہی فیصلوں کی تحریرات کا مجموعہ ہے۔ (ماہنامہ الرحیم ص: ۷۸)

مفتاح المصلی

مؤلف:۔ مخدوم ابوالحسن ڈاھری سندھیؒ

مجموعہ فتاوٰی محمدیہ

مؤلف: مولانا محمد عبدالحفیظ صاحبؒ سابق مفتی شاہی مسجد آگرہ

دارالافتاء احناف اہل السنۃ والجماعت

(ناظم جمعیۃ العلماء پاکستان گارڈن ویسٹ کراچی ۲۱۴ پیر کالونی کراچی)

منال الرجاء فی شروط الاستنجاء

مسائل استنجاء کے بیان میں ۲۵ صفحات کا یہ رسالہ مخدوم محمد عابد بن احمد علی انصاری خزرجی ایوبی سندھیؒ کی کاوش علمی اور جودت تحقیق کا نتیجہ ہے۔ کاتب فتح محمد، کتابت سے فراغت کی تاریخ ۱۲ جمادی الاولیٰ بروز جمعۃ المبارک ۱۳۲۴ھ درج ہے۔

مختصر مصلح المفتاح

تالیف:۔ الحاج الحافظ القاری سید علی محمد شاہ مرحومؒ دائرہ وادی، خلف الرشید مخدوم مرحوم میاں محمد مقلوی۔ بزبان سندھی مطبوعہ فیض سحانی کوٹری بندر ۱۳۱۰ھ اس کتاب کو مؤلف نے بعمر چوراسی (۸۴) سال ربیع الاول میں مکمل فرمایا۔

مدالباع الی تحریر الصاع

مؤلف:۔ فقیہِ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

معیار النقاد فی تمیز المغشوش عن الجیاد

مؤلف:۔ فقیہِ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

مختار الاطوار فی اطوار المختار

مؤلف:۔مخدوم ابوالحسن الصفیر سندھیؒ

....

مجموعة الرسائل السندية فی الفقه

جامع : عبدالرحیم بن سعداللہ سندھی بحوالہ بذل القوۃ

....

مجمع الانهر بشرح ملتقى الا بحر

تالیف:۔مولانا عبدالحق ؒ سجاول سندھ

....

مقدمة الصلوٰة

تالیف:۔مولانا عبدالحمید سندھیؒ

....

مجمع المناسك

تالیف:۔مخدوم رحمت اللہ سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

....

مسائل الذبائح والإصطياد المسمّٰى راحة المؤمنين

مؤلفہ : مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ۔

مملوکہ الکلیۃ الشرقیہ حیدرآباد

....

(ن)

نزهة الاذهان فی ترجمة منزلة الاعيان من فاكهة البستان

مترجم:۔مولانا محمد مرحومؒ مدرس دارالرشاد سندھ

غیر مطبوعہ قلمی۔تقطیع خورد۔تعداد صفحات،۳۵

پیر آف جھنڈا کے حکم پر مترجم نے مرحوم مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی کتاب فاکھۃ البستان کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ابتداء میں مکمل فہرست دی ہوئی ہے۔کتاب دس فصلوں پر محیط ہے۔جس میں احکام ذبح،شکار،ذبح اضطراری وغیرہ کے تفصیلی مسائل بیان ہوئے ہیں،مکتبہ عالیہ علمیہ میں موجود ہے۔

....

نور الابصار

مؤلف : مخدوم میاں عبداللہ مرحومؒ۔بزبان سندھی مطبوعہ۔تعداد صفحات:۵۳۵

نماز روزہ کے مسائل پر مشتمل ہے کتب خانہ راشدیہ پیر جھنڈا سالم نسخہ موجود ہے۔

....

نور العينين فی اثبات الاشارة فی التشهدين

مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ بزبان عربی۔تقطیع خورد صفحات:۲۹

سنہ اختتام تالیف ۱۲ شوال ۱۱۳۹ھ کاتب فقیر عبدالجلیل ساکن قریہ دیوسمہ۔

حالت تشہد میں رفع سبابہ کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس رسالہ میں پانچ باب اور ایک خاتمہ ہے۔

الباب الاول فیما جاء فیه من الاحادیث النبویة علی صاحبها اطیب الصلوٰة وازکی التحیة و ماجاء فیه من الصحابة و التابعین و من قرب منهم رضی الله عنهم و فیه فصول ثلثة۔

الفصل الاول : فیما جاء فیه عن رسول الله ﷺ۔

الفصل الثانی : فیما جاء فیه عن الصحابة رضی الله عنهم۔

الفصل الثالث : فیما جاء فیه عن التابعین و من قرب منهم رحمهم الله۔

الباب الثانی : فی شرح الاحادیث السابقة المرفوعة و الموقوفة و بیان معانیها مع اختصار۔

الباب الثالث : فی بیان ان القول بنفی الاشارة لیس فیه حدیث وارد عن النبی ﷺ ولا عن الصحابةؓ۔

الباب الرابع : فی بیان الروایات الفقهیةمن مذهب الحنفیة الدالة علی ثبوت الاشارة و هی کثیرة۔

الباب الخامس : فی ذکر ما استدل بهٖ النافون للإشارة مما زعموه دلیلاً علی مدعاهم و الجواب عن کل واحد منها نقلا و عقلا۔خاتمة الرساة فی ذکر تنبیهات مناسبة للمقام فیه۔

تنبیه : و اماوقت الاشارة فعند الشافعیة یرفعها اذا بلغ الهمزة من قوله الا الله لحدیث ان النبی ﷺ کان یشیر بها للتوحید و قالت الحنفیة یقیم اصبعه عند قوله لا اله و یضعها عند قولهٖ الا الله۔فیکون الرفع للنفی و الوضع للاثبات۔قال ابن امیرا لحاج فی شرح المنیة و هذا احسن و الحدیث ظاهر فیه فان التوحید مرکب من نفی و اثباتِ فیکون رفعها اشارة الی احد شقی التوحید و هو نفی الالوهیة عن غیرا الله و وضعها اشارة الی شق الاٰخر و هو اثبات الا

لوهیة لِلّٰه وحدہٗ فیقع بها الا شارة الی مجموع التوحید بخلاف قولهم فانه انما یقع الاشارة الی الشق الثانی منه فقط و یخلوا و ضعها من الفائدة و هو خلاف۔

یہ رسالہ اپنے کاتب کی ملک بھی رہ چکا ہے۔اس وقت مکتبہ عالیہ علمیہ کے کتب خانہ میں ہے۔

....

نشرحلاوی المعارف و العلوم فی الرد علی من نصر الکفار و اهل الرسوم

علامہ مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ کا فقہی خط

تقطیع خورد: تعداد اوراق:۱۲۲، کتابت معمولی درجہ کی ہے۔سرورق پر حاشیہ میں مصنفؒ کے قلم سے سرخ روشنائی سے یہی نام تحریر ہے اور نیچے مصنف کی مہر ثبت ہے۔لیکن خاتمہ کتاب میں خود مصنف کی عبارت میں یہ نام اس طرح مذکور ہے: و لما حصل التمام و صار مسکی الختام و کان اعداد "نشرحلاوی المعارف وا لعلوم" یعطی تاریخ عام الاختتام سَمَّیتهٗ بنشر (حلاوی ۱۲۱۰،المعارف) و العلوم علی اولی الاذهان والفهوم" تقطع بنیة اعداء الحق من اهل الشرك والعادات والرسوم۔

اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جابجا مصنف کے قلم سے حواشی میں اصل کتاب پر اضافہ ہے۔نشرحلاوی المعارف والعلوم جیسا کہ عبارت مذکور میں مصرح ہے تاریخی نام ہے۔ جس سے اس کا سال تصنیف ۱۲۱۰ھ معلوم ہوتا ہے۔ سابق میں گزر چکا ہے ۱۲۰۹ھ میں مصنف نے دماج المغنم اور املاۃ اذی البید دو رسالے تصنیف کئے تھے۔پہلا رسالہ جودھ پور کے دارالحرب ہونے کے ثبوت میں تھا اور دوسرا سندھی ہندوؤں کے ذمی نہ ہونے کے اثبات میں۔شیخ عثمان کی تحریک پر ان کے شاگرد محمد صادق نے "ذب الظلمة عن مال اهل

الذمہ'' کے نام سے دماج المغنم کا جواب لکھا تھا۔ جس میں جودھ پور کو دارالاسلام قرار دینے کی ناکام کوشش کی تھی اور خود استاذ نے املاۃ اذی البید کی تردید میں قلم اٹھایا تھا۔ اور سندھی ہندوؤں کو حربی قرار دینے کی مخالفت کی تھی۔ ''نشر حلاوی المعارف والعلوم'' ان دونوں کا مبسوط رد ہے جس میں اصل بحث تو ان ہی دونوں مسئلوں سے متعلق ہے۔ مگر ضمن میں نحو، بلاغت ،اصول فقہ اور تصوف کے متعدد مسائل زیر بحث آ گئے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے مصنف کی جلالت علمی اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے۔ مصنف کے پاس مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا۔ جس پر مصنف کو کافی عبور تھا۔ ورق ۵۳ پر خود مصنف کے الفاظ ہیں :

و فی قبضة تملکی نحو من الف مجلد من کتب العلوم و مهارتی بمعرفة الکتب و میّز بعضها عن بعض حسب ذالك۔

ابتداء میں کتاب میں علماء حق کی فضیلت اور علماءِ سوء کی برائی مذکور ہے۔ پھر دماج المغنم کے خطبہ پر شیخ عثمان کا جو اعتراض تھا اس کا تفصیلی رد ہے، ورق ۱۹ سے ''ذب الظلمة'' کی تردید شروع ہوتی ہے۔ دارالاسلام کب دارالحرب ہوتا ہے؟ اس پر مصنف نے بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ صاحبین (امام ابو یوسفؒ ومحمدؒ) کے نزدیک جب دارالاسلام پر کفار احکام شرک کا اجراء کریں تو وہ دارالحرب بن جاتا ہے۔ لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک دو باتیں اور ضروری ہیں :

(۱) وہ مقام دارالحرب سے اس طرح ملا ہو کہ دونوں کے بیچ میں مسلمانوں کا کوئی ایسا شہر نہ ہو جہاں سے اس جگہ مدد پہنچ سکے۔

(۲) امان اوّل باقی نہ رہے۔ یعنی کفار کے استیلاء سے قبل مسلمانوں کو جو اپنے اسلام کی بناء پر اور ذمی کو جو عقد ذمہ کی بناء پر امان حاصل تھی وہ ختم ہو چکی ہو اور مسلمان ذمی کفار سے امان لئے بغیر قطعاً نہ رہ سکیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف درحقیقت اختلاف عصر

وزمان ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک دارالحرب ہونے کے لئے کفار کا پورا غلبہ اور قوت معتبر ہے ''جودھ پور'' امام صاحبؒ کی ہر سہ مذکورہ بالا شرائط کی بناء پر بھی دارالحرب ہی ہے۔ احکام کفر کا اجراء تو وہاں ظاہر ہی ہے۔ بت پرستی بھی عام ہے۔ مسلمانوں کو با آواز بلند اذان کہنے کی ممانعت ہے۔ حلال جانوروں کے ذبح کرنے پر دارو گیر ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے گھر میں بھی خفیہ طور سے کسی مرغ یا پرندہ کو ذبح کر ڈالے اور انہیں خبر ہو جائے تو اس کی گردن اڑا ڈالیں، یا مار پیٹ، گالی گفتار اور مال لے کر اسے اذیت پہنچا کر رہیں۔ ہم نے ایک معتبر شخص کی زبانی سنا ہے کہ ان ہی دنوں کسی مسلمان نے ایک حلال جانور کا ذبیحہ کیا۔ جس پر کافروں نے اس کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور آخر میں جب ایک عالم نے جو جودھ پور کے ہی نواح کا رہنے والا تھا حکام سے اس کی سفارش کی تو اس غریب کو قتل کر دیا گیا۔ بیچارے کا مال واسباب لوٹ کر اس کے بیوی بچوں کو غلام اور لونڈی بنالیا اور اس کی مذہبی کتابوں کیساتھ وہ نازیبا سلوک کیا کہ بیان کے لائق نہیں۔

ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ وہاں محض مسلمانوں کو چڑانے اور اسلام کا مذاق اڑانے کیلئے ایک نام نہاد مدعی اسلام کو جو محض جاہل مطلق ہے، عہدہ قضا تفویض کیا گیا۔ اور اس نالائق کا نام قاضی گنگا رام رکھ چھوڑا ہے۔ کوئی مسلمان ان کے یہاں اعلانیہ ختنہ نہیں کرا سکتا۔ جمعہ، جماعت کو کھلے بندوں قائم نہیں کر سکتا، کسی معروف شرعی کو علی الاعلان کہہ نہیں سکتا اور کسی منکرِ دینی کو ظاہر میں روک نہیں سکتا۔ اگر ہمارے دیار کا کوئی امیر ان کو اسلام کی دعوت دے یا جزیہ قبول کرنے کیلئے کہے تو فوراً آمادہ پیکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب مرحوم میر بجار تالپور نے سندھ کے اطراف میں ان کی خالی اور بنجر زمین کے قریب قلعہ تعمیر کیا تو انہوں نے اِسے دھوکہ سے قتل کرا کے دیارِ سندھ میں ایسا عظیم فتنہ برپا کیا جس کی آگ کے شرارے ابھی تک نہیں بجھ سکے۔ پھر ان اشقیاء نے لشکر جمع کر کے ہمارے دیار کے امراء

مسلمین کیساتھ جنگ چھیڑ دی۔جس میں سخت معرکہ ہوا۔میر فتح محمد خان تالپور اسی جنگ
میں زخمی ہوا۔بالآخر حق تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح نصیب فرمائی۔دوسری مرتبہ پھران کی فوج
سے مقابلہ ہوااوراسی میں میر سہراب خان کا بھائی غلام محمد مقتول ہوا۔اورآج تک سندھ کے
مسلمان امراء سے یہ نہ ہوسکا کہ قلعہ عمرکوٹ کو ان سے خالی کرالیتے جس کو انہوں نے اس
سے چھین لیا تھا اور نہ کسی کو میر بجاریا میر غلام کے خون کا انتقام لینے کی قدرت حاصل ہوئی۔
حالانکہ ان کے جانشینوں میں میر فتح علی خان،میر غلام علی خان،میر مراد علی خان،میر غلام
حسین،میر بہرام اور سہراب جیسے مشاہیر حکام اور صاحبان سپاہ لشکر گزرے ہیں۔کیونکہ
امراءسندھ کے مقابلہ میں ان کی سپاہ کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے۔جودھ پور کی مساجد دوسو
برس یا اس سے زیادہ ہونے کو آئے کہ کھنڈر پڑی ہوئی ہیں۔اور بعض مسجدیں جو باقی بچی
ہوئی ہیں ان میں کسی میں اگر مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو باآواز بلند اذان نہیں کہہ سکتے۔بعض
مسجدیں جو پیشاپ خانوں،پاخانوں اور غسل خانوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔بعض میں
اونٹ،گھوڑے،گدھے اور گائے،بھینس بندھتی ہیں۔خدا جانے مسلمان کہاں ہیں اور
غیرت اسلامی کہاں گئی؟

رہا دارالحرب سے متصل ہونا! سو جودھ پور میں یہ بھی ہے۔مشرق میں اودے پور
اور مرہٹوں کا علاقہ ہے۔مغرب میں جیسلمیر اور سوڑتھ ہے۔شمال میں سکھ قوم اور سندھیا کی
حکومت ہے جنوب میں کچھ،گجرات،کاٹھیاواڑ،جھالاواڑ،وغیرہ ہیں۔اور تیسری شرط کہ
وہاں کوئی مسلم اور ذمی امانِ اول پر باقی نہ ہو یہ بھی ظاہر ہے۔مدتوں سے جودھ پور میں
مسلمان بغیر مشرکوں سے امان لئے مامون نہیں اور ذمی کا تو سرے سے وجود ہی ندارد ہے۔
ہمارے دیارِ سندھ میں بھی اگرچہ اسلام کا غلبہ زائل ہو چکا ہے،علانیہ شرابیں کشید کی جاتی
ہیں،نرد و شطرنج کی بازی ہوتی ہے،رنڈیوں سے ان کی خرچے کی آمدنی میں سے حکومت

ٹیکس وصول کرتی ہیں،ہیجڑوں پر مالی ٹیکس مقرر ہے۔چاول وغیرہ سے مسکرات وغیرہ تیار
کئے جاتے ہیں،دکانوں پر بت پرستی ہوتی ہے،کفار کے معابد میں فضاء آسمانی میں چراغ
روشن ہوتے ہیں،تاکہ کفار کی شہرت قوی رہے،مساجد غیر آباد ہیں،نماز روزہ وغیرہ
عبادات کے قیام کی کوشش نہیں ہے۔مقدمات کے فیصلوں میں مکھیاون کی طرف رجوع
ہے۔اگر کوئی مسلمان قاضی مکھیاون کی مخالفت کرے تو اسے ایذاء دی جاتی ہے۔یہی وجہ تھی
کہ میں ٹھٹھہ سے جو اس وقت میر فتح علی خان تالپور کے زیر نگین تھا،بندر کراچی کی طرف
ہجرت کر گیا تھا۔اس زمانے میں میر نصیر خان زندہ تھا،گو کراچی میں بہت سی بدعتیں تھی۔
تاہم میر فتح علی خان کی عملداری سے کم تھیں۔نصیر خان کے انتقال پر جب میر فتح علی خان
قلعہ کراچی کا وارث ہوا تو پھر بدعات وکفریات کی وہاں بھی ایسی اشاعت ہوئی کہ اس کے
بیان سے دل تنگ اور زبان گنگ ہے۔تالپوریوں کے عہد میں بہت سے مشرکین نے
مسلمان عورتوں سے نسری کی اور بہت سے مسلمان لونڈیاں اور غلام کافروں کے قبضۂ
تصرف میں تھے۔ان سب چیزوں کے باوجود نواب میر فتح علی خان کی عملداری میں گو اہل
اسلام بہت ہی مغلوب ہوئے ہیں اور کفار حاکمِ مذکور کے اقبال سے بہت سر چڑھ گئے
ہیں۔تاہم اس دیار پر دارالحرب ہونیکا حکم نہیں لگایا جائیگا۔اسی طرح ملتان اگرچہ سکھوں
کے قبضہ میں ہے اور بندر سورت اور بندر بمبئی پر اگرچہ فرنگیوں کی حکومت ہے تاہم وہ دارا
لاسلام ہیں۔کیونکہ وہ شرطیں جن کی بناء پر دارالاسلام دارالحرب بن جاتا ہے۔وہاں موجود
نہیں ہیں۔ان مقامات پر مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلے مسلمان قاضیوں کی عدالت میں
طے ہوتے ہیں۔یہ مقامات دیار مسلمین سے اس طرح متصل ہیں کہ ضرورت پر اہلِ اسلام
کی مدد پہنچ سکتی ہے۔اور مسلمان اور ذمی امانِ اسلامی پر وہاں باقی ہیں۔اگرچہ ٹھٹھہ میں
مسلمانوں کا اقتدار ہے اور ملتان،سورت،بمبئی میں کفار کا۔اس کے بعد مصنف نے ثابت

کیا ہے کہ ان جودھ پوری کافروں کے ساتھ جنگ شرعاً جہاد ہے۔رہانیت کا سوال امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان تمام اعمال کی صحت کیلئے تو اس کا وجود ضروری ہے جو مقصود بالذات ہیں لیکن جو اعمال کہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود لغیرہ ہیں۔جیسے نماز کے لئے وضو اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جہاد تو ان میں نیت محض حصول ثواب کے لئے شرط ہے، ان اعمال کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔کیونکہ مقصود اصلی یعنی اس وضو سے نماز کا ادا ہونا اور اس جہاد سے دین کا بلند ہونا ہر حال میں حاصل ہے۔خواہ اس وضو اور جہاد میں نیت ہو یا نہ ہو۔ہاں یہ ضرور ہے کہ آخرت میں ثواب وعقاب کا دارومدار نیت ہی پر ہے۔مصنف نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں بہت سی حدیثیں پیش کی ہیں۔جیسے وہ حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں مروی ہے :

رب قتیل بین صفین اللّٰہ اعلم بنیتہ اور حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو سنن نسائی میں ہے کہ :

من غزا فی سبیل اللّٰہ و ہو لا ینوی الاعقالا فله ما نویٰ

اور طبرانی میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

ایما رجل تزوج امرأۃ فنویٰ ان لا یعطیها من صداقها شیئاً و هو زانٍ و ایما رجل اشتریٰ من رجلٍ بیعا ان لا یعطیه من ثمنه شیئاً مات یوم یموت و هو خائن ۔

....

نشیج الضحی فی قص اللحی

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر خود مصنف کے قلم سے اس رسالہ کا نام تحریر ہے۔اور نیچے مہر ثبت ہے۔

ورق (۵) پر مصنف کے قلم سے حاشیہ پر اصل کتاب میں اضافہ بھی ہے نشیج الضحٰی بھی تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۲ھ نکلتا ہے۔مصنف نے اس رسالہ میں ڈاڑھی کے ایک مشت کم کرنے کی حرمت شرعیہ کو بیان کیا ہے۔

....

نیل المرام فی حکم المسجد
الذی المبنیٰ بالمال الحرام

مؤلفہ : حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی

مال حرام مسجد کی تعمیر میں لگانے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

....

نفائس الفرائد

تالیف : مولانا قاضی عبدالغنیؒ

یہ رسالہ شموس الانوار مؤلفہ الحاج ولی محمد کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

....

(و)

وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجِلِ و الغنا

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر خود مصنف کے قلم سے تحریر ہے : وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل و الغنا للفقیر ابراهیم عفی عنه، شیخ عبدالرحمٰن احسائیؒ نے گانے بجانے

کے جواز پر ایک رسالہ لکھا تھا، جو مصنف کے رسائل کیساتھ مجلد ہے۔ مصنف کا یہ رسالہ اس کے ردّ میں ہے۔

....

(۵)

هداية الناس في ابقاء الشعر على الرأس

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

میرے خیال میں یہ پورا رسالہ خود مصنف کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جا بجا حواشی پر اصل کتاب میں اضافے بھی کئے ہیں۔ اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ سر پر بال رکھنا اور ان کو سر سے نیچے تک چھوڑے رکھنا مسنون ہے۔ اور عزیمت میں داخل ہیں، اور بلا ضرورت سر منڈوانے کی اگرچہ رخصت ہے۔ تاہم چونکہ وہ خوارج کا شعار رہ چکا ہے اس لئے کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔ خاتمہ میں مصنف نے تصریح کی ہے کہ یہ رسالہ چوتھائی دن سے کچھ زیادہ دیر میں تمام ہوگیا۔ اور مصنف کو خواب و بیداری کے درمیانی عالم میں اس کی تاریخ تالیف اغانی قوم الہام ہوئی جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۰۸ھ نکلتا ہے۔

☆ ☆ ☆

سندھ کے مسلم فرمانرواں اور ان کے ادوار

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر، مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا۔

عرب دور

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دارو جہاں بان و جہاں آراء
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تصور سے فروں تر ہے وہ نظارا

....

دولتِ اُمویہ اور ان کی علمی خدمات

اسلام روحانی اقدار کے باعث اگرچہ زمانۂ نبوت اور عہد خلافت راشدہ ہی میں اپنے قدم وادی سندھ میں جما چکا تھا۔ اور ایک حد تک اہل سندھ اسلامی تعلیمات اور پیغمبر ﷺ سے روشناس بھی ہو چکے تھے۔ لیکن باعتبار غلبہ وقوت کے اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک المتوفی ۹۶ھ کے زمانۂ خلافت میں خطۂ سندھ اسلام کے انوار سے منور ہوا اس لئے ہم اپنے مقالہ کا آغاز ولید بن عبد الملک کے دورِ خلافت سے کریں گے۔ اموی خلفاء

کیا ہے کہ ان جودھ پوری کافروں کے ساتھ جنگ شرعاً جہاد ہے۔ رہانیت کا سوال امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان تمام اعمال کی صحت کیلئے تو اس کا وجود ضروری ہے جو مقصود بالذات ہیں لیکن جو اعمال کہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود لغیرہ ہیں۔ جیسے نماز کے لئے وضو اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جہاد تو ان میں نیت محض حصول ثواب کے لئے شرط ہے، ان اعمال کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود اصلی یعنی اس وضو سے نماز کا ادا ہونا اور اس جہاد سے دین کا بلند ہونا ہر حال میں حاصل ہے۔ خواہ اس وضو اور جہاد میں نیت ہو یا نہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آخرت میں ثواب وعقاب کا دارومدار نیت ہی پر ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں بہت سی حدیثیں پیش کی ہیں۔ جیسے وہ حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں مروی ہے :

رب قتیل بین صفین اللّٰہ اعلم بنیتہ اور حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو سنن نسائی میں ہے کہ :

من غزا فی سبیل اللّٰہ و ھو لا ینوی الاعقالا فلہ ما نویٰ

اور طبرانی میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

ایما رجل تزوج امرأۃً فنویٰ ان لا یعطیھا من صداقھا شیئاً و ھو زانٍ و ایما رجل اشتریٰ من رجلٍ بیعا ان لا یعطیہ من ثمنہ شیئاً مات یوم یموت و ھو خائن ۔

.....

نشیج الضحی فی قص اللحی

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر خود مصنف کے قلم سے اس رسالہ کا نام تحریر ہے۔ اور نیچے مہر ثبت ہے۔

ورق (۵) پر مصنف کے قلم سے حاشیہ پر اصل کتاب میں اضافہ بھی ہے نشیج الضحیٰ بھی تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۲ھ نکلتا ہے۔ مصنف نے اس رسالہ میں ڈاڑھی کے ایک مشت کم کرنے کی حرمت شرعیہ کو بیان کیا ہے۔

.....

نیل المرام فی حکم المسجد الذی المبنیٰ بالمال الحرام

مؤلفہ : حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی

مال حرام مسجد کی تعمیر میں لگانے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

.....

نفائس الفرائد

تالیف : مولانا قاضی عبدالغنیؒ

یہ رسالہ شموس الانوار مؤلفہ الحاج ولی محمد کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

.....

(و)

وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجِل و الغنا

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر خود مصنف کے قلم سے تحریر ہے : وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل و الغنا للفقیر ابراھیم عفی عنہ، شیخ عبدالرحمٰن احسائیؒ نے گانے بجانے

کے جواز پر ایک رسالہ لکھا تھا، جو مصنف کے رسائل کیساتھ مجلد ہے۔ مصنف کا یہ رسالہ اس کے ردّ میں ہے۔

....

(۵)

هداية الناس في ابقاء الشعر علي الرأس

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

میرے خیال میں یہ پورا رسالہ خود مصنف کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جا بجا حواشی پر اصل کتاب میں اضافے بھی کئے ہیں۔ اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ سر پر بال رکھنا اور ان کو سر سے نیچے تک چھوڑے رکھنا مسنون ہے۔ اور عزیمت میں داخل ہیں، اور بلا ضرورت سر منڈوانے کی اگرچہ رخصت ہے۔ تاہم چونکہ وہ خوارج کا شعار رہ چکا ہے اس لئے کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔ خاتمہ میں مصنف نے تصریح کی ہے کہ یہ رسالہ چوتھائی دن سے کچھ زیادہ دیر میں تمام ہوگیا۔ اور مصنف کو خواب و بیداری کے درمیانی عالم میں اس کی تاریخ تالیف اغانئ قوم الہام ہوئی جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۰۸ھ نکلتا ہے۔

☆ ☆ ☆

سندھ کے مسلم فرمانروا
اور ان کے ادوار

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر، مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا۔

عرب دور

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آراء
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تصور سے فروں تر ہے وہ نظارا

....

دولتِ اُمویہ اور ان کی علمی خدمات

اسلام روحانی اقدار کے باعث اگرچہ زمانۂ نبوت اور عہد خلافت راشدہ ہی میں اپنے قدم وادی سندھ میں جما چکا تھا۔ اور ایک حد تک اہل سندھ اسلامی تعلیمات اور پیغمبر ﷺ سے روشناس بھی ہو چکے تھے۔ لیکن باعتبار غلبہ وقوت کے اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک المتوفی ۹۶ھ کے زمانۂ خلافت میں خطۂ سندھ اسلام کے انوار سے منور ہوا اس لئے ہم اپنے مقالہ کا آغاز ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت سے کریں گے۔ اموی خلفاء

کے متعلق عام تاثر یہ ہے کہ مذہب کی جانب ان کا رجحان کم تھا۔مگر یہ تاثر صرف غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔البتہ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کی علمی چمک دمک کا دور دولتِ عباسیہ سے شروع ہوتا ہے۔مثلاً علوم کا کتابی شکل میں مدّون کیا جانا اور مسلمانوں کا دیگر اقوام کے علوم حکمت کی جانب متوجہ ہونا۔لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اموی عہد علم وفن سے محض اجنبی تھا۔ درحقیقت دینی علوم کی بنیاد اس سے بھی قبل عہد رسالت وخلافت میں پڑ گئی تھی۔اس کے بعد اموی دور میں یہ امانت تابعین و تبع تابعین میں منتقل ہوئی۔جنہوں نے اس کو چہار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔اور اس کی تدوین کی طرف متوجہ ہوئے۔چنانچہ بڑے بڑے آئمہ تابعین اموی دور کی زینت ہیں۔اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا کتب خانہ اموی دور میں خالد بن یزید بن معاویہ نے قائم کیا تھا۔(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ص:۴۳ بابت مئی ۱۹۵۶ء)

البتہ دیگر اقوام کے علوم خلفاء عباسیہ کی توجہ کا مرکز بنے۔

ولید بن عبدالملکؒ

(عہد حکومت) ۸۶ھ/۷۰۵ء ...... تا ...... ۹۶ھ / ۷۱۳ء

ولید کی نجی زندگی مذہبی تھی تین دن میں ایک قرآن پاک ختم کرنے کی عادت تھی۔(دول اسلامی ذہبی ص:۴۸، ج:۱)

دوشنبہ اور پنجشنبہ کا پابندی کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔رمضان شریف میں روزہ داروں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتا تھا۔(یعقوبی ص:۳۴۸، ج:۲)

علماء اور صلحاء میں روپیہ تقسیم کراتا تھا۔(دول اسلامی ص:۴۸، ج:۱)

اپنے دورِ خلافت میں دومرتبہ سعادت حجِ سے بہرہ ور ہوا۔(یعقوبی ص:۳۴۹، ج:۲)

علمی خدمات :

ولید کے دور میں ملتِ اسلامیہ کی تعلیم وتعلم کا اصل میدان مذہب تھا اور اس کی بنیاد کلام الٰہی پر تھی۔قرآنی تعلیم کی جانب ولید کی بڑی توجہ تھی۔وہ ہمیشہ لوگوں کو اس کی ترغیب دلاتا تھا۔حفظ قرآن پر عطیہ دیتا تھا۔اور جو لوگ اس سے غفلت برتتے تھے انہیں سزا دیتا تھا۔(طبری ص:۷۱،۸۲، ج:۸)

ولید ہی کے دور میں حجاج بن یوسف نے اہل عجم کی تعلیمی سہولت کے لئے قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگوائے (فہرست ابن ندیم) ولید نے یکسوئی کے ساتھ علم کی خدمت اور تعلیم وتعلم میں آسانی کے لئے علماء وفقہاء کے وظائف مقرر کئے۔(تاریخ الخلفاء ص:۲۲۴)

سلیمان بن عبدالملکؒ

(عہد حکومت ۹۶ھ/ ۷۱۳ء...... تا...... ۹۹ھ/ ۷۱۷ء)

سلیمان فصاحت وبلاغت میں ممتاز، عدل وانصاف کا شوقین اور جہاد کا حریص و خوگر تھا۔(تاریخ اسلام اکبر نجیب آبادی ص:۱۱۷)

ذاتی طور سے وہ بڑے اوصاف کا آدمی تھا۔مؤرخین اسے ''مفتاح الخیر'' بھلائی کی کنجی لکھتے ہیں۔(تاریخ اسلام معین الدین ندویؒ ص:۲۰۴ حصہ دوم بحوالہ ابن اثیرؒ ص:۱۱۴ ج:۵)

دینی امور سے وابستگی کا ثمرہ ہی تھا کہ سلیمان نے بعض خالص مذہبی اصلاحات نافذ کیں۔مثلاً اموی خلفاء نماز عموماً تاخیر سے پڑھا کرتے تھے۔سلیمان نے اول وقت کا اہتمام کیا۔راگ اور گانے سے سلیمان کو سخت نفرت تھی۔چنانچہ گانا بجانا جو محفل امراء کی بدعت تھی، اس کے دور میں ممنوع تھا۔(تاریخ الخلفاء ص:۲۲۶، تاریخ اسلامی ص:۱۱۸، ج ۱۲ کبر شاہ)

اہم دینی کارنامہ :

سلیمان کا سب سے بڑا کارنامہ جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی جانشینی ہے۔جنہوں نے اموی حکومت کو خلافت راشدہ کے قالب میں ڈھال دیا۔خصوصاً اس حالت میں جب کہ خود سلیمان کے بیٹے اور حقیقی بھائی موجود تھے۔اس لئے یہ کارنامہ ہزار کارناموں پر فوقیت رکھتا ہے۔اس لئے عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں جو اصلاحات نافذ ہوئیں،ان کی سعادت میں بلاشبہ سلیمان کا حصہ بھی ہے۔

....

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

۹۹ھ / ۷۱۷ء ......تا...... ۱۰۱ھ / ۷۱۹ء

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ علمی لحاظ سے اپنے زمانہ کے جلیل القدر عالم تھے۔علم و فضل اور تفقہ فی الدین میں ان کا یہ مرتبہ تھا کہ اگر سیاسی وقائع نے انہیں تخت خلافت پر نہ بٹھایا ہوتا تو وہ مسند علم کی زینت ہوئے تھے۔ذہبیؒ لکھتے ہیں :

كان فقيهًا مجتهدًا عارفًا بالسُننِ كبير الشان ثبتاً حجة حافظًا قانتًا لِلّٰه أواهًا منيبًا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص:۱۰۵،ج:۱)

فقیہ،مجتہد،ماہر سنت،بلند شان،ثبت،حجت،حافظ،اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ خداترس،رجوع الی اللہ کرنے والے تھے۔

امام نوویؒ کا بیان ہے کہ ان کی جلالت شان،فقاہت علمی،وفورِ علم،اصلاح،آثار نبوی کی اتباع اور خلفاء راشدین کی پیروی پر سب کا اتفاق ہے۔

(تاریخ اسلام ص:۲۳۶ حصہ دوم معین الدین ندوی)

عمر بن عبدالعزیزؒ کی علمی جلالتِ شان کے سامنے اکابر علماء طفلِ مکتب نظر آتے تھے۔میمون بن مہرانؒ کا (جو خود ایک بلند پایہ صاحب علم تابعی ہیں) بیان ہے کہ علماء عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے تلامذہ معلوم ہوتے تھے۔(تذکرۃ الحفاظ ص:۱۰۶ ج:۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی توجہ اسلامی حکومت کے حدود میں توسیع کی بجائے اسلام کی توسیع واشاعت پر مرکوز تھی۔اور انہوں نے اس پر اپنی پوری توجہ صرف کردی تھی۔چنانچہ اس کے لئے ہر طرح کے مادی واخلاقی ذرائع اختیار کئے۔فوجی افسروں کو ہدایت تھی کہ وہ رومیوں کی کسی جماعت سے اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہ دے دیں۔تمام عُمّال کو حکم تھا کہ وہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دیں۔جو ذمی اسلام قبول کرلیں ان کا جزیہ معاف کردیا جائے۔اس سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی۔صرف جراح بن عبداللہ حکمی والیٔ خراسان کے ہاتھ پر ۴۰۰۰ ذمی مسلمان ہوئے اور اسماعیل بن عبداللہ والیٔ مغرب کی تبلیغ سے سارے شمالی افریقہ میں اسلام پھیل گیا۔سندھ کے حکمرانوں اور زمینداروں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے،ان میں سے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ان سب کی جائیدادیں اور زمینیں ان کے قبضہ میں رہنے دی گئیں اور انہیں مسلمانوں کے برابر حقوق عطا کئے گئے۔راجہ داہر کا فرزند جے شنگر بھی انہیں لوگوں میں تھا۔

(تاریخ اسلام ص:۲۲۷ حصہ دوم معین الدین ندویؒ و تاریخ سندھ ص:۲۳۹ اعجاز الحق قدسی)

تعلیمی خدمات اور علماء کی قدردانی :

ا[illegible] وکمال کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کے دربار میں شعراء اور ظرفاء کی جگہ علماء و ارباب فضل وکمال کا مجمع رہتا تھا۔دور دراز سے علماء اور فقہاء کو بلا کر ان کی قدرافزائی کرتے تھے۔خلافت کے دور میں وہی آپ کے مشیر وجلیس تھے۔ان حضرات میں میمون بن مہرانؒ،

رجاء بن حیوۃؒ، رباح بن عبیدۃؒ، سالم بن عبداللہؒ، محمد بن کعب القرظیؒ اور سعید بن مسیبؒ کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ مذہبی امور میں سعید بن مسیبؒ سے ضرور مشورہ فرماتے تھے ۔ (تاریخ اسلام ص: ۲۴۶، ج ۲، معین الدین ندویؒ)

مذہبی تعلیم کی اشاعت کی جانب آپ کی خاص توجہ تھی ۔ قاضی ابوبکر بن حزمؒ کو لکھا کہ لوگوں کو چاہئے کہ عام طور پر علم کی اشاعت کریں ۔ تعلیم کے لئے حلقۂ درس میں بیٹھیں تا کہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان جائیں ۔ کیونکہ علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا جب تک خزانہ نہ بن جائے ۔ ایک اور عامل کو لکھا کہ اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں ۔ کیونکہ حدیثیں مردہ ہورہی ہیں ۔ یعنی ان کی اشاعت نہیں ہورہی ۔ رفتہ رفتہ بھلا دی جائیں گی ۔ جو علماء اس مقدس فرض میں مشغول تھے ۔ آپ نے انہیں فکر معاش سے بے نیاز کر دیا تھا ۔ حمص کے گورنر کو لکھا کہ جن لوگوں نے دنیا چھوڑ کر اپنے آپ کو فقہ کی تعلیم کے لئے وقف کر رکھا ہے، بیت المال سے سو، سو دینار ان کا وظیفہ مقرر کر دو تا کہ وہ اطمینان کے ساتھ اس خدمت کو انجام دے سکیں ۔ تعلیم کی اشاعت کے لئے طلباء کے وظائف مقرر کئے ۔ مختلف ملکوں میں تعلیم کے لئے علماء بھیجے ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مشہور غلام حضرت نافعؒ کو جو مدینہ طیبہ کے بہت بڑے فقیہ تھے، حدیث کی تعلیم دینے کیلئے مصر بھیجا۔

یزید بن ابی مالک دمشقیؒ اور حارث بن یمجدؒ کو بدوؤں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کیا ۔ تعلیم کے ساتھ ارشاد و ہدایت کے لئے تمام ممالک محروسہ میں واعظ اور مفتی مقرر کیے ۔ چنانچہ حجاج ابو کثیر امویؒ اسکندریہ کے واعظ تھے ۔

(تاریخ اسلام ص ۲۳۷ حصہ دوم معین الدین ندویؒ)

یزید بن عبدالملکؒ

(۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ / بمطابق ۷۱۹ء تا ۷۲۳ء)

ہشام بن عبدالملکؒ

(۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ / بمطابق ۷۲۳ء تا ۷۴۳ء)

ذاتی اوصاف :

ہشام تدبیر و سیاست، بیدار مغزی، اولوالعزمی، حوصلہ مندی وغیرہ اوصاف جہاں بانی میں بنوامیہ کے ممتاز خلفاء میں تھا، مسعودی کا بیان ہے کہ وہ دقیق النظر، منتظم، کفایت شعار، امور مملکت میں بیدار مغز، رعایا کی سیاست میں بڑا با تدبیر تھا ۔ سلطنت کے جملہ کام خود کرتا تھا ۔ اس کی نگاہ سے کوئی چیز مخفی نہ رہتی تھی ۔ (تاریخ اسلام ص: ۲۹۱ ج ۲ معین الدین ندویؒ)

ابن طقطقی لکھتا ہے کہ وہ بڑا عاقل، حلیم الطبع اور پاک باز تھا ۔

(آداب سلطانیہ ص: ۱۱۷)

ہشام حضرۃ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلم و تدبر اور عبدالملک کی سیاست اولوالعزمی کا امین تھا ۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بنوامیہ میں ان تینوں پر سیاست و تدبر کا خاتمہ ہوگیا ۔ (مروج الذہب ص ۲۸ ج ۲)

مذہبی خدمات :

ملک داری و ملک گیری کے کارناموں کے ساتھ ہشام نے مذہبی خدمات بھی انجام دیں ۔ وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھا ۔ مذہب میں کسی ایسی بدعت کو پسند نہ کرتا تھا، جس سے عقائد میں رخنہ پیدا ہو ۔ اس قسم کے خیالات کا مناسب سختی سے تدارک کرتا

تھا۔

مشہور قدری غصیلان بن یونس نے ہشام کے زمانہ میں عقیدہ ''قدر'' کا اظہار کیا تو اس نے اسے قتل کرادیا۔ اسی طرح ایک اور شخص جعد بن درہم نے خلق قرآن کا مسئلہ چھیڑا تو ہشام نے اسے بھی قتل کرادیا۔

(تاریخ اسلام ص: ۲۹۳، ج ۲ معین الدین ندویؒ بحوالہ ابن اثیر ص: ۹۶-۱۷ ج ۵)

علمی خدمات :

ہشام کو علم وفن سے گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ اس نے امام زہریؒ سے چار سو حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کرایا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص: ۹۷، ج ۱)

علاوہ ازیں دیگر اقوام کے علوم میں فارسی کی ایک اہم کتاب کا جو ایرانیوں کے بہت سے علوم وفنون اور ان کے بادشاہوں کے حالات اور سیاسی وقائع پر مشتمل تھی۔ ترجمہ کرایا تھا۔ (تاریخ اسلام معین الدین ندویؒ حصہ دوم ص: ۲۹۴ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ ص: ۱۰۲، جلد ۱)

ولید ثانی بن یزید بن عبدالملکؒ

۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ بمطابق ۷۴۴ء تا ۷۴۵ء

ولید ایک برس تین ماہ خلیفہ رہنے کے بعد مقتول ہوا، بنوامیہ کے درمیان یہ آپس کی خانہ جنگی تھی، جس کے بعد خاندانِ بنوامیہ مسلسل مبتلائے مصائب رہ کر بربادی کی نذر ہوگیا اور پھر دم بدم ان پر تباہی نازل ہوتی رہی۔ (تاریخ اسلام اکبر شاہ ص: ۱۵۰، ج ۲)

یزید بن ولید بن عبدالملک المعروفؒ بہ یزید الناقص

۱۲۶ھ بمطابق ۷۴۴ء

یزید بن ولید المعروف بہ یزید الناقص اپنے اخلاق و قابلیت کے اعتبار سے بڑے نہ تھے لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ چھ ماہ سے کچھ کم دن مسند خلافت کو رونق دی اور چل بسے۔ (تاریخ اسلام ص: ۱۵۰، ج: ۲ اکبر شاہ)

ابراہیم بن ولید بن عبدالملکؒ

۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ بمطابق ۷۴۴ء تا ۷۴۵ء

ابراہیم بن ولید کی خلافت کے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے بعض اس کو خلیفہ سمجھتے ہیں اور بعض خلفاء میں اس کا شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی خلافت کو پورے طور پر تمام عالم اسلام میں قبول نہیں کیا گیا۔ (تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ص: ۱۵۱، ج: ۲)

مروان ثانی بن محمد بن مروان الملقب بہ حمار

۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ بمطابق ۷۴۵ء تا ۷۴۹ء

مروان کا پورا زمانہ شورش وانقلاب اور جنگ وجدال میں گزرا۔ اس لئے اس کے دور میں بنوامیہ کے زوال اور خاتمے کی سرگزشت کے علاوہ اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔

(تاریخ اسلام ص: ۳۲۸ حصہ سوم جلد نمبر ۱، معین الدین ندویؒ)

عہد بنوامیہ پر اجمالی تبصرہ :

سندھ میں بنوامیہ کی حکومت تقریباً چالیس برس قائم رہی۔ بنوامیہ کے زمانہ میں

سندھ میں خالص اسلامی حکومت تھی ۔ ان کے دور حکومت میں اسلام کو سندھ میں خاص فروغ حاصل ہوا اور ان کے طرز حکومت کی بہتری کی وجہ سے سندھ کے مقامی باشندوں کو اسلام سے کوئی دشمنی اور عداوت نہیں تھی ۔ بلکہ لوگ اسلامی مساوات و رواداری کو دیکھ کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور ان کے زمانہ میں اسلامی اخوت کی وجہ سے قومی و نسلی تعصبات کے جذبات بہت کم سر اٹھا سکے ۔

(تاریخ سندھ ص:۲۵۳ اعجاز الحق قدوسیؒ)

اُموی دور کے فقہاء :

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں میں سندھ کا کچھ علاقہ اسلامی قلمرو میں آ چکا تھا ۔ (فتوح البلدان ص:۴۲۰ و معجم البلدان ص:۲۸۱ ج ۳، جمھرۃ الانساب العرب ص:۲۶۶، دار المعارف مصر ۱۳۸۲ھ)

دربار خلافت سے ان علاقوں میں اسلامی قوانین کے اجرا و نفاذ کے لئے جن جن حضرات کا انتخاب عمل میں آیا ہوگا وہ یقیناً ممتاز اہل علم و فضل ہوں گے ۔ جیسا کہ امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا ۔ چنانچہ ایک طویل خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں :

ایھا الناس انی اشھد کم علی امراء الا مصار ـ انی لم ابعثھم الا لیفقھوا الناس فی دینھم ـ (کتاب الخراج ص:۱۸۸)

ترجمہ : ’’لوگوں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے مختلف علاقوں میں جو گورنر مقرر کیے ہیں، انہیں صرف اس مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو فقہ فی الدین کی تعلیم دیں‘‘ ۔

ایک دوسرے خطبہ میں مزید وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں :

’’انی و اللہ ما ابعث الیکم عمالی لیضربوا ابشار کم ولا لیاخذوا من اموالکم و لکنی ابعثھم الیکم لیعلّموا دینکم و سنۃ نبیّکم‘‘ ۔

(کتاب الخراج ص:۱۱۵)

ترجمہ : واللہ میں نے اپنے حکام تمہارے پاس اس واسطے نہیں بھیجے کہ تمہاری کھال پھوڑیں اور تمہارے مال ہڑپ کر جائیں بلکہ انہیں اس واسطے بھیجا ہے کہ تم کو دین سکھائیں اور تمہیں سنت نبویہ ﷺ کی تعلیم دیں ۔

اس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ فاتح سندھ محمد بن قاسم ثقفیؒ نے جو جو شہر فتح کئے ہوں گے اور وہاں کا نظم و نسق برقرار رکھنے اور قوانین شرعیہ جاری کرنے کے لئے جن جن افراد کا انتخاب کیا ہوگا وہ یقیناً علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کے حامل ہوں گے ۔ ہمارے اس دعویٰ کی تائید ارباب تاریخ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ الور، اروڑ کی فتح کے بعد وہاں کی قضاء و خطابت کا عہدہ حضرۃ موسیٰ بن یعقوب بن محمد بن شیبان بن عثمان ثقفیؒ کو تفویض ہوا ۔ موصوف مشہور فقیہ اور حدیث میں ماہر تھے ۔ کچھ عرصہ تک پورے سندھ کے قاضی القضاۃ بھی رہے ہیں ۔ (تحفۃ الکرام ص:۶۵، فقہائے ہند ص:۶۲، ج:۱)

اسی طرح برہمن آباد کی امارت وداع بن حمید نجدیؒ کے سپرد ہوئی ۔

(تحفۃ الکرام ص:۶۶)

اور قلعہ راور کی نیابت نوبہ بن دارسؒ کے حوالے کی گئی ۔ (تحفۃ الکرام ص:۶۶)

گورج کے منصب امارت سے ہذیل بن سلیمان الازدیؒ کو سرفراز کیا گیا ۔ (یہ گورج ’’شاید‘‘ لفظ کیرج‘‘ کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو گجرات کے ’’کیرہ‘‘ کا معرب سمجھا جاتا ہے لیکن محمد بن قاسم نے یہ کیرج فتح نہیں کیا تھا ۔ ہذیل بن سلیمان الازدیؒ کو صرف کچھ کی سرحدوں پر مامور کیا گیا تھا جو کیرج کے بادشاہ کے زیر اقتدار تھیں ۔ (حاشیہ تحفۃ الکرام ص:۶۷)

دہلیلہ کی حکومت حنظلہ بن اخی بنانہ کلابیؒ کے سپرد ہوئی۔ (تحفۃ الکرام ص:۶۶)

الور کا حاکم احنف بن قیس بن رواح اسدیؒ کو مقرر کیا (تحفۃ الکرام کے حاشیہ ص:۶۵ پر بحوالہ فتح نامہ ص ۳۵،۲۳۴ اس کی تردید کی گئی ہے لکھا ہے "اروڑ" "الور" کی گورنری پر احنف بن قیسؒ نہیں بلکہ اس کی اولاد میں سے ایک آدمی رواح بن اسد کو مامور کیا گیا تھا)

حضرۃ یزید بن ابو کبشہ جبریل بن یسارؒ کو عہد اموی میں امارت سندھ پر مقرر کیا گیا تھا۔لیکن زندگی کے دن گنے جا چکے تھے۔سندھ آنے کے اٹھارہ دن بعد ۹۷ھ کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (فقہاء ہند ص:۲۵،ج:۱)

خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ کے زمانہ خلافت میں ابنِ اُسید بن اخنس بن شریق ثقفی تابعی رحمہ اللہ کو بھی سندھ کا والی مقرر کیا گیا تھا۔ (۷فقہاء ہند ص:۴۳،ج:۱)

عمرو بن مسلم باہلیؒ نہایت نیک سرشت فاضل بزرگ تھے۔خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز امویؒ نے موصوف کو سندھ کا گورنر مقرر کیا تھا۔عمرو بن مسلم کے حُسن اخلاق اور سیرت و کردار کی بلندی سے متاثر ہو کر اکثر راجگانِ سندھ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔
(فقہاءِ ہند ص:۷۹،ج:۱)

یزید بن حاتم بن قبیصة بن مھلب مھلبی بن ابو صخرة ازدی عتکی رحمہ اللہ۔یزید موصوف بھی کچھ عرصہ سندھ پر والی رہے۔ (فقہاء ہند ص:۴۵،ج:۱)

حکم بن عوانہ بن عیاض بن وزر بن عبدالحارث تابعیؒ تھے، جو ہشام بن عبدالملکؒ کے زمانہ خلافت میں والیٔ سندھ بن کر آئے اور سندھ ہی میں ۱۱۲ھ کو شہید کئے گئے۔
(فتوح البلدان ص ۴۳۰ بحوالہ فقہائے ہند ص ۷۱ ج ۱)

☆ ☆ ☆

دولتِ بنوعباس اور ان کی علمی خدمات

ہمارے مؤرخین نے خلفاء عباسیہ کے شبستان عیش کے پُر اسرار واقعات کا صور اس بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا ہے کہ اس کی صدائے بازگشت نے ان کے شاندار کارناموں کو گوش آشنائے عالم نہیں ہونے دیا۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ انہوں نے تصویر کے دوسرے رخ سے نقاب کشائی کی زحمت ہی گوارا نہیں فرمائی۔حالانکہ اسلامی تاریخ میں علوم وفنون کی تدوین کا آغاز اسی علم دوست حکومت کے زمانہ میں ہوا اور اسی کے عہد میں معراجِ کمال کو پہنچا۔ حدیث اور سیرت و مغازی اور تاریخ وطب وغیرہ کی دو چار کتابیں دولتِ امویہ میں بھی تالیف وترجمہ ہوئیں۔

لیکن اس کو علمی سلسلہ کی کوئی اہم کڑی نہیں قرار دیا جا سکتا۔اس سنہرے کام کا مستقل آغاز اور کمال عباسی دور کا مرہونِ منت ہے۔امت اسلامیہ کی ساری دماغی ترقیاں، علمی کاوشیں اور اجلہ علماء اور اہل علم وفضل کے بہترین ذخائر عہد عباسیہ کی یادگار ہیں۔ان کا پایۂ تخت بغداد مدینة العلم ہے جہاں بلا امتیاز ہر فن کے صاحب کمال لوگوں کا اجتماع رہتا تھا اور جس سے ساری دنیائے اسلام کے تشنگانِ علم سیراب ہوتے تھے۔یہ شہر دنیا کا بے نظیر دار العلوم بن گیا۔جہاں بیسیوں یونیورسٹیاں اور بکثرت دار العلوم قائم ہوئے۔یہاں کی جامعات علوم کا مرکز بن گئیں۔مفسرین، محدثین وغیرہ رات دن تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

ابوالعباس عبداللہ بن محمد المعروف سفاحؒ

۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ بمطابق ۷۴۹ء تا ۷۵۳ء

ذاتی صفات :

سفاح حلیم، باوقار، عاقل، مدبر، فیاض اور حسن اخلاق سے آراستہ تھا۔

(تاریخ اسلام ص:۱۳ حصہ دوم معین الدین ندویؒ)

فیاض اور سیر چشمی کا وصف نمایاں تھا۔ علامہ سیوطیؒ کا بیان ہے کہ وہ جو وعدہ کر لیتے تھے۔ فوراً اسی مجلس میں اس کا ایفاء کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص:۱۷۱)

....

ابوجعفر عبداللہ الملقب بہ منصور

۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ بمطابق ۷۵۳ء تا ۷۷۴ء

ذاتی اوصاف :

عباسی خلفاء میں منصور سب سے زیادہ باعظمت خلیفہ تھا۔ عباسی خلفاء میں اس کی وہی حیثیت تھی کہ جو اموی خلفاء میں عبدالملکؒ کی تھی۔ وہ عقل و دانش، سیاست و تدبر، جرأت و دلیری، ہمت و استقلال اور سطوت و جبروت کا پیکر تھا۔ تمام مؤرخین اس کے اوصاف و کمالات کے معترف ہیں۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ منصور حزم و عقل، علم و اصابت رائے، حسن تدبیر اور وقار و تمکنت کے لحاظ سے دنیا کے عظیم ترین سلاطین میں سے تھا۔ مؤرخ مسعودی کا بیان ہے کہ منصور خوبی تدبیر اور حسنِ سیاست کے اوجِ کمال پر فائز تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ :

''منصور ہیبت و شجاعت اور سطوت و جبریت کے لحاظ سے بنو عباس کا

سب سے بڑا آدمی تھا''۔ (تاریخ اسلام ص:۵۴، ج:۱)

بقولِ اکبر شاہ نجیب آبادی : منصور ادب وفقہ کا عالم کامل تھا۔

(تاریخ اسلام ص:۱۸۲ حصہ دوم)

علمی خدمات :

اموی دور میں مذہبی اور اسلامی علوم کے بلند مرتبہ علماء پیدا ہوئے اور ان میں بعض نے کتابیں بھی لکھیں۔ لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اموی دور میں علماء کی علمی سعی و کاوش صرف مذہبی علوم کے درس و تدریس اور نقل و روایت تک محدود رہی۔ تالیف و تصنیف اور دیگر اقوام اور زبانوں کے علوم کا مذاق منصور کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ حدیث، تفسیر، فقہ اور مغازی و سیرت کی تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا اور امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ مدون فرمائی۔ ابن اسحاقؒ نے مغازی مرتب کئے ان کے علاوہ ابن ابی عروبہ حماد بن سلمہؒ نے بصرہ میں معمرؒ نے یمن میں، سفیان ثوریؒ نے کوفہ میں اور ہشیمؒ، لیث ابن لہیعہؒ، ابن مبارکؒ، امام ابو یوسفؒ اور ابن وہبؒ وغیرہ محدثین وفقہاء نے اپنے اپنے علاقوں میں حدیث وفقہ کی تدوین و ترتیب کی جانب توجہ دی۔ اس کے علاوہ ادب، تاریخ پر بھی بلند پایہ علمی کتابیں منصوری دور کی یادگار ہیں۔ اسلامی علوم کے علاوہ منطق و فلسفہ، نجوم، طب وغیرہ دیگر علوم میں بکثرت کتابیں لکھیں گئیں۔ (تاریخ اسلام معین الدین ندوی ص:۶۳، ج:۱، حصہ سوم تاریخ اسلام اکبر شاہ ص:۱۹۰، ج:۱)

غرضیکہ اسلامی علوم کی تدوین و اشاعت کے لحاظ سے خلافت عباسیہ کے دوسرے تاجدار کا عہد خلافت تاریخ اسلام میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ تاریخ الخلفاء کے مطابق منصورؒ نے سب سے پہلے عربوں کو دماغی اور ذہنی مشاغل میں مصروف کیا اور اس نے جابجا قانون اور طب کے مدرسے کھولے۔ (ماہنامہ بینات کراچی شمارہ 1 جلد ۲۲)

محمد بن منصور الملقب بہ مہدیؒ

۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ بمطابق ۷۷۵ء تا ۷۸۶ء

ذاتی اوصاف :

مہدی ذاتی اوصاف کے لحاظ سے بھی اخلاق حسنہ کا مجموعہ تھا۔ بڑا ہی نرم خو اور متحمل مزاج تھا۔ عفوودرگزر اس کی خصوصیت تھی۔

(تاریخ اسلام ص:۷۹ ج ا حصہ سوم معین الدین ندویؒ)

علمی حیثیت :

علمی اعتبار سے مہدی کوئی امتیازی درجہ نہ رکھتا تھا۔ لیکن اس کی تعلیم وتربیت اچھی ہوئی تھی اور اسے اہل علم کی صحبت مرغوب تھی۔ حدیث میں خاصا درک رکھتا تھا۔ اپنے والد اور مبارک بن فضالہ سے حدیث کی روایت کرتا تھا۔ ارباب علم کا بڑا قدردان تھا اور ان کی خدمت کو سعادت سمجھتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص:۲۷۵ تاریخ اسلام ندویؒ ص ۸۳ ج ا حصہ سوم)

علمی خدمات :

مذہبی اصلاح کے لئے مہدی نے بعض مفید علمی خدمات انجام دیں اور الحاد وزندقہ کے تدارک کے لئے حکماء کو مناظرانہ کتب کی تالیف کا حکم دیا۔ جن سے علم کلام کی بنیاد پڑی۔ اس طرح اس عظیم الشان فن کی ایجاد کا طرۂ امتیاز جو مسلمانوں کے لئے سرمایۂ فخر ہے مہدی کے سر ہے۔ علم کلام کے علاوہ بعض ادبی کتب بھی لکھوائیں۔ چنانچہ مفضل ضبی نے مہدی کے حکم سے امثال وایام عرب پر ایک کتاب لکھی۔

(طبری ص:۵۳۳ ج ا تاریخ اسلام الدین معین ندویؒ)

.....

موسیٰ بن مہدی الملقب بہ ھادیؒ

۱۶۹ھ تا ۱۷۰ھ بمطابق ۷۸۵ء تا ۷۸۶ء

ہادی جملہ اوصافِ جہاں بانی سے متصف تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے دبدبہ اور جبروت کا خلیفہ تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص:۲۸۳)

اور اچھا علمی ذوق رکھتا تھا، سیوطیؒ لکھتے ہیں :

کان فصیحاً قادراً اعلی الکلام ادیباً۔

ترجمہ : موسیٰ فصیح، قادر الکلام اور ادیب تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص:۲، ج:۲)

.....

ابوجعفر ہارون بن محمد الملقب بہ رشید

۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ بمطابق ۷۸۶ء تا ۸۰۹ء

ہارون الرشید دولت بنوعباس کا گلِ سرسبد اور اس کا عہد دولت عباسیہ کا اوجِ شباب تھا۔ مسند نشینی کے پہلے سال حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اس کے زمانہ میں دولت عباسیہ علمی، تمدنی، سیاسی ہر حیثیت سے اوج کمال پر پہنچ گئی۔

علم وفن اور اہل علم واصحاب کمال کا بے حد قدردان تھا۔ ہارون پہلا خلیفہ ہے جس نے امام مالکؒ سے سماع حدیث کے لئے مدینہ کا سفر کیا۔

(تاریخ الخلفاء ص:۲۹۷ دینیات شمارہ نمبر۵ جلد،۲۰)

دولتِ عباسیہ میں علم وفن کے سلسلہ کا آغاز ابوجعفر منصور سے ہو چکا تھا۔ ہارون نے اس کو زیادہ ترقی دی اور بیت الحکمۃ کے نام سے تالیف وتراجم کا ایک ادارہ قائم کیا اور اس میں بیش قرار تنخواہوں پر علماء مترجمین مقرر کر کے ان سے یونانی، فارسی اور دوسری

زبانوں کی متعدد مفید اور اہم کتب ترجمہ کرائیں۔ (تاریخ اسلام ص:۱۲۴، حصہ سوم ندویؒ)

....

محمد الامین بن ہارون الرشیدؒ

۱۹۳ھ تا ۱۹۳ھ ۸۰۹ء تا ۸۰۹ء

امین اگرچہ علمی ذوق کا حامل تھا اور نحو و ادب اور شعر و سخن میں اسے مہارت حاصل تھی۔ مگر زیادہ تر لہو و لعب کی طرف مائل تھا۔ زیب و زینت اور آرائش کے کام اس کی خصوصی توجہ کا مرکز تھے۔ (تاریخ اسلام ص:۲۵۷ ج ۱۲ اکبر شاہ نجیب آبادی)

....

ابو العباس عبداللہ بن ہارون الملقب بہ مامونؒ

۱۹۳ھ ۲۱۸ھ ۸۰۹ء تا ۸۳۳ء

ذاتی اوصاف :

مامون ایک آزاد مشرب انسان تھا۔ فلسفہ کے مطالعہ اور متضاد مکتبِ فکر کے علماء کی صحبت نے اس کے خیالات کو پراگندہ کردیا تھا۔ خلقِ قرآن اور دوسرے واہی تباہی عقیدے اسی روشن خیالی کا فیض تھے۔

علمی زندگی :

عباسی خلفاء کی تاریخ میں ایسا صاحبِ علم خلیفہ کوئی نہیں نکلا، علمی اعتبار سے وہ دنیا کے ممتاز ترین حکمرانوں میں تھا اور اس کا شمار اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ سیوطیؒ کا بیان ہے کہ :

”کان المامون امّاراً بالعدل فقیہ النفس یعد من کبار العلماء“۔

(تاریخ الخلفاء ص:۳۱۱ سیوطیؒ)

ان کمالات کے علاوہ وہ علم دوست اور علماء پرور تھا۔ علامہ ابن صاعد اندلسی اور علامہ چلپی لکھتے ہیں کہ: جب حکومت کی زمام اقتدار مامون کے حوالہ ہوئی تو اس نے اپنے دادا منصور کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچادیا۔ اور علوم فنون کو ان کے مخفی مراکز و معادن سے نکالنے کی طرف متوجہ ہوا۔ (تاریخ اسلام ص:۱۷۶ ج ۱، حصہ سوم ندوی)

....

ابو اسحاق محمد بن ہارون الملقب بہ معتصم باللہؒ

۸۳۳ء تا ۸۴۱ء بمطابق ۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ

معتصم باللہ قوی دل، بہادر، بڑی عظمت و ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

مگر اپنے اسلاف کے برعکس علم و فن کے جوہر سے بالکل تہی دامن تھا۔ معمولی نوشت و خواند سے زیادہ تعلیم حاصل نہ کرسکا۔ مزاج میں سادگی تھی اور بے تکلف خلیق انسان تھا۔ لیکن حکومتی جاہ و جلال اور شان و شوکت سے اس کو بڑی دلچسپی تھی۔

....

ابو جعفر ہارون الملقب بہ واثق باللہؒ

۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ بمطابق ۸۴۱ء تا ۸۴۶ء

واثق نہایت خوش رو اور خوش اندام شخص تھا۔ علوم میں مامون کا جانشین تصور کیا جاتا تھا۔ خلفاء عباسیہ کے اجلّہ و افاضل خلفاء میں تھا۔ علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ واثق اپنے علم و فضل کی بناء پر مامون اصغر کہلاتا تھا۔ مامون نے عربی و غیر عربی علوم کو باہم خلط ملط کردیا تھا۔ لیکن واثق نے عربی علوم کے حدود بالکل الگ رکھے۔ (تاریخ اسلام ص:۲۱۹۱ حصہ سوم ندوی)

جعفر بن معتصم الملقب بہ متوکل علی اللہؒ

۲۳۲ھ تا ۲۴۶ھ بمطابق ۸۴۶ء تا ۸۶۱ء

ذاتی حالات :

متوکل علمی حیثیت سے کوئی خاص امتیاز نہیں رکھتا تھا۔تاہم احادیث نبوی ﷺ سے شغف رکھتا اور شعر و سخن کا بڑا رسیا تھا۔اس سے متعدد احادیث مروی ہیں۔مسلک کے اعتبار سے متوکل کے پیشرو تمام خلفاء مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے۔دولتِ عباسیہ میں متوکل پہلا خلیفہ ہے۔جس نے شافعی مسلک اختیار کیا۔امام موصوف سے متوکل کو عشق اور بڑی محبت و عقیدت تھی۔اکثر کہا کرتا تھا کہ کاش! میں ان کے زمانے میں ہوتا۔تو ان کو دیکھتا اور ان سے علم حاصل کرتا۔

(تاریخ اسلام ص:۲۴۴ ج ا حصہ سوم ندوی)

متوکل نہایت راسخ العقیدہ تھا۔امام شافعی کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے اس کو سنت رسول ﷺ سے بڑی شیفتگی تھی۔اس کا ایک اہم کارنامہ سنت نبوی ﷺ کا احیاء اور احادیث کی اشاعت ہے۔اشاعت احادیث کے جذبہ سے محدثین کو سامرہ بلا کر انہیں گراں قدر انعامات دیئے۔

محدث ابوبکر ابن ابی شیبہ نے جامع رصافہ میں حلقۂ درس قائم کیا،جس میں تیس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے اور ان کے بھائی جامع منصور میں مسند نشین تھے۔ان کا حلقہ بھی اسی کے لگ بھگ ہوتا تھا۔(تاریخ اسلام ص:۲۴۵ ج ا حصہ سوم معین الدین ندوی)

دولتِ بنو عباس کے فقہاء

ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنیؒ :

سندھ کے فقیہ اور عالم تھے۔تبع تابعی تھے،انہوں نے بہت سے تابعین سے سماع حدیث کا شرف حاصل کیا۔امام نسائی نے اپنی سنن میں امام موصوف سے روایت کی ہے۔امام ابو ذرعہ انہیں صدوق قرار دیتے ہیں۔ابو معشر مغازی پر گہری نظر رکھتے تھے۔امام احمد بن حنبل انہیں مغازی کا ماہر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کان بصیرًا بالمغازی۔ابو نعیم کہتے ہیں کہ ابو معشر سندھی تھے۔زبان میں لکنت کے باعث صحیح تلفظ سے قاصر تھے۔اخیر عمر میں حافظہ میں تغیر آگیا تھا۔جس کی وجہ سے بعض علماء جرح و تعدیل نے ان پر کلام کیا ہے۔امام موصوف کا رنگ سرخ،آنکھیں نیلگوں اور جسم بھاری بھر کم تھا۔رمضان المبارک ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ان کی علمی اہمیت اور خلفاء کے نزدیک ان کی عزت و احترام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشیدؒ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی موت پر حزن و ملال کا اظہار کیا۔بغداد کے مقبرۂ کبیرہ میں دفن کئے گئے۔(معجم المؤلفین ص:۸۳، ج ۱۳، نزہۃ الخواطر ص:۴۵ ج ۱، رجال السند والہند ص:۲۵۵، شذرات الذہب ص:۲۷۸ ج ۱۔الفہرست ص:۱۳۶ طبع مصر، تاریخ بغداد ص:۴۲۷ ج ۱۳)

شیخ ابو ترابؒ :

شیخ ابو تراب معروف حاجی ترابی دولت عباسیہ کی طرف سے سندھ کے حاکم تھے۔آپ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔آپ کا مزار موضع کچھ اور موضع گوری کے درمیان مرکز سلم ٹھٹھہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔لوح مرقد کے کتبہ پر تاریخ وفات ۱۷۱ھ کندہ ہے۔(تذکرہ صوفیاء سندھ ص:۳۶)

ہباری دور

مؤرخین دولت عباسیہ کی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں :

(۱) دورِ عروج (۲) دورِ زوال

عباسی دور کے آغاز سے معتصم باللہ المتوفی ۲۲۷ھ تک ان کا دور عروج ہے۔ اور واثق باللہ المتوفی ۲۳۲ھ سے آخر تک دورِ زوال ہے۔ عروج و زوال کے لحاظ سے یہ تقسیم بالکل درست ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معتصم باللہ کے بعد دولت عباسیہ کا زوال شروع ہو چکا تھا۔ خلفاء کی عدم توجہ اور غفلت و نااہلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض قبائل نے خود مختار ریاستوں کی داغ بیل ڈالی۔ جس میں سندھ کا ہباری خاندان جو دراصل عربی النسل تھا، سرِ فہرست ہے۔

ہباریوں کی سندھ میں آمد :

والیٔ عراق خالد بن عبداللہؒ کے حکم سے ۱۰۵ء میں حکم بن عوانہ کلبی کو سندھ کا حاکم بنایا گیا۔ یہ ہشام بن عبدالملکؒ اموی کا دورِ خلافت تھا۔ اسی کے ساتھ منذر بن زبیر ہباری سندھ آیا تھا۔ علامہ بلاذریؒ نے لکھا ہے :

و کان جدّ عمر هذا مِمّن قدم السند مع الحكم بن عوانة الكلبي۔

(فتوح البلدان ص:۴۳۲)

ترجمہ : اس عمر کا دادا منذر بن زبیر، حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ سندھ آیا تھا۔

سندھ میں ہباریوں کی پہلی کامیابی :

خلیفہ واثق باللہ المتوفیٰ ۲۳۲ھ کے زمانہ میں عربوں کی باہمی خانہ جنگی نے

عصبیت کی رو پیدا کردی۔ عمران بن موسیٰ برمکیؒ والیٔ سندھ نے یمانیوں کا ساتھ دیا اور عمر بن عبدالعزیز ہباریؒ حجاز کے نزاریوں کا طرفدار تھا۔ عمر بن عبدالعزیز ہباریؒ نے سندھ کے عباسی حاکم عمران بن موسیٰ برمکیؒ سے کُھل کر مقابلہ کیا جس کا انجام عمران کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ علامہ بلاذریؒ لکھتے ہیں :

ثم وقعت العصبية بين النزارية و اليمانية فسار اليه عمر بن عبد العزيز الهباري فقتلهٗ و هو غار۔ (فتوح البلدان ص:۴۳۲)

ترجمہ : سندھ میں آباد نزاری اور یمنی عربوں میں عصبیت پھوٹ پڑی جس میں عمران یمنیوں کا طرفدار بن گیا یہ دیکھ کر عمر بن عبدالعزیزؒ اس کے مقابلہ کے لئے نکلا اور عمران کو قتل کر دیا۔ اس حال میں کہ وہ غار میں تھا۔

سندھ میں ہُباریوں کی حکومت :

یعقوبی کا بیان ہے کہ سندھ کا والی ہارون بن خالد ۲۴۰ھ میں فوت ہوا تو عمر بن عبدالعزیزؒ ہباری نے جو کہ سندھ پر پہلے سے اثر انداز ہو چکا تھا، دربار خلافت میں لکھا کہ مجھے سندھ کی ولایت دی جائے تو میں بہت اچھا کام کروں گا۔ خلیفہ نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور سندھ کی ولایت اس کے حوالے کر دی۔

(تاریخ یعقوبی ص:۹۹ ج ۲ رجال السند والہند ص ۱۸۰)

یعقوبی کے اس بیان سے اتنا تو معلوم ہوگیا کہ متوکل باللہ کے دور میں ہی خاندانِ ہُباری کا اقبال سندھ میں شروع ہو چکا تھا اور مرکز خلافت سے اِن کو حکومت کا پروانہ مل چکا تھا۔ البتہ خود مختاری ابھی تک نہ مل سکی تھی۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص:۸۶)

لیکن ۲۴۷ھ میں قتل متوکل باللہ کے بعد عمر بن عبدالعزیز ہباریؒ نے آزاد اور خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا تھا۔ علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں :

عمر بن عبد العزيز بن المنذر صاحب السند وليها في ابتداء الفتنة۔ اثر قتل المتوكل۔ (جمهرة انساب العرب)

ترجمہ : عمر بن عبدالعزیز بن المنذرؒ حاکم سندھ متوکل کے قتل کے بعد اٹھنے والے فتنوں کے شروع میں سندھ کا حاکم بنا۔

دولت ہباریہ اور ان کی علمی خدمات :

خاندان ہباری نے پورے جاہ وجلال کے ساتھ ایک سو ستر سال سرزمین سندھ کو اپنی حکمرانی کا شرف بخشا اور بالآخر سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں مسند اقتدار کو آخری سلام کہنا پڑا۔ علامہ ابن حزم المتوفی ۴۵۶ھ نے لکھا ہے :

و تداول اولادهٗ ملكها الى ان انقطع امر هم في زماننا هذا ايام محمود بن سبكتگين صاحب مادون النهر من خراسان۔ (جمهرة انساب العرب ص:۱۱۸)

ترجمہ : عمر بن عبدالعزیزؒ کی اولاد سندھ پر حکمران رہی یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں بعہد سلطان محمود غزنویؒ ان کی حکومت ختم ہوگئی۔

ہباریوں کا پورا دورِ حکومت دینی اور مذہبی اعتبار سے بہت ہی شاندار تھا۔ وہ مسلکاً امام داؤد ظاہریؒ کے پیروکار، پکے سنی اور خلافتِ عباسیہ کے طرفدار تھے۔ سندھ کے مشہور قاضی ابن ابی الشوارب کے خاندان سے بھی ان کے تعلقات قرابت تھے۔ چنانچہ علامہ مسعودی کا بیان ہے :

و بين ملوك المنصورة و ابن ابى الشوارب القاضى قرابة و صلة و نسب

(مروج الذہب ص:۱۶۸ ج۱ بحوالہ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں)

ترجمہ : منصورہ کے بادشاہوں اور قاضی بن ابی شوارب کے خاندان میں قرابت، نسبی رشتہ اور تعلقات ہیں۔

دولتِ ہباریہ میں نظام تعزیرات :

ہباریوں کے یہاں باقاعدہ عہدۂ قضا قائم تھا جہاں خالص دینی قوانین کی رو سے فیصلہ ہوتا تھا۔ حدود وتعزیرات جاری ہوتی تھیں اور پوری مملکت میں اسلامی احکام نافذ تھے۔ ابو دلف اپنے زمانہ کے حاکم منصورہ کے بارے میں لکھتا ہے، یہ حاکم حدودِ شرعیہ جاری کرتا تھا۔ (ہندوستان عربوں کی نظر میں ص۱۲۱)

ہباری دور کے فقہاء

محمد بن ابی الشواربؒ :

امام محمد بن ابی الشواربؒ منصورہ سندھ کے قاضی تھے ۲۸۳ھ میں عراق سے سندھ تشریف لائے۔ جلیل القدر اصحاب حدیث اور ارباب فقہ میں شمار تھا۔ موصوف صرف چھ ماہ تک منصورہ کے منصب قضاء پر فائز رہے اور اسی سال ۲۸۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا قاضی محمد بن ابی الشواربؒ کے بعد ان کے بیٹے علی بن محمد کو منصورہ کی قضاء کا قلمدان سونپا گیا۔ امام موصوف کا خاندان چوتھی صدی ہجری کی ابتداء تک منصورہ میں موجود تھا۔

(فقہائے ہند ص:۹۲ ج۱)

احمد بن محمد منصوریؒ :

امام ابو العباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوری سندھیؒ چوتھی صدی ہجری کے بہت بلند پایہ محدث تھے۔ سندھ کے قدیم علمی مرکز منصورہ کی قضاء کا قلمدان آپ کے سپرد تھا۔ داؤدی مذہب کے امام اور فضلاء داؤدیہ میں آپ کا شمار تھا۔ بلند پایہ کتب تصنیف کی

ہیں۔علامہ محمد بن اسحاق ابن ندیم، وراق بغدادیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق الفہرست میں لکھا ہے: انه كان على مذهب من افاضل الداؤد وله كتب جليلة حسنة" كبار منها كتاب المصباح الكبير و كتاب الهادي و كتاب السير۔

ترجمہ: داؤدی مذہب رکھتے تھے اور اس ملک کے فضلاء میں ان کا شمار تھا۔بڑی جلیل القدر اور عمدہ کتابیں لکھیں ان میں سے کتاب المصباح الکبیر، کتاب الہادی اور کتاب السیّر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

علامہ مقدسیؒ نے اپنی مشہور تصنیف احسن التقاسیم میں منصورہ میں ان کی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔اور اس سلسلہ میں موصوف کا تذکرہ بھی کیا ہے۔علامہ مقدسیؒ ۳۷۵ھ کے لگ بھگ منصورہ گیا تھا۔مقدسیؒ نے امام موصوف کے علمی مشاغل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: و لهٗ تدريس و تصانيف قد صنف كتباً عدةً حَسَنَةً۔

ترجمہ: وہ مدرس ہیں اور مصنف ہیں، انہوں نے بڑی تعداد میں اچھی کتب لکھی ہیں۔

علامہ یاقوت حمویؒ نے معجم البلدان میں لفظ سندھ،، کے ذیل میں انکا ذکر کیا ہے۔لکھتے ہیں امام ابو العباسؒ جو امام داؤد ظاہریؒ کے پیرو تھے باشندگانِ سندھ کے فقیہ تھے۔(نزهة الخواطر ص:۶۵ ج ا، الثقافت الاسلاميه ص:۱۳۵ احسن التقاسيم ص:۴۸۱ فهرست ابن نديم معجم البلدان تحت لفظ سندھ)

....

سومرہ دور

سومرہ خاندان نے پانچویں صدی ہجری کے وسط سے آٹھویں صدی کے وسط تک سندھ پر حکمرانی کی مگر باوجود اس طویل تر مدت فرمانروائی کے ان کی اصل قومیت سے

گم نامی کا سیاہ پردہ نہ اٹھ سکا۔البتہ اتنی بات تو یقینی طور سے ثابت ہے کہ یہ مذہب و مسلک کے اعتبار سے اسمٰعیلی شیعہ تھے۔اس امر کی تائید میں اسماعیل دروزی امام کا ایک خط جس میں ۴۳۲ھ میں شیخ ابن سومرہ راجہ بل کو سندھ اور ملتان میں دوبارہ اسماعیلی حکومت کے قیام کے لئے غیرت دلائی گئی ہے' پیش کیا جا سکتا ہے۔(تاریخ ملت ص:۵۴ ج ا)

سومرہ قوم کی اصلیت کے بارے میں محققین کی تحقیق یہ ہے کہ سومرہ سندھ کی اصل قدیم راجپوت قوم ہے جیسا کہ "ایپیٹ" اپنی مشہور کتاب ہسٹری آف انڈیا (ص:۴۸۴، ج:۱) میں لکھتا ہے اور تاریخ طاہری کے قلمی نسخہ کے ص ۲۵ پر واضح طور پر مرقوم ہے کہ سومرہ اصل میں ہندو تھے لہٰذا یہی رائے زیادہ معتبر ہے کہ سومرہ اصل میں ہندو اور راجپوت تھے۔(تحفۃ الکرام ص ۱۱۱)

سومروں کی حکومت کا آغاز کب ہوا؟ اس میں مؤرخین باہم مختلف نظر آتے ہیں۔ اور آج تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ انہوں نے کب اور کتنی مدت تک حکومت کی ہے؟ اس بارے میں ڈاکٹر داؤد پوتا کا خیال اقرب الی الصواب ہے۔موصوف تاریخ معصومی کی تعلیقات ص ۲۸۶ وص ۲۸۷ میں سومروں کے برسرِ اقتدار آنے کی ابتداء خلیفہ متوکل عباسی کی وفات ۲۴۷ھ سے بیان کرتے ہیں۔(حواشی تحفۃ الکرام ص ۱۱۸)

یہ خاندان سندھ پر تقریباً تین سو سال (۳۰۰) سے زیادہ حکمران رہا ہے۔
(تاریخ ملت ص:۵۹ ج ۱۰)

....

سومرہ دور کے فقہاء

قاضی اسمٰعیل بن علی سندھیؒ:

قاضی اسمٰعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن یعقوب ثقفی سندھیؒ بہت بڑے فقیہ

تھے۔علم وفضل میں بے نظیر فصاحت میں عدیم المثال اور بلاغت میں فقید العصر تھے۔سندھ کے مشہور شہر اروڑ'' کے منصب قضاء اور خطابت پر فائز تھے اور یہ قضاء وخطابت عرصہ سے ان کے خاندان میں چلی آرہی تھی اور آباء واجداد کی طرف سے انہیں ورثہ میں ملی تھی۔فلسفہ ادب اور باقی علوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔نیکی کا یہ عالم تھا کہ انوارِ تقدیس ان کی پیشانی پر عیاں تھے۔چچ نامہ کے مصنف علی بن حامد بن ابوبکر کوفی المتوفی ۶۱۳ھ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔(فقہائے ہند ص:۱۱۴ ج۱)

شیخ محمد بن محمد بھکری سندھیؒ:

شیخ محمد بن محمد بن شجاع بن ابراہیم حُسینی بھکری سندھیؒ ۲۵/شعبان ۶۳۰ھ بروزِ جمعرات بمقام بھکر پیدا ہوئے۔اور وہیں نشو ونما پائی۔والد بزرگوار سے تعلیم حاصل کی۔بدرالدین کے عالی لقب سے موسوم تھے۔۶۸۰ھ میں بمقام بھکر وفات پائی اور وہیں دفن کیئے گئے۔(فقہائے ہند ص:۱۶۴ ج۱، نزہۃ الخواطر ص:۲۲۳ ج۱)

مولانا صدرالدینؒ:

مولانا صدرالدینؒ رجب المرجب ۷۰۸ھ میں وادئ سندھ کے مردم خیز قصبہ بھکر میں پیدا ہوئے۔حنفی مسلک کے ممتاز فقہاء میں موصوف کا شمار ہے ۷۳۴ھ میں بھکر ہی میں ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کی تھی۔محرم الحرام ۷۶۹ھ میں وفات پائی۔

(نزہۃ الخواطر ص:۶۳ ج۲ ورجال السند والہند ص:۳۳۷)

مولانا ظہیرالدین بھکریؒ:

بھکر سے رحلت فرما کر دہلی وارد ہوئے اور پھر وہیں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔وہ موصوف کے شاگرد علامہ شمس الدین سلطان غیاث الدینؒ کی دربار میں خاص محرم

راز تھے۔تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکی۔البتہ صاحب نزہۃ الخواطر مولانا سید عبدالحئی لکھنویؒ نے آٹھویں صدی کے علماء میں ان کو شمار کیا ہے۔(نزہۃ الخواطر ص:۶۶ ج۲)

مولانا صدرالدین بھکریؒ:

السید الشریف صدرالدین محمد بن شجاع بن ابراہیم بن قاسم بن زید بن جعفر الحسینی بھکری سندھیؒ بھکر میں پیدا ہوئے۔اپنے زمانہ کے عمدہ خطیب اور اکابر علماء میں سے تھے۔۱۰ رجب ۶۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور محرم ۶۶۹ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔آپ کا مزار قلعہ بھکر پر واقع ہے۔

(نزہۃ الخواطر ص:۲۲۶ ج۱ سید عبدالحئی لکھنوی رجال السند والہند ص:۲۳۷)

قاضی ابوحنیفہ سندھیؒ:

قاضی ابوحنیفہ سندھیؒ فاضلِ روزگار حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔بھکر کی قضاء آپ کے سپرد تھی۔مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ۷۳۴ھ میں موصوف سے ملاقات کی تھی۔

(نزہۃ الخواطر ص:۷ ج۲)

سمّہ دور

سومروں کے زوال کے بعد سمّہ دوسری نومسلم قوم ہے۔جس نے سندھ پر حکومت کی ہے۔(تاریخ ملت ص:۵۹ ج۱۰)

اس خاندان کا پہلا حاکم فیروزالدین شاہ جام انٹر بن بانھیہ ۷۵۲ھ میں تخت نشین ہوا۔(تحفۃ الکرام ص:۱۵۳ ساتواں باب)

خاندانِ سمہ کی اصل قومیت کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی گئی ہیں۔اہل

تحقیق نے جس رائے کی تصحیح کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ قوم دراصل سام کی اولاد ہے جو "سام بن نوح" کی اولاد میں تھا۔ جیسا کہ اس قوم کے شجرہ سے ظاہر ہے۔ اس وجہ سے اُنہیں "سمہ" کے نسب سے پکارتے ہیں۔ (تحفۃ الکرام ص ۱۵۳ ساتواں باب)

چچ نامہ کی روایت کے مطابق ان کا مذہب ہندو تھا۔ محمد بن قاسمؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور مسلکاً اہلِ السنّت والجماعت تھے۔ (تاریخ ملت ص ۶۱ ج ۱۰)

۱۱ر محرم الحرام ۹۲۷ھ میں شاہ بیگ ارغونی والیٔ قندھار نے جام فیروز سمہ کو حکومت سے بے دخل کر دیا۔ اس واقعہ کی تاریخ خرابیٔ سندھ ۹۲۷ھ ہے (تحفۃ الکرام ص:۱۷۵)

خاندانِ سمہ نے تقریباً پونے دو سو سال تک خاکِ سندھ کی مسند فرمانروائی کو زینت بخشی۔ (تاریخ ملت ص:۶۲ ج ۱۰)

شاہانِ سمہ اور دینی قدریں :

سمہ دور جسے سندھ کے تاریخی نقطۂ نظر سے زرّیں دور کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جب سندھ میں اسلام کا آفتاب پوری آب و تاب سے منور ہو چکا تھا اور اہل سندھ اسلامی تعلیمات وعمل سے مزیّن ہو کر ایسا شگفتہ و شاداب پھول بن چکے تھے کہ جو خود بھی مہکتا ہے اور دوسروں کو بھی مہکاتا ہے۔ سمہ سلاطین عموماً شریعت کے پابند تھے۔ ان کے دور میں سندھ "عرب قصیر" اور ہندوستان "باب الاسلام" کے نام سے مشہور تھا۔ تصوف کا اس خطہ پر بڑا اثر تھا۔ صوفیاء کرام کی روحانی تبلیغ و تلقین کا اثر سندھ کے مسلمانوں پر گہرا تھا۔ جام نظام الدین نندا جس نے اپنی سیرت و کردار سے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دی تھی، اسی خاندان کا ایک فرمانروا تھا۔ اس خاندان نے احکامِ اسلامی کی ترویج میں قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ اسلامی احکام کی پابندی اس قدر رائج ہو چکی تھی کہ کوئی شخص نماز روزہ سے غافل نہ رہتا تھا۔ (تحفۃ الکرام ص:۱۶۹)

جام نظام الدینؒ المتوفی ۹۱۴ھ والیٔ سندھ کے حالات میں میر محمد معصوم بھکری نے اپنی "تاریخ معصومی" میں لکھا ہے کہ :

در زمان دولت او احیائے سنن بنوعے شیوع یافتہ بود کہ مافوقِ عام تصور نتواں کرد کہ در مساجد اقامت جماعت بہ نہج مے بود کہ خورد و کبیر محلہ در مسجد حاضر آمدہ نماز بگزاردند نماز تنہا راضی نبودند۔ اگر وقت از یکے جماعت فوت شدے بغایت نات گر دیدہ و در دو وسہ روز باستغفار مشغول می بود۔ (تاریخ معصومی فارسی ص:۲۷۵)

ترجمہ : اس کے دورِ حکومت میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی اس قدر عام ہو چکی تھی کہ اس سے زائد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مساجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا رواج اس قدر پھیل چکا تھا کہ کوئی بھی چھوٹا یا بڑا تنہا مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ اگر کسی وقت کسی سے جماعت کی نماز رہ جاتی تو وہ نہایت افسردہ ہو کر دو تین دن تک استغفار کیا کرتا تھا۔

ایک اور تصریح بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مؤرخ سندھ اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں :

سمہ سلاطین عموماً شریعت کے پابند تھے۔ یہ اُوچ گیلانی بخاری اور ملتان کے سہروردیہ مشائخ کے مرید تھے۔ سندھ میں حنفیت کا زور تھا۔ (تاریخ سندھ:۴۸۵)

چنانچہ مشہور سیاح برنز اپنے "سفر نامہ بخارا" میں لکھتا ہے :

"سندھ میں داخل ہونے پر جو چیز اجنبی کی توجہ سب سے بڑھ کر اپنی طرف کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے جن مذہبی اعمال کو واجب قرار دیا ہے تمام لوگ شدت سے ان کے پابند ہیں۔ نماز کے مقررہ اوقات میں ہر جگہ حقیر سے حقیر اور غریب سے غریب مکہ معظمہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتا ہوا نظر آئے گا۔ میں نے ایک ملاح کو دیکھا جو دریا کے بہاؤ کے خلاف کشتی کو کھینچنے کے صبر آزما کام میں مصروف تھا۔ نماز کا وقت آیا تو وہ بھیگا ہوا

کیچڑ میں لت پت دریا کے کنارے پر چلا گیا تا کہ رکوع وسجود سے فارغ ہو جائے۔ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی مؤذن کی صدا بلند ہوتی رہتی ہے جو مسلمانوں کو نماز کے لئے بلاتا ہے۔ جن مسلمانوں کے کان میں اس صدا کی آواز پہنچتی ہے وہ فوراً اپنے مشاغل ترک کر دیتے ہیں۔ تا کہ سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنے میں شریک ہو جائیں۔

(برنز کا سفرنامہ بخارا جلد اول بحوالہ تاریخ سندھ ص: ۹۲۴ حصہ دوم)

سمہ دور کی علمی سرگرمیاں:

سلاطین سمہ علماء کے بے حد قدر دان تھے۔ انہوں نے بہت سے مدرسے اور خانقاہیں بنوائیں۔ بڑی بڑی مسجدوں کی بنیادیں رکھیں۔ مولانا میر معین الدین، سید ابوالمغیث، مولانا اسیر الدین ابہریؒ اور مخدوم عبدالعزیز ابہریؒ محدث جیسے اہل علم سندھ میں عہدۂ وزارت پر مامور رہے۔ (تاریخ ملت ص: ۶۳ ج ۱۰)

جام نظام الدینؒ سمہ کے بارے میں سید محمد معصوم بھکریؒ لکھتے ہیں:

جام نظام الدینؒ در اوائل حال طالب علم بود و در خوانق و مدارس می گزرانیده۔ (تاریخ معصومی فارسی ص: ۷۴)

جام نظام الدین ابتدائی ایام میں علم کی بڑی چاہ رکھتا تھا اور شب و روز مدارس اور خانقاہوں میں بسر کرتا تھا۔

مؤرخ سندھ میر محمد معصوم بھکریؒ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''جام نظام الدینؒ'' اپنا زیادہ وقت اپنے عہد کے علماء کے ساتھ علمی بحث و مباحثہ اور گفتگو میں صرف کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علامہ جلال الدین محمد دوانیؒ نے شیراز سے سندھ آنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ سمہ دور کی تعلیمی گہما گہمی اور علمی شغف کا اندازہ اس امر

سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سموں سے پہلے قدیمی طرز کے مطابق مدارس، مساجد میں قائم تھے۔ مگر سموں کی حکومت کے زمانہ میں مدارس کے لئے علیحدہ عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ جن میں اس وقت کے جلیل القدر محدث اور بلند پایہ ادیب تعلیم دیتے تھے۔ صرف ٹھٹھ میں مدارس کی تعداد ہزار کے قریب تھی۔ اس کے علاوہ بھکر، سیہون اور کاہان تعلیمی مرکز تھے۔

(تاریخ معصومی اُردو ص: ۱۰۴ تاریخ سندھ ص: ۴۸۵ اعجاز الحق قدوسی)

سمہ دور کے فقہاء

شیخ صدر الدین سندھیؒ:

شیخ صدر الدین سندھیؒ وادی سندھ کے نامور فقیہ تھے۔ عمر عزیز کا محبوب مشغلہ درس و تدریس رہا۔ جام نظام الدین والیٔ سندھ کے معاصر تھے۔ اخیر عمر میں مہدویت اختیار کر لی تھی۔ (نزھۃ الخواطر ص: ۱۵۸ ج ۴ تذکرہ علماء ہند ص: ۲۶۷ فقہاء ہند ص ۲۰۲ ج ۳)

شیخ محمد سندھیؒ:

شیخ محمد بن اسحاق حنفی سندھیؒ شیخ عبدالرشید سندھیؒ کے شاگرد تھے۔ فقہ، اصولِ فقہ اور علوم عربیت میں اپنے معاصرین سے فوقیت لے گئے تھے۔ جام نظام الدینؒ حاکم سندھ کے معاصر عالم وفقیہ تھے۔ (نزھۃ الخواطر ص: ۲۹۰ ج ۴، فقہائے ہند ص: ۳۲۵ ج ۳)

قاضی نعمت اللہ سندھیؒ:

قاضی نعمت اللہ سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کی نسل سے تھے۔ سمہ حکمران جام تماچی کے عہد میں علمی دنیا کے سرتاج تھے۔ قاضی موصوف کے خلف رشید قاضی ڈنہ اور پوتے قاضی نعمت اللہ ثانی بھی علمی حیثیت سے نامور ہو کر گزرے ہیں۔ مؤخر الذکر حضرات

مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی کے معاصر تھے۔ (تحفۃ الکرام ص:۶۵۲)

قاضی محمد اُچی سندھیؒ :

قاضی محمدؒ دراصل اُوچ کے باشندے تھے۔ ترکِ وطن کر کے بھکر میں آباد ہوگئے تھے۔ کچھ عرصہ ٹھٹھہ کے قاضی رہے۔ مرزا عیسیٰ ترخان کے دورِ حکومت میں وفات پائی۔

(تاریخ معصومی ص:۲۸۰۔ تحفۃ الکرام ص:۵۹۳)

علامہ محمود سندھیؒ :

قاضی علامہ محمود سندھیؒ عباسی خانوادہ کے چشم وچراغ تھے۔ علمی وعملی فضائل کے جامع اور عدیم المثال تھے۔ تذکرۃ الاولیاء اور حواشی کتب درسیہ تصنیفی شاہکار ہیں۔ مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی ترخانی کے معاصر تھے۔ موصوف کی اولاد بھی علمی اعتبار سے انفرادی حیثیت کی حامل رہی ہے۔ (تحفۃ الکرام ص:۶۵۴)

شیخ محمود ٹھٹھویؒ :

شیخ محمود بن ابی سعید ٹھٹھوی سندھیؒ فقہائے احناف کے اکابرین میں شمار کیے جاتے تھے۔ فتاویٰ پورانی ان کی یادگار ہے اور بعض حضرات نے اس فقہی تالیف کو شیخ عبد الوہابؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر یہ نسبت محلِ نظر ہے۔ شیخ موصوف نے ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص:۳۱۷ ج۴، تحفۃ الکرام ص:۶۱۱، الثقافۃ الاسلامیہ ص:۲۰۸، تاریخ سندھ ص:۹۹، ج۱۲ اعجاز الحق قدوسی)

مولانا کریم الدین ٹھٹھویؒ :

مولانا کریم الدین حنفی ٹھٹھوی سندھیؒ جامع کمالات/ زہد وتقویٰ میں نامور تھے۔ مرزا جانی بیگ والئی سندھ کے معاصر تھے۔

(نزہۃ الخواطر ص:۲۷۰ ج۴، تحفۃ الکرام ص:۶۶۰، تاریخ معصومی ص:۲۹۸)

مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ :

مولانا عبدالرحمٰن ٹھٹھوی سندھیؒ علاقۂ سندھ میں مرزا عیسیٰ ترخان اور اس کے لڑکے مرزا جانی کے دورِ حکومت میں شیخ وقت اور فاضل کبیر تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم میں یگانۂ روزگار تھے۔

(نزہۃ الخواطر ص۱۷۲ ج۴ تاریخ معصومی ص ۲۹۸ تذکرہ علماء ہند ص۲۶۹)

شیخ محمد حسین ٹھٹھویؒ :

شیخ محمد حسین بن احمد بن محمد حسینی ٹھٹھوی سندھیؒ جید عالم اور فقیہ تھے ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ سندھ کے فضلاء سے کسب کمال کیا اور سندھ ہی میں مسندِ رشد وہدایت کو زیب بخشا۔ موصوف کے حالات پر محمد حسین صفائی نے تذکرۃ المراد نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ ۶۲ سال عمر سعید پاکر ۸۹۳ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص:۱۳۵، ج۳، فقہاء ہند ص:۲۴۸، ج:۲)

مولانا یار محمد سندھیؒ :

مولانا یار محمد بن عبدالعزیز بھری کاھانی سندھیؒ اپنے دور کے فحول ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے۔ جامِ فیروز کے دورِ حکومت میں موصوف کے والد بزرگوار ہرات سے سندھ آئے اور کاہان میں اقامت گزیں ہوئے۔ مولانا یار محمد جلیل القدر عالم، خوش اخلاق بزرگ، نرم مزاج اور متواضع انسان تھے۔ کاہان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

(تحفۃ الکرام ص:۴۴۲، علماء ہند ص:۲۷۹، رحمان علی، تاریخ معصومی ص:۱۰۶، نزہۃ الخواطر ص:۳۹۲، ج:۴)

....

ارغوان دورِ حکومت

سلسلۂ نسب :

ارغوان چنگیز خان کی اولاد سے ہیں۔ان کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔
ارغوان خان بن اباقہ خان بن ہلاکو خان بن تولی خان بن چنگیز خان۔
(تحفۃ الکرام علی شیر قانع ص:۱۷۸)

سندھ پر حکومت کی بنیاد :

خاندان ارغوانی کے شاہ بیگ بن امیر ذوالنون نے ۹۲۷ھ میں جام فیروز سمّہ کو حکومت سندھ سے بے دخل کر کے ٹھٹھہ پر قبضہ کیا تھا۔صرف ایک سال حکمرانی کرنے کے بعد ۲۲ شعبان ۹۲۸ھ میں وفات پائی۔ (تحفۃ الکرام ص:۱۸۲ حاشیہ)

موصوف کی وفات کے بعد ان کا فرزند مرزا شاہ حسن ۹۲۸ھ میں تخت نشین ہوا۔۳۴ سال حکومت کرنے کے بعد بعمر ۶۶ سال ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن وفات پائی۔
(تاریخ معصومی ص:۲۶۵ و ۲۷۰، تحفۃ الکرام ص:۲۰۸)

اس خاندان نے بحیثیت مجموعی کل چھتیس ۳۶ برس حکومت کی (تحفۃ الکرام ص:۲۰۸)

علمی ذوق :

شاہ بیگ مرحوم خواجہ عبداللہ سے اکتساب علم کر کے بلند علمی درجہ پر فائز ہو گئے تھے۔جن دنوں وہ اپنے والد کے ہمراہ ہرات میں مقیم تھے ان ایام میں وہ ہمیشہ علماء کی مجالس میں شریک رہا کرتے تھے اور ہفتہ میں دو مرتبہ انہیں اپنے ہاں مدعو کر کے ان کی شایانِ شان خاطر مدارات کرتے اور ان سے اکتساب فیض کیا کرتے تھے۔موصوف صرف

عالم ہی نہ تھے بلکہ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔متعدد تصنیفات یادگار چھوڑیں۔مثلاً شرح کافیہ' میر حاشیہ' شرح مطالع۔پیر سید شریف کے فرائض کی شرح ''شریفیہ'' کا حاشیہ علاوہ ازیں بعض دوسرے رسائل کے حواشی بھی موصوف کی تراوش قلم کا نتیجہ ہیں۔
(تاریخ معصومی ص:۱۷۵، تحفۃ الکرام ص:۱۸۳، تاریخ فرشتہ ص:۸۱۰ ج ۲، اردو ترجمہ عبدالحئی خواجہ ایم اے)

اسی طرح مرزا شاہ حسن کو یہ علمی ذوق ورثہ میں ملا تھا۔وہ بچپن ہی سے تحصیل علم کے دلدادہ تھے۔علوم کے استفادہ میں قابلِ رشک شغف رکھتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ کاروبار حکومت سے جو وقت بچ نکلتا تھا اس میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔فارسی زبان میں اس قدر مہارت تامہ رکھتے تھے کہ جو سبق پڑھتے اس کی تقریر من وعن تحریر فرمادیا کرتے تھے۔

منقولات میں کمال دسترس رکھنے کے علاوہ شعر بھی کہتے تھے، سپاہی تخلص فرماتے علماء اور سادات کی نہایت درجہ عزت افزائی کرتے تھے (تاریخ معصومی ص:۲۶۹، تحفۃ الکرام ص:۲۰۸)

ارغوان دور اور قوانینِ اسلامیہ :

مرزا شاہ حسن بیگ کے دور حکومت میں جو مقدمات پیش آتے ان کے تصفیہ کے لئے شریعت اسلامیہ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ (تاریخ معصومی ص:۲۶۹)

....

ارغوان دور کے فقہاء

قاضی قاضن بھکریؒ :

قاضی قاضن بن ابوسعید بن زین الدین بھکری سندھیؒ فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔حسن شاہ والیٔ سندھ کی طرف سے بھکر کی مسند قضاء کو زینت بخشی۔ ۹۵۸ھ میں وفات پائی۔ (تحفۃ الکرام ص:۳۳۳ تذکرہ علماء ہند ص:۱۶۶، نزہۃ الخواطر ص:۲۶۵ ج ۴

تاریخ معصومی ص:۲۷۶ تاریخ سندھ ص:۱۱۰۲ اعجاز الحق قدوسی فقہائے ہند ص:۳۱۰، ج ۳ اسحاق بھٹی)

شیخ میرک محمودؒ :

شیخ میرک محمود بن ابوسعید حنفی ٹھٹھوی سندھیؒ اکابر علماء اور مسلک حنفی کے جلیل القدر فقہاء میں شمار کئے جاتے تھے۔ فتویٰ نویسی میں انفرادی حیثیت کے حامل تھے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے گوناں گوں اوصاف وفضائل سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ مرزا شاہ حسن نے سندھ کی شیخ الاسلامی ان کے سپرد کی تھی۔ محرم ۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۴ء کو وفات پائی۔ بعض علماء نے تاریخ وفات (رفت میرک آہ آہ) سے نکالی ہے۔ (نزہۃ الخواطر ص:۳۳۳ ج ۴ تحفۃ الکرام ص:۶۱۰ تاریخ سندھ ص:۹۹ ج ۲ اعجاز الحق قدوسی تاریخ معصومی ص:۲۷۱ فقہائے ہند ص:۳۶۴ ج ۳)

مولانا میرانؒ :

شیخ مولانا میراں بن یعقوب ٹھٹھوی سندھیؒ کبار علماء سندھ میں تھے۔ سرمایۂ حیات درس وتدریس اور افادۂ خلق رہا۔ مرزا شاہ حسن بیگ والئی سندھ نے کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ اس عالم دین نے ۹۴۹ھ کو ٹھٹہ میں رحلت فرمائی۔ تاریخ وفات (وارث الانبیاء) سے نکلتی ہے۔ (تاریخ معصومیؒ ص:۲۷۸ نزہۃ الخواطر ص:۳۷۰ ج ۴ تحفۃ الکرام ص:۶۰۷ تذکرہ علماء ھند ص:۲۱۷ فقہاء ھند ص:۳۷۵ ج ۳)

قاضی ابوسعید بھکری سندھیؒ :

قاضی ابوسعید بن قاضی زین الدین بھکری سندھیؒ فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے۔ علوم فقہ اور علوم عربیہ میں مہارت رکھتے تھے۔ ذکاوت و فطانت میں ضرب المثل تھے۔ حاضر جوابی میں اس دور میں کوئی ان کا مدّ مقابل نہ تھا۔ تذکرہ علماء ہند میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

قاضی ابوسعید بھکری ولد قاضی زین الدین بوفور فضیلت و حضورِ قر یحت از ممتازان روزگار بود۔ (تحفۃ الکرام ص:۳۴۳ نزہۃ الخواطر ص:۹ ج ۴ تذکرہ علماء ہند ص:۲۶۱ فقہائے ہند ص:۱۹۲ ج ۳)

میرک بایزیدؒ :

شیخ میرک بایزید بن ابی سعید بن میر علی شاہ العرب شاہی سبزواری سندھیؒ شاہ بیگ ارغوان قندھاری کے ساتھ سبزوار سے قندھار پھر سندھ تشریف لائے تھے۔ موصوف کے علمی جاہ وجلال کے پیش نظر بھکر اور سکھر کا شیخ الاسلامی کا منصب آپ کے سپرد کیا گیا۔
(نزہۃ الخواطر ص:۴۸ ج ۴ تحفۃ الکرام ص:۴۰۲ فقہاء ھند ص:۱۳۵ ج ۳)

قاضی شکر اللہ ٹھٹھویؒ :

قاضی شکر اللہ بن وجیہ الدین بن نعمت اللہ بن عرب شاہ بن میرک شاہ بن جمال الدین محدث حسنی دشتکی شیرازی ٹھٹھوی سندھیؒ علوم عربیت اور فقہ واصول کے نامور فاضل تھے۔ اصلاً ہرات کے باشندے تھے۔ ۹۲۷ھ میں سندھ وارد ہوئے اور ٹھٹھہ کو اپنے قیام سے زینت بخشی۔ شاہی بیگ ارغوانی کے دور حکومت میں چند سال عہدہ قضاء پر فائز المرام رہے۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۳۸ ج ۴ تحفۃ الکرام ص ۵۹۱ فقہاء ھند ص ۱۹۲ ج ۳)

قاضی نصر اللہؒ :

قاضی نصر اللہ ابوسعید بن زین الدین حنفی بھکری سندھیؒ شیخ سندھ میں شمار تھا۔ موصوف اپنے برادرِ اکبر قاضی قاضن کے قائمقام بھکر کے قاضی مقرر ہوئے۔
(نزہۃ الخواطر ص:۳۷۴ ج ۴ تحفۃ الکرام ص:۳۴۳ تاریخ معصومی ص:۲۷۷ فقہاء ہند ص:۳۷۸ ج ۳)

شیخ احمد بن اسحاقؒ :

شیخ احمد بن اسحاق سندھیؒ وادیٔ سندھ میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی۔ شیخ

عبدالرشیدؒ سے علم حاصل کیا۔ وادئ سندھ کے نہایت صالح وعفیف، متقی و پرہیزگار فاضل بزرگ تھے۔ ۹۳۶ھ کو سندھ کے ایک مقام ہالہ کنڈھ میں فوت ہوئے۔

(فقہائے ہند ص: ۱۱۳ ج ۳ تاریخ معصومی ص: ۲۹۹ تحفۃ الکرام ص: ۲۶۱ نزھۃ الخواطر ص: ۱۸ ج ۴)

شیخ رکن الدین سندھیؒ :

شیخ رکن الدین سندھیؒ حنفی المسلک شیخ بلال محدثؒ کے شاگرد رشید تھے۔ حدیث وفقہ میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ کئی کتابیں آپ کی قلمی یادگار ہیں۔ جن میں شرح اربعین شرح خلاصہ کیدانی اور دیگر رسائل شامل ہیں۔ آپ نے ۹۴۹ھ کو ٹھٹھہ میں وفات پائی۔

(تاریخ معصومی ص: ۲۰۷ نزھۃ الخواطر ص: ۱۱۶ ج ۴ فقہائے ہند ص: ۱۸۰ ج ۳)

قاضی دتہ سیوستانیؒ :

قاضی دتہ بن شرف الدین سیوستانیؒ حنفی المسلک تھے۔ فقہ اور دیگر علوم عقلیہ کی تحصیل اپنے والد شیخ شرف الدین اور شیخ محمود اور شیخ عبدالعزیز ہرویؒ سے کی۔ حافظہ اس درجہ تیز تھا کہ علوم وفنون کی اکثر کتابیں زبانی یاد تھیں۔ موصوف کے تلامذہ میں حکمرانِ سندھ سلطان حُسین بن شاہی بیگ شامل ہیں۔ شیخ عثمان سندھی ان کو استاذ کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ (تحفۃ الکرام ص: ۴۳۴ تاریخ معصومی ص: ۲۶۹ تذکرہ علماء ہند ص: ۲۶۵)

مولانا یوسف سندھیؒ :

مولانا یوسف بن ابو یوسفؒ حنفی سندھیؒ صالح عالم دین تھے۔ علوم شرعیہ میں ماہر، تیز ذہن اور روشن فکر تھے۔ والئ سندھ مرزا محمد باقی کے دور کے صاحب علم وفضل بزرگ تھے۔ ماثر رحیمی کا مصنف رقمطراز ہے: مولانا یوسفؒ بغایت پرہیزگار ودر علومِ شریعہ وفنون بے مثل زمانِ خود بود۔ (تاریخ معصومی ص: ۲۹۹ تحفۃ الکرام ص: ۵۸۱ نزھۃ الخواطر ص: ۳۹۷ ج ۴)

ترخان دورِ حکومت

ترخان کی وجہ تسمیہ :

اس خاندان کو ترخان کہنے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں :

(۱) اس خاندان کے لوگوں نے صاحب قراں امیر تیمور کے ساتھ زمانہ طفولیت میں احسان کیا تھا جب امیر تیمور مسند حکومت پر متمکن ہوا تو اس نے اس خاندان کی مقدور بھر عزت افزائی کی اور انہیں (ترخان) یعنی (ملازمت سے معافی یافتہ) کا خطاب عطا کیا۔

(۲) بعض دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ ان کے اجداد جنگ کے موقع پر جوہر مردانگی دکھاتے ہوئے لہولہان ہوگئے تھے جس کی بنیاد پر اُنہیں (ترخون) کا لقب دیا گیا تھا ترخان اس کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ (تحفۃ الکرام ص: ۲۰۹، سید علی شیر قانع)

نسب نامہ :

مرزا عیسیٰ بن مرزا محمد بن مرزا عبدالعلی ترخان۔ (تحفۃ الکرام ص: ۲۱۰)

حصولِ اقتدار :

مرزا شاہ حسن بیگ کے بعد یکم جمادی الاولیٰ ۹۶۲ھ میں جلوۂ آراءِ حکومت ہوا۔ ارغوان اور ترخان امراء نے بالاتفاق اس کی بیعت کی۔ (تحفۃ الکرام ص: ۲۱۰)

مُدّتِ حکومت :

ترخانوں نے وادئ سندھ پر ۳۸ سال تک فرمانروائی کی۔ بالآخر ۱۰۰۰ھ مطابق ۹۲-۱۵۹۱ء عبدالرحیم خان خانان کے ہاتھوں مرزا جانی بیگ نے شکست کھائی اور اسی کے

ساتھ ترخانوں کی آزاد مملکت کا خاتمہ ہوگیا اور سندھ مغل حکومت کا ایک صوبہ بن گیا۔

(تحفۃ الکرام ص: ۲۴۷، تاریخ سندھ ص: ۱۴۲)

ترخان دور کے فقہاء

مولانا عبدالرحمٰن ٹھٹھویؒ :

مولانا میرک عبدالرحمٰن بن محمود بن ابوسعید حنفی ٹھٹھویؒ ارض سندھ کے شیخ اور فاضل بزرگ تھے۔ اپنے دور کے فحول علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ زندگی بھر درس وتدریس میں مشغول رہے اور خلق کثیر کو علمی فائدہ پہنچایا۔ ۹۹۱ھ کو وفات پائی۔ (نزھۃ الخواطر ص: ۲۰۷ ج ۴، فقہائے ہند ص: ۲۱۰ ج ۳)

شیخ عبداللہ متقی سندھیؒ :

شیخ عبداللہ بن سعد اللہ متقی سندھیؒ سرزمین سندھ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی۔ خاکِ سندھ سے گجرات اور گجرات سے حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفھما) تشریف لے گئے دیگر علماء حرمین کے علاوہ صاحب کنز العمال شیخ علی متقی برہان پوریؒ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ تفسیر وحدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ موصوف کے زمانہ میں علم وفضل کے میدان میں کوئی ان کا ثانی ونظیر نہ تھا۔ اس نامور مفسر اور شہرہ آفاق محدث نے ذی الحجہ ۹۸۴ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

(نزھۃ الخواطر ص: ۲۰۵ ج ۴، تاریخ معصومی ص: ۲۸۱، تحفۃ الکرام ص: ۴۴۳، فقہائے ہند ص: ۲۳۴ ج ۳)

شیخ رحمت اللہ سندھیؒ :

شیخ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم عُمری سندھیؒ موضع دربیلہ (سندھ) میں پیدا

ہوئے۔ ایام طفولیت کے شب وروز یہیں بسر کئے۔ شیخ علی بن محمد بن عراقؒ خطیب مدینہ سے حدیث پڑھی۔ ابن العابدین شامی نے باب الامامت ص ۱۷۱ ج ۱ میں موصوف کا ایک قول نقل کیا ہے۔ جس سے آپ کے فقہی مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بلند پایہ تالیفات یادگار ہیں۔ ۹ محرم ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں وفات پائی رحمۃ اللہ قدنال مرادہٗ سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ (تحفۃ الکرام ص: ۴۴۳ تذکرہ علماء ہند ص: ۲۶۵ تاریخ معصومی ص: ۲۷۹ نزہۃ الخواطر ص: ۱۱۲ ج ۴)

شیخ قاسم سندھیؒ :

شیخ قاسم بن یوسف بن رکن الدین بن شہاب الدین شہابی سندھیؒ سندھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی اور اسی کے نواح میں تحصیل علم کی۔ پھر ۹۵۰ھ میں سندھ سے گجرات گئے۔ حدیث اور فقہ کے ماہر علماء میں سے تھے۔ درس وتدریس اور افادۂ علماء وطلباء موصوف کا مشغلہ تھا۔ بعض اہم کتابوں کے مصنف تھے۔ جو حوادثاتِ زمانہ کے ہاتھوں تلف ہوگئیں۔ ۹۸۰ھ میں وفات پائی۔ (نزھۃ الخواطر ص: ۲۶۲ ج ۴، فقہائے ہند ص: ۲۰۸ ج ۳)

مولانا قاسم دیوان سندھیؒ :

مولانا قاسم دیوان سندھیؒ عظیم المرتبت عالم اور شیخ تھے۔ حنفی المسلک تھے اور ان کا شمار اس دور کے مشہور فقہاء میں ہوتا تھا۔ شیخ میراں سندھی کے شاگرد تھے۔ موصوف کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب سلطان محمود خان حکومتِ سیوی پر مامور ہوا تو اس نے مولانا قاسم دیوان کو اپنی رفاقت کے لئے منتخب کیا۔ قرآن مجید کے علاوہ بعض دیگر کتابوں کے لئے بھی موصوف کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے۔ مولانا قاسمؒ دیوان کا سال وفات ۹۷۷ھ ہے۔

(تاریخ معصومی ص: ۳۳۲ تاریخ سندھ ص: ۱۴۳ ج ۲ قدوسی نزھۃ الخواطر ص: ۲۶۳ ج ۳)

شیخ مبارک سندھیؒ :

شیخ مبارک بن ابو المبارک پاتری سندھیؒ علاقہ سندھ کے موضع پاتر میں پیدا ہوئے۔ مخدوم عباس بن جلال سندھی کے شاگرد تھے۔ طویل مدت تک ان کی خدمت میں رہے۔ بعدازاں نوشتۂ تقدیر نے احمد آباد میں لا ڈالا۔ وہاں ناصر الملک کی مسجد میں عرصہ تک مسند تدریس پر فائز رہے۔ پھر برہان پور تشریف لے گئے اور قصبہ چوپڑہ کے منصبِ قضاء پر مقرر کئے گئے۔ اکابر علماء کو موصوف سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ شیخ مبارک نے ۹۷۸ھ کو جمعہ کے روز وفات پائی اور شیخ ابراہیم بن عمر سندھیؒ کے حظیرہ میں دفن ہوئے۔

(نزھۃ الخواطر ص: ۲۸۰ ج ۴ تذکرہ فقہاء ہند ص: ۳۱۴ ج ۳)

مولانا عباس سندھیؒ :

مولانا عباس بن جلال پاتری سندھیؒ اپنے دور میں سندھ کے شیخ اور فاضل بزرگ تھے۔ پاتر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ ۹۴۷ھ کے اوائل میں ہنگور علاقہ بھکر چلے گئے۔ تفسیر حدیث، فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ زندگی بھر درس وتدریس میں مصروف رہے۔ قاضی عبدالسلام موصوف کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ ۹۶ سال کی عمر پاکر ۹۹۸ھ میں وفات پائی۔

(تاریخ معصومی ص: ۲۳۱ نزھۃ الخواطر ص: ۱۶۷ ج ۴ فقہائے ھند ص: ۲۰۵ ج ۳)

شیخ محمد ٹھٹھویؒ :

شیخ محمد بن محمود بن ابوسعید ٹھٹھوی سندھیؒ بلاد سندھ کے عالم کبیر اور شیخ وقت تھے۔ موصوف کا شمار ممتاز فقہاء حنفیہ میں ہوتا تھا۔ ۹۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

(تذکرہ علماءِ ہند ص: ۲۱۷، رحمان علی، نزھۃ الخواطر ص: ۳۱۷ ج ۴)

مولانا طیب سندھیؒ :

مولانا طیب بن ابو طیب ٹھٹھوی سندھیؒ شیخ ہارونؒ کی اولاد میں سے تھے۔ سندھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں نشوونما پائی۔ مفتی یونس سندھیؒ سے علم حاصل کیا۔ درس و افادہ موصوف کا اصل کام تھا۔ ساری زندگی اسی خدمت میں صرف کردی۔ موصوف کی تصانیف میں سے ایک رسالہ غوثیہ کی شرح ہے۔ دوسرے مشکوٰۃ پر نہایت عمدہ تعلیقات وحواشی ہیں۔ مولانا طیب سندھی نے ۹۹۰ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔ (نزھۃ الخواطر ص: ۱۶۵ ج ۴)

شیخ نوح سندھیؒ (۹۶۲ھ بمطابق ۵۵-۱۵۵۴ء) :

شیخ نوح بن نعمت اللہ صدیقی سندھیؒ علامۂ وقت اور فاضلِ روزگار تھے۔ اپنے زمانہ کی تمام علمی سرگرمیوں کا مرکز تھے۔ تفسیر قرآن اور اس کے معانئ دقیقہ کی وضاحت میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ شیخ نوحؒ نے ۲۷ ذی قعدہ ۹۹۸ھ جمعرات کے روز ہالہ کنڈی میں وفات پائی۔ (تاریخ معصومی ص: ۲۸۲ تحفۃ الکرام ص: ۲۶۹ ج ۳ نزھۃ الخواطر ص: ۳۸۳ ج ۴)

....

دولتِ مغلیہ

(۱۲/ جمادی الاولیٰ ۹۸۲ھ تا ۱۱۵۱ھ ...... ۱۵۷۴ء تا ۱۷۳۸ء)

سلطان محمود خان کوکل تاشؒ :

(۹۶۲ھ تا ۹۸۲ھ بمطابق ۵۵-۱۵۵۴ء تا ۷۵-۱۵۷۴ء)

تاریخ کے طالب علم پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ مرزا شاہ حسن المتوفی ۱۲ ربیع الاول

۹۶۲ھ بمطابق ۵۵-۱۵۵۴ء کی وفات کے بعد سندھ کی حکومت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ایک زیریں سندھ جس کا دار السلطنت ٹھٹھہ اور حاکم مرزا عیسیٰ ترخان تھا۔جس کے حالات گزشتہ اوراق میں گزر چکے ہیں۔

دوسرا حصہ بالائی سندھ جس کا دار الحکومت بھکر تھا اور حاکم سلطان محمود خان کوکل تاشؒ تھا۔(تاریخ سندھ ص:۱۳۳ ج ۲،قدوسی،المشاہیر ص:۵ ج ۲ نظامی بدایونی)

سلطان محمود خان کوکل تاشؒ کے دورِ حکومت کا جہاں تک تعلق ہے۔اس کا کوئی علمی کارنامہ تاریخ میں ایسا نہیں ملتا جسے ہم یہاں پیش کریں۔البتہ اِتنا ضرور تھا کہ وہ علم کا ذوق رکھتا تھا اور علماء وسادات کا قدر دان تھا۔اس نے اپنی عمر میں ایک ہزار مرتبہ قران مجید ختم کیا تھا۔(تاریخ سندھ ص:۱۴۰،ج:۲،قدوسی)

سندھ میں مغلوں کی آمد کے اسباب :

مورخ سندھ اعجاز الحق قدوسیؒ تاریخ سندھ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ سلطان محمود خانؒ کی اخیر عمر میں اکثر ارغوان اور ترخان اس کے خلاف محاذ آرائی پر تلے ہوئے تھے۔اس لئے اس نے اس شورش کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے یہ سوچ کر کہ اب حکومت اس کے بس کا روگ نہیں۔اپنے داماد جلال الدین اکبر سے درخواست کی کہ وہ کسی کو بھیجے تا کہ بھکر کی حکومت اس کے سپرد کردی جائے۔(تاریخ سندھ ص:۱۳۸ ج ۲،قدوسی)

اور ابھی دربارِ دہلی سے کوئی آنے ہی نہیں پایا تھا کہ ۸/صفر ۹۸۲ھ بمطابق ۱۵۷۴ء بروزِ ہفتہ دو پہر ۸۴ سال کی عمر میں اس نے وفات پائی۔سلطان محمود خان کوکل تاشؒ کی وفات کے بعد ۱۲/جمادی الاولیٰ ۹۸۲ھ بمطابق ۱۵۷۴ء کو،کستو خان نے بھکر میں داخل ہو کر بحیثیت اکبر کے گورنر کے بھکر پر قبضہ کرلیا۔اس طرح بھکر کی حکومت ختم ہو کر مغلوں کا

ایک صوبہ بن گیا۔اور یہاں کے راجدھانی پر مغلوں کے گورنر مقرر ہونے لگے۔بھکر کی حکومت پر قبضہ سندھ میں مغلوں کا پہلا قدم تھا۔(تاریخ سندھ ص:۱۳۹ ج:۲،اعجاز الحق قدوسی)

گزشتہ سطور میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ زیریں سندھ ترخانوں کے قبضہ میں تھا جس کو نواب عبدالرحیم خان خانان نے عہد اکبری ۱۰۰۰ھ بمطابق ۹۲-۱۵۹۱ء میں مرزا جانی بیگ کو شکست دے کر حاصل کیا تھا۔(تحفۃ الکرام ص:۲۴۶)

اس طرح پورے سندھ پر مغلوں کا طوطی بولنے لگا۔

جلال الدین اکبرؒ:

اکبر زیورِ علم سے بالکل تہی دست تھا۔صلح کل اور با مسلمان اللہ اللہ، با برھمن رام رام کے نظریہ پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے باعث الحادوزندقہ تک جا پہنچا تھا۔وہ مذہب کے معاملہ میں اس قدر متلون مزاج واقع ہوا تھا کہ کوئی بھی مذہب والا جب اس کے سامنے اپنے مذہب کی تقریر کرتا تو وہ اس کی ہمنوائی کرتا۔بسا اوقات اپنی ہندو رانیوں کے ساتھ ہندوانہ رسوم ادا کرتا تھا۔خوشامدی اور حاشیہ نشین علماءِ سوٗ کی غلط روش نے اس غریب کو نام نہاد (دین الٰہی) کے چکر میں ایسا پھنسایا کہ تا زیست اس سے نہ نکل سکا۔

(تاریخ اسلام کامل ص:۶۷۴،احمد قادری)

نورالدین جہانگیرؒ:

ابوالمظفر کنیت،سلطان محمد سلیم نام تھا۔گوہر درج اکبر شاہ ۹۷۷ھ تاریخ ولادت ہے۔تخت نشینی کے بعد جہانگیر نے سب سے پہلے یہ انتظام کیا کہ سونے کی ایک زنجیر بنوائی اور اس میں ساٹھ گھنٹیاں بندھوائیں۔اس کا ایک سرا تو قلعہ اکبر شاہ کے شاہ برج میں لگوایا اور دوسرے سرے کو دریا کے کنارے ایک کھونٹے سے بندھوادیا اور اعلان کروایا کہ جس

مظلوم کو بھی حصولِ انصاف میں رکاوٹ پیدا ہوا وہ اس زنجیر کو کھینچ کر بادشاہ کے کانوں تک اپنی فریاد پہنچا دے۔ (منتخب اللباب ص:۲۵۹، ج ۱)

محمد شہاب الدین شاہجہانؒ :

(۱۰۲۷ھ تا ۱۰۶۸ھ بمطابق ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء)

جہانگیر کے زمانہ میں عام لوگوں کے لئے درباری سجدہ برقرار تھا۔ شاہجہاں نے اسے موقوف کر دیا تھا۔ وہ سجدہ کرانے اور کرنے کو شرک و کفر تصور کرتا تھا۔ اس نے اپنے باپ کو بھی کبھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ شاہجہاں غیر اسلامی رسومات کو مٹانے کی عمر بھر کوشش کرتا رہا۔ اس نے سنہ ہجری متعارف کرایا اور پوری حکومت میں شرعی دستور و آئین کے نفاذ کے انتظامات کیے۔ (مسلمان حکمران ص:۶۵۸ رشید اختر ندوی)

عبد الحمید لاہوریؒ کے بیان کے مطابق شاہجہاں خود بھی شریعت کی سختی سے پابندی کرتا تھا۔ وہ ہر رات لازمی طور پر تہجد پڑھتا۔ طلوعِ فجر سے دو ساعت پہلے جاگتا اور اپنی بنوائی ہوئی مسجد میں آتا اور عباداتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا۔ اذان ہوتی، فجر کی نماز پڑھتا وظائف پورے کرتا اور پھر سلطنت کے نظم و نسق میں مصروف ہو جاتا۔

(عملِ صالح جلد اول حمید لاہوری بحوالہ مسلمان حکمران ص:۶۵۸)

اگر درباری مؤرخین کے پرجوش اندراجات پر اعتماد کیا جائے تو خیال ہوتا ہے کہ شاہجہاں کو نہ صرف نیک پابندِ شریعت مسلمان بلکہ مجددِ دینِ ملّت میں شمار کرنا چاہیئے۔

(رودِ کوثر ص:۳۷۳ شیخ محمد اکرام تاریخ اسلام کامل ص:۱۶۸۱ احمد قاری منتخب اللباب ص:۱۹ ج ۲)

شاہجہاں کے دربار میں ملا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ، ملا محمد فاضل بدخشانیؒ، قاضی محمد اسلمؒ ملا مبارک ہرویؒ، ملا عبد اللطیفؒ، میر محمد ہاشمؒ، ملا فرید دہلویؒ اور میر محمد صالحؒ جیسے اجلّہ علماء نے رہ کر اس کے مذہبی خیالات کی نشو ونما میں بڑی مدد پہنچائی۔

(ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے جلوے ص:۴۵)

محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیرؒ :

(۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۷ھ بمطابق ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء)

تقریباً سوا تین سو سال کی مغل حکمرانی کے دور میں سب سے بہتر ایمان دار معدلت پرور اور بیدار مغز بادشاہ اورنگزیب عالمگیر غازی تھا۔ ۱۰۲۸ھ میں اس کی ولادت ہوئی اور ۱۰۶۸ھ میں مسند اقتدار کو رونق بخشی۔ عالم گیر نے سلوک وطریقت کی تعلیم حضرت مجدد احمد سرہندی کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم سے حاصل کی تھی۔ اس لئے وہ شریعت کا بڑا پابند تھا۔ تفسیر و حدیث کا عالم تھا، اپنی سب اولاد کو قرآن مجید حفظ کرایا تھا۔ ذریعہ معاش قرآن مجید کی کتابت تھی۔ چنانچہ خود نوشت دو قلمی نسخے حرمین شریفین زاد اللہ شرفھما بھیجے تھے۔ خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ فکرِ عاقبت سے گھنٹوں گریہ کناں رہتا تھا۔ شاہانہ سطوت و حشمت کے باوجود نماز اول وقت مسجد میں با جماعت ادا کرتا تھا۔ جمعہ کی نماز بھی مسجد میں تمام مسلمانوں کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ گویا (ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز) کا عملی نمونہ تھا۔ (مسلمان حکمران ص:۶۹۵ رشید اختر ندوی)

اورنگزیب بڑا عابد وزاہد مسلمان تھا۔ اس کے زمانے کا مشہور سیاح برنر موصوف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس بادشاہ نے رمضان کے پورے روزے رکھے، رات بھر عبادت میں مشغول رہتا۔ افطاری جوار اور مکئی کی روٹی سے کرتا تھا۔ پھر ایسا بیمار پڑا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ خدا نے اُسے اس خطرناک بیماری سے صحت دی مگر اس نے اپنا چلن نہ بدلا۔ صاحب مآثر عالمگیری نے اورنگزیب کے کردار پر بہت مختصر مگر جامع الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

بادشاہ غازی مراتب دین کا بہت لحاظ رکھتا۔ وہ اسلام کے احکام پر سختی سے کاربند

تھا۔ اکثر وضو سے رہتا تھا۔ کلمہ طیبہ اور دوسرے اذکار ہر وقت اس کی زبان پر رہتے۔ نماز جماعت کے ساتھ اول وقت میں مسجد میں ادا کرتا تھا۔ ہفتہ میں تین دن لازمی طور سے روزے رکھتا اور رمضان شریف کے روزوں کو قضاء کرنا تو جانتا ہی نہیں تھا۔ تہجد پابندی سے پڑھتا تھا اور کوئی ایسا فعل نہ کرتا جو شریعت کے خلاف ہو۔ (مسلمان حکمران ص: ۲۶۵ رشید اختر ندوی)

اورنگزیب اپنے استاذ ملا جیونؒ کے ساتھ اس طرح ادب سے پیش آتا جس طرح بچے باپ کا ادب کیا کرتے ہیں۔ اپنے محل کے اندر ہفتہ میں تین دن علمی مجلس کراتا۔ شیخ نظام الدین برہان پوری سے احیاء العلوم اور فتاویٰ عالمگیری کے مسائل پر بحث کرتا تھا۔

(ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے ص: ۷۵)

علوم دین کی ترویج واشاعت میں کوشاں رہتا اور طلبہ کی ضروریات کی کفایت کرتا جہاں انہیں کتابیں مہیا کی جاتی وہاں ان کے لئے اکل وشرب کے ساتھ قیام کا بھی اہتمام کیا جاتا اور حسبِ ضرورت وظائف دیئے جاتے۔ علم کی گہما گہمی کا اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یورپین سیاح ہملٹن جس نے عالمگیر کے زمانہ میں ۱۶۹۹ء ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ کی نسبت لکھتا ہے۔

شہر ٹھٹھہ میں مختلف علم وفن کے چار سو مدرسے ہیں۔ (ہندوستان عہد عالمگیری میں سندھ کے اقتصادی حالات مرزا سمیع اللہ بیگ ص: ۱۳۴ بحوالہ تاریخ سندھ ص: ۹۷۷، ج ۲ غلام رسول مہر)

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا :

ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی تاریخیں تو بہت لکھی گئی مگر افسوس کہ ان کی علمی تاریخ گویا لکھی ہی نہیں گئی۔ اس لئے ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی کارنامے بہت ماند معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں انتہا تو یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے مدرسوں اور تعلیم گاہوں کا حال بھی مولانا ابوالحسنات ندویؒ کی کتاب ہندوستان کی قدیم

دینی درسگاہیں" کے علاوہ کسی کتاب میں مفصل عنوان کے ساتھ نظر نہیں آئے گا۔ البتہ مغل حکمرانوں کی مذہبیت کا قدرے جائزہ "ہندوستان کے سلاطین اور علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر" میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ (کتاب بحوالہ بالا ص: ۲۲ و ۲۴)

عالمگیر کے عہد ۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۷۰۰ء ہی میں مغلوں کا آفتاب اقبال گہنانے لگا تھا اور "کلہوڑہ" سندھ میں حکومت کی داغ بیل ڈالنے کی راہ ہموار کررہے تھے، یہاں تک کہ محمد شاہ کے دور ۱۱۳۱ھ بمطابق ۱۷۱۹ء میں جب مغلوں کی طاقت بالکل کمزور ہوگئی تو کلہوڑہ خاندان نے سندھ میں متبادل قیادت اختیار کرلی اور بھکر میں مغل گورنروں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور اسی پر ۱۴۷ سالہ مغلیہ دور کا درخشندہ باب ختم ہوا چاہتا ہے۔

(تاریخ سندھ ص: ۱۴۷ ج ۲ قدوسی)

....

دولتِ مغلیہ کے فقہاء

شیخ ابوالخیر سندھیؒ :

وادیٔ سندھ کے مشہور علمی مرکز ٹھٹھ میں پیدا ہوئے۔ نسلی تعلق مشہور روحانی بزرگ فضل اللہ کے خاندان سے تھا۔ حنفی مسلک کے عظیم المرتبت فقیہ تھے۔ موصوف کی وجاہت علمی کی شہرت سے متأثر ہوکر سلطانِ ہند غازی محی الدین اورنگزیب عالمگیر نے تدوین فتاویٰ عالمگیری کی مجلس ترتیب وانتخاب میں موصوف کو بھی شریک کار کیا تھا۔

(نزھۃ الخواطر ج ص: ۱۸ ج ۵ تحفۃ الکرام ص: ۶۶۱ تذکرہ علماء ھند ص: ۲۲۱ برصغیر پاک وہند میں علم فقہ ص: ۲۷۹ تا ۲۸۱)

مولانا ابوالقاسم سندھیؒ :

مولانا ابوالقاسم بن مفتی داؤد حنفی ٹھٹھوی سندھیؒ فقہ اُصولِ فقہ میں ممتاز حیثیت

رکھتے تھے۔اورنگزیب عالمگیر نے موصوف کو دار القضاء کا وکیل شرعی مقرر فرمایا تھا۔۱۱۱۳ھ مطابق ۱۶۹۱ء میں وفات پائی۔مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ نے ذھب العلم من السند یقیناً سے تاریخ وفات نکالی ہے۔وطن مالوف مرکز علم ٹھٹھہ تھا۔درس وتدریس عمر عزیز کا محبوب مشغلہ تھا(نزھۃ الخواطر ص:۱۶ ج۶ تحفۃ الکرام ص:۲۷۶ تذکرہ علماء ہند ص:۸۱، الفرقان لکھنو صفر ۱۳۸۶ھ ص:۵۵ ج۳۴)

شیخ ابوالفرج برہان پوریؒ :

شیخ ابوالفرج سراج الدین اسماعیل بن محمود سندھیؒ شطاری برہان پوری نے علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل شیخ عیسیٰ بن قاسم شطاریؒ سے کی تھی۔فقہ اور علم تصوف میں درجہ کمال حاصل تھا۔مخزن الدعوات فی علم الدعوۃ فارسی قلمی شاہکار ہے جسے موصوف نے ۱۰۳۷ھ میں تحریر کیا تھا۔(نزھۃ الخواطر ص:۲۷ ج۵، فقہائے ہند ص:۱۲۱ ج۴ حصہ اول)

شیخ ابوالطیب سندھیؒ :

شیخ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندھیؒ حنفی المسلک اور طریقہ نقشبندیہ سے روحانی تعلق رکھتے تھے۔جامع ترمذی کی عربی میں شرح لکھی اور علم فقہ کی معروف کتاب درمختار پر حاشیہ تحریر فرمایا۔(فقہائے ہند ص:۹۲ ج۵ حصہ اول)

مولانا حبیب اللہ سندھیؒ :

مولانا حبیب اللہ حنفی سندھیؒ اپنے دور کے علماء فحول میں شمار کئے جاتے تھے۔شیخ عباس بن جلال سندھیؒ کے مدرسہ واقع بستی ہنکورملحقات بھکر میں درس دیتے رہے۔آپ علوم وفنون کے علاوہ زہد وتقویٰ میں عدیم المثال جانے جاتے تھے۔

(نزھۃ الخواطر ص:۱۲۸، ج۵، فقہائے ہند ص:۱۵۵، ج۴ حصہ اول)

قاضی داؤدؒ :

قاضی داؤد فتح پوری حنفی، سندھیؒ بھکر کے مشہور قاضیوں میں سے تھے۔محمود شاہ دورِ حکومت میں بھکر کے عہدہ قضاء پر جلوہ فرما ہوئے۔ظاہری وباطنی اوصاف سے آراستہ تھے۔شوال ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں زہر پلوا کر اس شمع علم کو گل کردیا گیا۔(تذکرہ علماء ہند ص:۲۶۵، نزھۃ الخواطر ص:۱۰۹، ج۴، تاریخ معصومی ص:۳۲۹، تاریخ سندھ ص:۱۴۱، ج۲ قدوسی)

میر سید صفائی مرحومؒ :

میر سید صفائی بن سید مرتضیٰ حسینیؒ ترمذی علم وعمل میں رئیس الفضلاء شمار کئے جاتے تھے۔شاہ قطب کی وفات کے بعد سلطان محمود خان کی طرف سے بھکر کے شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے۔ماہ ذی قعدہ ۹۹۱ھ میں وفات پائی۔

(تحفۃ الکرام ص:۳۹۲، تاریخ معصومی ص:۳۲۷، تاریخ سندھ ص:۱۴۱ ج۲ قدوسی)

الشیخ عبدالباسط سندھیؒ :

مولانا شیخ عبدالباسط سندھی ٹھٹھویؒ علم فقہ اور اصول فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔علی محمد ٹھٹھوی کی اولاد میں سے تھے۔اورنگزیب عالمگیر نے سرزمین ٹھٹھہ کی صدارت موصوف کے حوالے کی تھی۔اخیر عمر تک درس وتدریس کا شغل جاری رکھا۔

(نزھۃ الخواطر ص:۱۳۶، جلد ۶، تحفۃ الکرام ص:۲۸۴، فقہائے ہند ص:[illegible] جلد ۵ حصہ اول)

مفتی عبدالرحمٰن سندھیؒ :

مفتی عبدالرحمٰن حنفی سندھی اورنگزیب عالمگیر کے دور حکومت میں مفتی لشکر کے جلیل القدر منصب پر فائز تھے۔۱۱۰۶ھ میں زیارت حرمین سے فیض یاب ہوئے۔

(نزھۃ الخواطر ص:۱۴۳، ج:۶)

مولانا عنایت اللہ ٹھٹھویؒ :

مولانا عنایت اللہ بن فضل اللہ ٹھٹھوی سندھیؒ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ مولانا احمد بن اسحاق ٹھٹھویؒ سے علم حاصل کیا تھا۔ ۱۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ مخدوم محمد معین صاحب دراسات اللبیب اور ضیاء الدین بن ابراہیم ٹھٹھوی آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ (نزہۃ الخواطر ص:۱۹۳ ج ۶ تحفۃ الکرام ص:۶۸۷، فقہائے ہند ص:۲۵۴، ج ۵ حصہ اول)

الشیخ عیسیٰ بن قاسم سندھیؒ :

الشیخ ابو البرکت عیسیٰ بن قاسم بن یوسف بن رکن الدین بن المعروف شہاب الدین المعروف الشہابی الجندی السندھی الہندی البراری العشقی الشطاری القادریؒ لقب عین العرفاء اور مسیح الاولیاء۔ شیخ موصوف کو شیخ عیسیٰ جند اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ ۹۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کی وفات ۹۸۰ھ کے بعد اپنے چچا کے ہمراہ برہان پور چلے گئے تھے۔ اپنے عم مکرم اور دیگر علماء سے اکتساب علم کیا۔ تصوف شیخ محمد عارف الشطاری برہان پوریؒ سے حاصل کیا۔ اصلاح وارشاد درس وتدریس میں زندگی بسر کی۔ روضۃ الحسنیٰ، شرح اسماء الحسنیٰ، عین المعانی شرح قصیدہ بردہ فارسی، قبلۃ المذاہب الاربعہ مع الاشارات من اہل التصوف، حاشیہ علی الفوائد الضیائیۃ لجامی، تفسیر فتح الحمدی، شرح المائۃ عامل، عقد الانامل ترجمہ اسرار الوحی، انوار الاسرار فی حقائق القرآن ومعارفھا۔ ۱۴ ارشوال المکرم ۱۰۳۱ھ کو برہان پور میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص:۲۹۵ ج ۵، تذکرہ علماء ہند ص:۱۵۳، فقہاء ہند ص:۲۸۷ ج ۴ حصہ دوم)

قاضی عثمان سندھیؒ :

قاضی عثمان دربیلی سندھیؒ درس وتدریس زندگی بھر کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ فقیہ زمن مشہور تھے۔ ظاہری سج دھج اور دنیاوی مال ومتاع سے ناآشنا تھے۔ علمی تبحر کے ساتھ زیور

تقویٰ وطہارت سے کمال آراستہ تھے۔ ۱۰۰۲ھ مطابق ۱۵۹۳ء میں اس عالم رنگ وبو کو خیر باد کہا۔ (تاریخ سندھ ص:۱۴۲ ج ۲ قدوسی تاریخ معصومی ص:۳۳۱ نزہۃ الخواطر ص:۱۷۱ ج ۵ فقہاء ھند ص:۲۴۹ ج ۴ حصہ دوم)

مولانا عثمان صدیقی سندھیؒ :

مولانا عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم صدیقی بوبکانی سندھیؒ تکمیل علوم کے بعد ۹۸۳ھ میں برہان پور تشریف لے گئے۔ امیرِ ریاست محمد شاہ بن مبارک فاروقی نے تدریس اور افتاء کا منصب آپ کے سپرد کیا۔ موصوف مسلسل ۲۷ برس تک اس جلیل القدر عہدہ پر فائز رہے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کے بلند پایہ فاضل ہونے کے علاوہ زہد وتقویٰ، تواضع وانکساری آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ شرح علے البخاری، حاشیہ تفسیر بیضاوی یادگار ہیں۔ شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ میں شہید کئے گئے۔ (نزہۃ الخواطر ص:۲۷۵ ج ۵)

مفتی عبدالرحیم سندھیؒ :

مفتی عبدالرحیم بن عثمان بن یوسف بن صالح بُدینی سندھیؒ مرکز علم وفضل ٹھٹھہ کے مفتی تھے۔ (نزہۃ الخواطر ص:۲۱۸ ج ۵ تحفۃ الکرام ص:۳۸۱ فقہائے ہند ص:۱۰۹ ج ۴ حصہ دوم)

مولانا عبداللطیف سندھیؒ :

شیخ عبداللطیف بُدینی سندھیؒ علوم عربیہ فقہ اور اصول میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اورنگزیب عالمگیر کے ہاں موصوف کی حیثیت قابلِ احترام دوست کی سی تھی۔

(نزہۃ الخواطر ص:۲۴۸ ج ۵، فقہائے ہند ص:۲۰۰ ج ۴ حصہ دوم)

قاضی عبدالرحمٰن سندھیؒ :

قاضی مخدوم عبدالرحمٰنؒ جید عالم اور ممتاز فاضل تھے۔ شاہجہاں اور جہانگیر کے دورِ

حکومت میں حرمین شریفین کے نذرانوں کی تولیت موصوف کے سپرد تھی۔ (تحفۃ الکرام ص:۵۳۹)

میرک شیخ عبدالباقیؒ اور ان کی اولاد:

میرک شیخ عبدالباقی بن میرک شیخ محمود بن ابی سعید حنفیؒ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کمالاتِ علمیہ ورثہ میں پائے تھے۔ والد محترم کی وفات کے بعد شیخ الاسلامی کے منصب پر فائز المرام ہوئے۔ موصوف شیخ میرک محمد کے بھائی ہیں۔ ان کے صاحبزادے شیخ محمود ثانی بن میرک شیخ عبدالباقی بن میرک شیخ محمود بن ابی سعید والد ماجد کی وفات کے بعد موروثی شیخ الاسلامی کے منصب پر فائز ہوئے۔ فضائل علمیہ میں بے نظیر تھے۔ ۱۰۲۵ھ میں وفات پائی۔ یافت میرک مقام محمدی مادۂ تاریخ وفات ہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے میرک عبدالباقی الملقب بہ سید خواجہ بن شیخ محمود ثانی بن میرک شیخ عبدالباقی بن میرک شیخ محمود بن ابی سعید حنفیؒ باکمال فضلاء زمانہ میں تھے۔ شیخ الاسلامی کے موروثی منصب پر فائز المرام ہوئے۔ ۱۰۵۸ھ میں وفات پائی۔ آسودہ بفردوس نعیم مادہ تاریخ وفات ہے۔ موصوف کی موت کے بعد منصب شیخ الاسلامی یکے بعد دیگرے آپ کے فرزند میرک عبدالہادی المتوفی ۱۰۸۶ھ ہادی اہل کرم یافت مقام محمود مادہ تاریخ وفات ہے۔ اور میرک محمد مہدی کے حصہ میں آیا۔ میرک محمد مہدی کی وفات کے بعد موصوف کے چچا عبدالوہاب ثانیؒ شیخ الاسلامی کے منصب سے نوازے گئے۔ شیخ عبدالوہابؒ نے ۱۲۱۲ھ میں وفات پائی۔ (تحفۃ الکرام ص:۶۱۱ تا ۶۱۲)

شاہ قطب الدین ہروی سندھیؒ:

شاہ قطب الدین محمد بن شاہ محمود بن شاہ طیب ہرویؒ خراسان سے بھکر تشریف لائے۔ عرصہ دراز تک شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز رہے۔ ۹۷۷ھ میں "کفی بالموت

واعظاً" کا پیغام سناتے گئے (واعظ) مادہ تاریخ وفات ہے۔

(تاریخ معصومی ص:۲۰۲،۲۷۷ تحفۃ الکرام ص:۳۹۰ تاریخ سندھ ص:۱۰۰ ج ۲ اعجاز الحق قدوسی)

شیخ کمال الدین بھکریؒ:

الشیخ کمال الدین بن عنایت اللہ بھکری سندھیؒ بلند پایہ فقیہ اور مشہور فضلاء سندھ میں شمار تھا۔ ۱۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ شرح دیوان حافظ اور الاصلاحات الرضویہ قلمی شاہکار ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ص:۲۴۲ ج ۶، فقہائے ہند ص:۳۴۳ ج ۵ حصہ اول)

قاضی محمد ابراہیم ٹھٹھویؒ:

قاضی محمد ابراہیم ٹھٹھوی سندھیؒ مخدوم فیروز کے نواسے تھے۔ کمالاتِ علمیہ سے موروثی طور پر آراستہ تھے۔ موصوف کو شاہجہاں نے دِلّی "مرحوم" کی مسندِ افتاء تفویض کی تھی۔ کچھ زمانہ قاضی لشکر بھی رہے ہیں۔ جس سے ترقی کر کے قاضی القضاۃ کے جلیل القدر منصب پر فائز ہو گئے۔ کچھ مدت ٹھٹھہ کے امین بھی رہے۔ علاوہ ان مشاغل کے درس و تدریس کا شغل اخیر عمر تک جاری رکھا۔ قاضی موصوف کے تین نواسے قاضی محمد یحییٰؒ، قاضی محمد امینؒ اور قاضی محمد باقرؒ بھی بلند علمی مقام رکھتے تھے۔ موصوف کے برادر زادہ قاضی محمد اکرمؒ موضع نبھوڑہ کے منصب پر فائض رہے۔ قاضی صاحب کے بھائیوں کی اولاد میں قاضی عبدالجلیلؒ (پٹنہ) کے منصب قضاء پر سرفراز رہے۔ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کی مثال قاضی موصوف کے خاندان پر حرف بحرف صادق آتی ہے۔

(نزہۃ الخواطر ص:۹ ج ۵، تحفۃ الکرام ص:۲۶۱، تذکرہ علماءِ ہند ص:۲۶۱، فقہاء ہند ص:۲۰۶ ج ۴ حصہ اول)

مولانا محبّ علی سندھیؒ:

مولانا محبّ علی بن صدر الدین محمد بن علی بیگ ٹھٹھوی سندھیؒ قبیلہ چغتائیہ کے چشم

و چراغ تھے۔فقہ اور شاعری میں کمال حاصل تھا۔والیٔ ہند شاہ جہاں کے مصاحبین میں سے تھے ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی۔(نزہۃ الخواطر ص:۳۲۲ ج ۵ فقہاءِ ہند ص:۳۱۵ ج ۴ حصہ دوم)

مولانا محمد صالح سندھیؒ:

مولانا محمد صالح بن ابراہیم سندھیؒ مفتی رزق اللہؒ کے شاگرد تھے۔لاہور میں مستقل اقامت اختیار کرلی تھی۔علوم فقہ کے ساتھ خاص ربط تھا۔

(نزہۃ الخواطر ص:۳۸۰ ج ۵، فقہاء ہند ص:۳۵۲ ج ۴ حصہ دوم)

مولانا محمود سندھیؒ:

شیخ محمود بن عبدالباقی بن محمود بن ابی سعید الحسینی السبز واری سندھیؒ والد کی وفات کے بعد سندھ میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کئے گئے۔فضل وکمال میں معاصرین سے سبقت لے گئے تھے۔۱۰۲۰ھ میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔

(نزہۃ الخواطر ص:۳۹۷ ج ۵ تحفۃ الکرام ص:۶۱۱، فقہائے ہند ص:۳۶۴ ج ۴ حصہ دوم)

مولانا نظام الدین سندھیؒ:

مولانا نظام الدین بن نور محمد بن شکر اللہ سندھیؒ ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔فقہ اور اصول فقہ میں اپنی مثال آپ تھے۔موصوف سندھ کے قابل فخر فرزند ہیں جنھیں فتاویٰ عالمگیری کی مجلس ترتیب انتخاب میں شریک کیا گیا تھا۔

(خلاصۃ الاثر ص:۴۵۱ ج ۴، تحفۃ الکرام ص:۶۰۰، نزہۃ الخواطر ص:۴۱۹ ج ۵، فقہائے ہند ص:۳۸۷ ج ۴ حصہ دوم)

الشیخ سید ولی سندھیؒ:

شیخ سید شاہ ولی بن ابی القاسم بن علی اکبر بن عبدالواسع حُسینی ٹھٹھوی سندھی مخدوم رحمت اللہ سندھی کے شاگرد تھے۔علم وعمل میں یگانۂ روزگار تھے۔جامع تحفۃ المجالس

نتیجۂ قلم ہے۔۱۱۵۰ھ جگت پور میں وفات ہوئی اور ٹھٹھہ میں دفن کئے گئے۔

(نزہۃ الخواطر ص:۱۰۳ ج ۶)

علامہ طاہر سندھیؒ:

علامہ طاہر بن یوسف بن رکن الدین بن معروف شہاب الدین السندھیؒ قصبہ پاتری (سندھ) میں پیدا ہوئے۔تحصیل علم کی خاطر مختلف بلادِ ہند گجرات، دہلی کا سفر اختیار کیا۔آخر برہان پور میں سکونت اختیار کرلی۔علامہ طاہر سندھیؒ تصنیف وتالیف کا عُمدہ ذوق رکھتے تھے اور کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف تھے۔علامہ ممدوحؒ نے ۱۰۰۴ھ کو وفات پائی۔(نزہۃ الخواطر ص:۱۸۵ ج ۵، الثقافۃ الاسلامیہ ص:۱۳۷، اذکار ابرار ص:۴۲۶)

مولانا حمید الدین سندھیؒ:

مولانا حمید الدین بن عبداللہ بن ابراہیم حنفی العمری السندھیؒ دربیلہ (سندھ) میں پیدا ہوئے۔تعلیم وطن مالوف ہی میں حاصل کی۔والد محترم کے ساتھ حرمین تشریف لے گئے وہاں کے جید اور مشہور اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔جن میں شیخ ابوالحسن شافعی بکریؒ، شیخ احمد بن حجر ہیتمی مکیؒ، شیخ نور الدین علی بن عراقؒ، نجم الدین محمد بن احمد غیطیؒ وغیرہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔۹ سال مہمانِ حرم رہ کر ۱۰۰۹ھ میں ۹۰ سال عمر پاکر اسی ارضِ مقدس میں وفات پائی اور اپنے عظیم القدر بھائی شیخ رحمت اللہؒ کے قریب قبرستانِ معلیٰ میں مدفون ہوئے۔(فقہائے ہند ص:۱۵۸ ج ۴، تحفۃ الکرام ص:۴۴۴، تاریخ معصومی ص:۲۷۹، نزہۃ الخواطر ص:۱۳۷ ج ۵)

قاضی محمد اکرم سندھیؒ:

قاضی محمد اکرم بن قاضی عبدالرحمٰن نصرپوری سندھیؒ علوم عربیہ کے علاوہ فقہ وحدیث میں خاص مقام رکھتے تھے۔اصول حدیث پر بالخصوص گہری نظر تھی۔اس موضوع

پرایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔اس کا نام ''امعان النظر توضیح نخبۃ الفکر'' ہے۔

(تحفۃ الکرام ص:۵۳۹،نزہۃ الخواطر ص:۲۸۲ ج ۶،فقہائے ہند ص:۱۲۳ ج ۵ حصہ دوم)

مولانا صالح سندھی برہان پوریؒ :

مولانا صالح سندھی برہان پوریؒ نابغۂ روزگار فقیہ تھے۔حکیم عثمان بن عیسیٰ بو بکانیؒ برہان پوری سے تعلیم حاصل کی تھی۔ختن الاستاذ (دامادِ استاذ) کے لقب سے مشہور تھے۔ برھان پور میں مسند تدریس وافتاء پر مدت تک رونق افروز رہے۔(نزہۃ الخواطر ص:۱۷۴ ج ۵)

موسیٰ بن ابی موسیٰؒ :

موسی بن ابی موسیٰ حنفی سندھیؒ المتوفی ۱۲ یا ۱۰۱۱ھ۔سیّد صبغۃ اللہ بن روح اللہ حُسینی بھڑوچی نزیل مدینہ منورہ کے اصحاب میں سے تھے۔اکابر اہل علم میں شمار تھا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ اقدس کی زیارت کے شوق میں اخیر عمر میں دمشق شام کا سفر اختیار کیا اور القدس میں جان، جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔(خلاصۃ الاثر ص:۴۳۵ ج ۴،نزہۃ الخواطر ص:۴۱۳ ج ۵)

الشیخ ابوبکر شافعی سندھیؒ :

شیخ ابوبکر سندھیؒ شافعی المسلک تھے۔جامع اموی دمشق میں مسلسل دس سال تک فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔نماز باجماعت اور اکثر روزوں (نفلی روزوں) کا التزام فرماتے تھے۔حکامِ زمانہ سے دامن بچا کر رکھتے تھے۔۳ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ کو بحالت روزہ مرض طاعون سے وفات پائی۔شیخ نجم الدین غزّی شافعی نے ان کی وفات پر یہ شعر کہے ......

اجبت لطاعون اصابت بنالہٗ　　　وارثت علی الخطی والصارن الھندی

سطان دمشق الشام تماماً و آخرا

تبسط فی الندی و ما ترك السدی

موصوف کو باب الفرادیس میں تربت غرباء میں دفن کیا گیا۔

(نزہۃ الخواطر ص:۱۲ ج ۵،فقہائے ہند ص:۵۰ ج ۴ حصہ اول)

قاضی حسن سندھیؒ :

قاضی حسن سندھیؒ اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔سید عبدالکریم کے معاصر تھے۔ ۹۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۰ھ میں وفات پائی۔(تحفۃ الکرام ص:۴۹۸)

....

عہد کلہوڑہ

کلہوڑے کون تھے؟

مولانا غلام رسول مہرؒ اس خاندان کے شجروں پر مفصل ریسرچ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :

''ان دلائل کی بناء پر انتساب عباسیت سے انکار غالباً مناسب نہ ہوگا۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں خاندان یعنی کلہوڑہ اور داؤ پوترے یقیناً عباسی تھے''۔(تاریخ سندھ ص:۵۹ ج ۶ حصہ اول باب دوم)

تنہا شجروں کے نامکمل ہونے کی بناء پر اس خاندان کے انتساب عباسیت کو محلِ نظر سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں۔اس لئے کہ مستند تاریخی دفاتر اِن میں عباسیت کا ذکر اس طرح آیا ہے گویا یہ ایک مسلّم و معلوم واقعہ ہے۔(تاریخ سندھ ص:۷۰)

خاندانِ کلہوڑہ کا پہلا فرمانروا :

میاں یار محمد خانؒ المتوفی ١٧١٨ء اس خاندان کا پہلا فرد ہے۔ جس نے باضابطہ حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ (تاریخ سندھ ص:١٩٢)

خاندان کلہوڑہ کا آخری حکمران :

میاں عبدالغنی جس نے ١٢٢٠ھ مطابق ١٨٠٥ء میں بمقام راجن پور وفات پائی۔ خاندان کلہوڑہ کا آخری تاجدار تھا۔ جسے اپنی غلطیوں کے باعث سلطنت سندھ سے ہاتھ دھونا پڑے۔ (تاریخ سندھ ص:٨٩٩)

مُدّتِ حکومت :

کلہوڑہ کو خاک سندھ پر بحیثیت مجموعی ٨٠ سال حکومت کرنے کا موقع ملا۔
(تاریخ سندھ ص:١٠٩٠)

خاندانِ کلہوڑہ کے نامور اشخاص اوران کے اوصاف :

اصحاب تاریخ نے خاندان کلہوڑہ میں میاں یار محمد کو باعتبار فضل وکمال صف اول کے لوگوں میں شمار کیا ہے۔ موصوف کے بعد میاں نور محمد خان اور میاں غلام شاہ خان کو شمار کیا جاتا ہے۔ میاں غلام شاہ اگرچہ پڑھے لکھے آدمی نہ تھے۔ لیکن ملک داری کی جن گوناں گوں صلاحیتوں سے قدرت نے اُن کو نوازا تھا، جب وہ بروئے کار آئیں تو نابغہ روزگار فضلاء ان کی عظمت وبرتری کے معترف ومدّاح ہونے لگے۔
(تاریخ سندھ ص:٨١، مولانا غلام رسول مہر)

میاں نور محمد خان اہل اللہ علماء اور سادات کی مدارات اور عزت افزائی میں کبھی

متامّل نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے دینی مذاق کا غلغلہ زبان زد عام وخاص تھا۔
(تاریخ سندھ ص:٤٠٦، ١٠٢٤)

موصوف نے ملکی انتظامات کی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود قرآن مجید لکھنے کا بھی شرف حاصل کیا۔ (تاریخ سندھ ص:٥٤١)

علاوہ ازیں اسی خاندان کے چشم وچراغ میاں سرفراز خان کے متعلق فریئر نامہ میں مرقوم ہے۔

محمد سرفراز خان حاکم بود دانش مند فضیلت پرور، در علم وشعرفہمی یکتائے روزگار بود وقدرِ شعراء وعلماء کما ینبغی بجامی آورد۔ (فریئر نامہ ص:٨ بحوالہ تاریخ سندھ ص:١٧١٨ غلام رسول مہر)

ترجمہ : محمد سرفراز خان دانش منداور فضیلت پرور حاکم تھا۔ علم اور شعرفہمی میں یکتائے روزگار مانا جاتا تھا اور شاعروں، عالموں اور فاضلوں کی قدر ومنزلت کماحقہٗ کرتا تھا۔

فریئر نامہ کا مصنف قبیلہ ٹالپر سے نسبی تعلق رکھتا ہے۔ جو خاندان کلہوڑہ کا مخالف اور مذہبی دشمن سمجھا جاتا ہے اور ''الفضل ما شھدت بہ الاعداء'' کے پیش نظر موصوف کے غیر معمولی فضل وکمال کا اندزہ لگایا جاسکتا ہے ....

خوش تر آں باشد کہ سر دلبراں — گفتہ آید در حدیث دیگراں

کلہوڑوں کی ہر دلعزیزی :

مولانا غلام رسول مہرؒ لکھتے ہیں :

حکومت کی ہر دلعزیزی کی سب سے بڑی دستاویز یہ ہے کہ اہلِ ملک کے دل سے جو آواز اُٹھے اسی کے حق میں اُٹھے۔ کلہوڑوں کی ہر دلعزیزی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ ان کی حکومت کے ختم ہونے سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد جن انگریز مبصروں نے سندھ کو

دیکھا انہیں جا بجا کلہوڑوں کا اثر ورسوخ زندہ محسوس ہوتا تھا۔ مثلاً پوسٹنز کے مندرجہ ذیل بیانات ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) اس گروہ (کلہوڑوں) کو پُر تقدس احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ عوام کے دلوں کو مرعوب کرنے کے لئے دنیوی قوت کے ساتھ مذہبی رجحان شامل ہو گیا۔ ملک میں اب بھی بہت سے خدوخال موجود ہیں جو اس دوگونہ اثر کے پائیدار نشانوں کی شہادت دے رہے ہیں۔ (سندھ کے متعلق ذاتی مشاہدات از پوسٹنز ص:۱۶۸ بحوالہ تاریخ سندھ ص:۲۲۳ ج ٦ حصہ دوم)

(۲) ٹالپر ملک کے فاتح تھے اور حکومت انہوں نے اس مقدس گروہ سے چھینی تھی۔ جن کی یاد مسلمانوں کے تمام طبقوں میں حد درجہ عزیز تھی۔

(ذاتی مشاہدات از پوسٹنز ص:۲۳۲ بحوالہ تاریخ سندھ ص:۹۲۳ ج ٦ حصہ دوم)

کلہوڑوں کا مسلک :

کلہوڑے باعتبار مسلک وعقائد کے اہل سنت والجماعت سے تھے۔ فقہ میں حنفیت اور تصوف میں میں سہروردیہ کے طریق پر کاربند تھے۔ (تاریخ سندھ ص:۱۳٦، ۱۳۷)

مذہبی تصنیفات :

میاں نور محمد خان نے وصیت نامہ منشور الوصیۃ کے نام سے مرتب کیا تھا۔ جس کے مندرجات سے موصوف کے دینی رجحان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ا- کسی وقت بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہوں قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے : مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ (الآیۃ) (جس نے منہ موڑا میری یاد سے پس بے شک اس کے لئے ہے تنگ زندگی)

ب- حضور سرور کائنات علیہ اکمل الصلواۃ والتسلیمات کو خدا نہ کہنا چاہیئے۔ آپ

خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے سوا جو چاہو کہو۔ بہ قرآن ثنا گفت وے را خدا......۔

ج- قرآن مجید کی تلاوت جتنی زیادہ ہو سکے کرو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ بلا ناغہ تلاوت جاری رکھو اور زیادہ نہیں تو مہینہ بھر میں کم سے کم ایک مرتبہ قرآن ضرور ختم کرو۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد افضل البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا اپنا شیوہ بناؤ۔ اگر مخلوق ایک بار رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتی ہے تو خدا اس مخلوق پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔

ح- اہلِ بیت کی محبت ضروری ہے جس کسی نے کچھ پایا ہے اہل بیت سے محبت کی بدولت پایا ہے۔

د- مقدمات میں دین کا اتباع شریعت کی پیروی لازم ہے۔ اگر عام مقدمے پیش ہوں تو ہاتھ کاٹنے یا ایسی سخت سزائیں دینے میں جلدی نہ کرو۔ بعض اوقات سچائی کچھ مدت گزر جانے پر ہی ظاہر ہوتی ہے۔

ذ- نماز روزے اور زکوٰۃ کے پابند رہو۔ نماز پہلی چیز ہے جس کے متعلق قیامت میں پہلے پہل پرسش ہوگی۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان یہی وجہ امتیاز ہے۔

ر- چاروں فقہی مذہب برحق ہیں۔ صوفیاء کرام کے چودہ خانوادے بھی درست ہیں۔ ہمارا طریقہ سہروردی ہے۔

ز- آدھی رات کو جاگنے کی عادت ڈالو۔ آدھی رات کی دعائیں سینکڑوں بلاؤں کو دفع کرتی ہیں۔

ط- دنیا کے کاموں سے فارغ ہو جاؤ تو علماء اور صلحاء کی صحبت میں بیٹھو۔

(منشور الوصیۃ قلمی بحوالہ تاریخ سندھ ص:۵۲٦،۵۲۸ ج ٦ حصہ اول)

ظ۔ ''نامہ نغز'' جو میاں موصوف کی سرپرستی میں مرتب کیا گیا تھا جس سے چند اشعار بطورِ نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے موصوف کی دینی وملّی جذبات واضح ہوتی ہیں۔

(۱) نخستین کہ درکار بگذاشت دست
بدیں پروریں کار ازجان بہ بست

ترجمہ: اس نے کاروبار میں ہاتھ ڈالتے ہی سب سے پہلے دل وجان سے دین پروری پرتوجہ کی۔

(۲) بجز شرع ہرگز نہ او زد قدم
بیارا ست گیتی چو باغ ارم!!

(حصہ اول تاریخ سندھ ص: ۶۱-۵۶۰، غلام رسول مہر)

ترجمہ: اس کا قدم شریعت سے باہر ہرگز نہ پڑا دنیا کو اس نے باغ ارم کی طرح آراستہ کردیا۔

عہد کلہوڑہ میں دینی قدریں

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام:

دور کلہوڑہ کے مقتدر فاضل علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاکم وقت کو ان خلاف شرع باتوں کی طرف توجہ دلائی جو مسلمانوں میں رواج پا چکی تھیں۔ مخدوم موصوف کی تجویز کے مطابق شعبان ۱۱۷۳ھ بمطابق ۳۱ مارچ/ ۱۷۵۹ء کو ایک فرمان تمام کارپردازانِ حکومت کے نام جاری ہوا جس میں مندرجہ ذیل امور کی تاکید کی گئی تھی۔

(۱) ایام محرم میں ماتم کرنے اور تابوت نکالنے کو روکا جائے۔

(۲) تمام نشہ آور چیزوں کے استعمال سے منع کیا جائے۔

(۳) جوئے، زنان فاحشہ اور مخنثوں کو پابند کیا جائے۔

(۴) مسلمان عورتیں قبرستان نہ جائیں۔

(۵) جاندار چیزوں کی تصویریں نہ اتاری جائیں۔

(۶) ڈاڑھی مٹھی بھر چھوڑ کر ترشوائی جائے اور منڈانے کی اجازت کسی کو نہ دی جائے۔

(۷) تعزیت کے وقت مردوں اور عورتوں کو چیخ کر رونے اور نوحہ کرنے سے روکا جائے۔

(۸) مسلمانوں کو نماز روزے اور تمام مالی وجانی عبادتوں کی پابندی پر متوجہ کیا جائے۔

(۹) ہندوؤں کو حکم دیا جائے کہ دکانوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں گھٹنے ننگے نہ کریں۔ ہولی، گانے بجانے اور ڈھول ڈھمکے سے باز رہیں۔ بتوں کے سامنے یا دریا اور سمندر کو علی الاعلان سجدے نہ کریں۔

(الوحید خاص نمبر بابت ۱۵ جنوری ۱۹۳۶ء بحوالہ تاریخ سندھ ص: ۶۲۹ ج ۶، حصہ دوم)

میاں یار محمد خان مرحوم نے اپنی رعایا کے متعلق ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ کا ہزار شکر ہے کہ ان میں سے کسی کو قانون شریعت سے باہر کبھی کوئی دکھ نہیں پہنچایا گیا''۔ (گلدستہ نورس بہار ص: ۱۰۹ بحوالہ تاریخ سندھ ص: ۹۳۳ ج ۶)

اپنے دورِ حکومت میں کلہوڑوں نے خطہ سندھ میں اسلامی اقتدار کے اس قدر گہرے نقوش چھوڑے کہ مدتوں بعد جب کہ ان کی حکومت کو ختم ہوئے تقریباً نصف صدی ہونے کو تھی اہلِ سندھ میں دینی مذاق کا اثر نمایاں طور پر محسوس کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ سفر نامہ بخارا کے حوالہ سے پہلے لکھا جاچکا ہے۔

(سفر نامہ بخارا جلد اول بحوالہ تاریخ سندھ ص: ۹۲۴ ج ۶ غلام رسول مہر)

کلہوڑا دور کے فقہاء

شیخ ابوالحسن الکبیرؒ :

شیخ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی الکبیر سندھیؒ مرکزِ علم ٹھٹھہ کے اطراف میں پیدا ہوئے۔ ایام طفولیت یہیں گزارے۔ حصولِ علم کے لئے پہلے ٹھٹھہ کا سفر اختیار کیا پھر مدینہ طیبہ کی راہ لی اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اکابر علماء سے اکتساب فیض کیا۔ جن میں محمد بن عبدالرسول البرزنجیؒ، شیخ ابراہیم بن حسن کورانیؒ قابلِ ذکر ہیں۔ مدت العمر حرم نبوی میں درس دیتے رہے۔ قابلِ قدر تالیفات عالم میں یادگار چھوڑیں۔ ۱۲ شوال ۱۱۳۸ھ بمطابق ۱۷۲۶ء دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔

(معجم المؤلفین ص:۲۶۳ ج۱۱، نزہۃ الخواطر ص:۵: ج۶، تاریخ سندھ ص:۹۹۹)

شیخ ابوالحسنؒ :

شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی المدنیؒ، سندھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ محمد حیاتؒ سے تعلیم پائی۔ مدت دراز تک ان کی صحبت میں رہے۔ بعد ازاں مدینہ طیبہ میں تعلیم و تدریس کا مشغلہ رہا۔ متعدد کتب صفحاتِ عالم پر یادگار چھوڑیں۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۱۸۷ھ جمعۃ المبارک کی شب میں مدینۃ الرسول میں جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

(نزہۃ الخواطر ص:۶ ج۶، معجم المؤلفین ص:۲۱۰ ج۲، تاریخ سندھ ص:۱۰۰۰)

میاں احمدؒ :

میاں احمد مرحومؒ مضافات ٹھٹھہ کے مفتی مانے جاتے تھے۔ نیز میاں محمد باقرؒ

موصوف کے شاگرد تھے۔ ۱۱۶۰ھ میں وفات پائی۔ عزتؔ تخلص فرماتے تھے۔

(تاریخ سندھ ص:۹۸۴ حصہ دوم مہر)

مخدوم جعفر بوبکانیؒ :

مخدوم جعفر بن عبدالکریم المعروف بمیراں بوبکانی سندھیؒ۔ علامہ موصوف بوبکان میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت و وفات سے اوراق تاریخ خاموش ہیں۔ البتہ تاریخ معصومی سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم موصوف مرزا شاہ بیگ ارغوان قندھاری کے حملہ کے وقت بقید حیات تھے۔ اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی وفات ۹۲۰ھ کے بعد ہوئی ہوگی۔ مخدوم نوح بھکریؒ کے معاصر تھے۔ مسلک حنفی پر گہری نظر تھی۔ المتانہ فی مرمۃ الخزانہ کے علاوہ اور کئی گراں مایہ تالیفات یادگار عالم ہیں۔ حل العقود فی طلاق السنود مخدوم موصوف کی عجیب و غریب کتاب ہے جس میں سندھیوں کے طلاق دینے کے طریقے اور ان کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ (تحفۃ الکرام ص:۲۵۹، نزہۃ الخواطر ص:۶۹ ج۴، تاریخ سندھ ص:۱۰۰۴ مہر، تاریخ سندھ ص:۱۹ ج۲ قدوسی)

مخدوم روح اللہ بھکریؒ :

شیخ روح اللہ حنفی بھکری سندھیؒ اپنے زمانہ کے بلند پایہ فضلاء میں شمار کیے جاتے تھے۔ منقول و معقول کے جامع اصول و فروع میں نادرۂ روزگار تھے۔ صلاحیت و بزرگی میں بلند مقام پایا تھا۔ سنہ وفات [illegible]ھ مطابق [illegible] ہے۔ علی شیر قانع نے مخدوم موصوف سے [illegible]

(نزہۃ الخواطر ص:۹۰ ج۶، تحفۃ الکرام ص:۳۹۹، تاریخ سندھ ص:۹۸۸ غلام رسول مہر)

مخدوم رحمت اللہؒ :

مخدوم رحمت اللہؒ ۱۱۳۸ھ-۱۷۲۵ء میں وفات پائی۔مخدوم ضیاء الدین کو موصوف سے شرف تلمذ تھا۔(تاریخ سندھ ص:۹۸۰ حصہ دوم غلام رسول مہر)

مخدوم عبدالروٴف سندھیؒ :

مخدوم عبدالروٴف بن مخدوم عمر علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔میاں نور محمد کلہوڑہ والئی سندھ غایت درجہ مخدوم موصوف کا قدر دان تھا۔۱۱۶۶ھ بمطابق ۱۷۵۲ء یا ۱۷۵۳ء میں راہی ملک بقاء ہوئے۔کان ولیاً روٴف الخلق مادہ تاریخ وفات ہے۔

(تاریخ سندھ ص:۵۵۹ ج ۲،اعجاز الحق قدوسی تاریخ سندھ ص:۹۸۸ حصہ دوم غلام رسول مہر)

مخدوم عبداللطیف ٹھٹھویؒ :

مخدوم قاضی عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھیؒ حدیث فقہ اور اصول کے ماہر تھے۔موصوف کے والد ماجد مخدوم محمد ہاشمؒ بلند مرتبہ عالم تھے۔بلند بخت بیٹے نے بھی افادۂ علماء وطلبہ کو اپنا وظیفہ حیات بنالیا تھا۔۱۱۸۷ھ کو محمد سرفراز کے لشکر میں منصب قضاء پر فائز تھے۔(تحفۃ الکرام ص:۲۹۶،نزھۃ الخواطر ص:۱۶۲ ج ۶ مقدمہ زب وز بابات)

شیخ عبداللہ سندھیؒ :

شیخ عبداللہ بن محمد بن حُسین سندھیؒ معروف بہ جمعۃ چالیس سال تک مدینۃ الرسول میں قیام رہا۔ارض طیبہ کے کثیر طلباء نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔موصوف سخاوت،مروت،حیاء اور شفقت میں عدیم المثال تھے۔۱۱۹۴ھ میں اس عالم رنگ و بو کو الوداع کیا۔(نزھۃ الخواطر ص:۱۶۵،ج ۶)

مخدوم عثمان ٹھاروؒ :

شیخ مخدوم عثمان ٹھاروؒ فاضل،متبحر،نادر روزگار عالم تھے۔میاں نور محمد ناصر پوریؒ سے شرف تلمذ تھا۔مخدوم محمد ابراہیمؒ سے بعض مسائل میں اختلاف رائے رکھتے تھے۔

(تحفۃ الکرام ص:۹۹۰)

فقیر اللہ علوی شکار پوریؒ :

شاہ فقیر اللہ علوی بن شاہ عبدالرحمٰن بن شاہ شمس الدین میاں سرفراز خان کلہوڑاؒ والئ سندھ کے معاصر اور جلیل القدر بزرگ تھے۔

(تاریخ سندھ ص:۵۶۰ ج ۲،اعجاز الحق قدوسی تاریخ سندھ ص:۱۰۰۲ غلام رسول مہر)

حاجی محمد قائم سندھیؒ :

حاجی محمد قائم سندھیؒ عالم اکمل،فاضل اجل مجموعہ علوم عقلیہ ونقلیہ ملا محمد باقر مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ اور مخدوم نور محمد نصر پوریؒ کے شاگرد تھے۔۱۱۵۷ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔(فی جنّت تجری)مادہ تاریخ وفات ہے۔

(تاریخ سندھ ص:۹۹۶ غلام رسول مہر نزھۃ الخواطر ص:۳۴۵ ج ۶)

مخدوم محمد معین سندھیؒ :

مخدوم محمد معین بن مخدوم محمد امین بن طالب اللہ سندھیؒ مخدوم عنایت اللہ بن فضل اللہ کے شاگرد تھے۔علوم عقلیہ ونقلیہ میں علامہ زمان تھے۔عمدہ شاعر تھے۔فارسی میں تسلیم اور ہندی میں بیراگی تخلص فرماتے تھے۔متعدد تصانیف یادگار ہیں۔۱۱۶۱ھ میں اس جہان رنگ و بو کو خیر باد کہا۔رند مشرب بزرگ تھے۔دراسات اللّبیب فی الاسوۃ الحسنۃ

بالحبیب موصوف کی شاہکار تصنیف ہے۔ (تاریخ سندھ ص: ۹۹۰ حصہ دوم غلام رسول مہر تاریخ سندھ ص: ۵۵۵ ج ۱۲ اعجاز الحق قدوسی، نزہۃ الخواطر ص: ۱۵۱ ج ۶ مقدمہ دراسات اللبیب)

شیخ محمد حیات سندھیؒ :

باز گو از نجد واز یارانِ نجد
تا درو دیوار را آری بو جد

شیخ محمد حیات بن ابراہیم سندھیؒ المدنی قوم چاچڑ کے چشم و چراغ تھے۔ قصبہ عادل پور جو کہ روہڑی اور گھوٹکی کے درمیان واقع ہے، میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بیت الحکمۃ ٹھٹھہ میں مخدوم محمد معین سندھیؒ سے حاصل کی۔ عنفوانِ شباب میں دیارِ حبیب ﷺ کا رخ کیا۔ علومِ ظاہری کی تکمیل اپنے ہم وطن شیخ ابوالحسن الکبیرؒ سے کی۔ شیخ موصوف کو حدیث نبوی ﷺ میں کامل دسترس حاصل تھی۔

احمد بن عبدالرحمٰن عبدالخالق یمنی تحریک نجد کے بانی محمد بن عبدالوہاب نے آپ سے حدیث پڑھی تھی۔ گراں قدر کتب تالیف فرمائیں۔ علوم نبوت کی اشاعت میں شیخ کا خاص مقام تھا۔ بارہویں، تیرہویں صدی میں جن خوش قسمت علماء نے مختلف اقطار میں احیاءِ سنت کا فریضہ انجام دیا ان میں سے اکثر کا سلسلہ موصوف سے ملتا ہے۔ ایک سندھی عالم کا یہ عظیم المرتبت کا کارنامہ ہر سندھی کے لئے باعثِ فخر ہے۔ ۱۱۶۳ھ بمطابق جنوری ۱۷۴۹ء بروز بدھ سفر آخرت کی طرف کوچ فرمایا۔

(جنۃ المرجان ص: ۹۵، نزہۃ الخواطر ص: ۳۱ ج ۶، ماثر الکرام دفتر اول تاریخ سندھ ص: ۱۰۰۰، ج ۶، رود کوثر ص: ۵۹۷ ج ۶)

بارہویں صدی ہجری

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ :

فقیہ سندھ، الفاضل العلامہ، محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰنؒ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۱۰۴ھ مطابق ۹۳-۱۶۹۲ء پیدا ہوئے۔ مخدوم عبدالرؤفؒ اور مخدوم ضیاء الدینؒ سے تعلیم حاصل کی۔ ابھی سفینہ حیات نے نویں منزل بھی پوری نہ کی تھی کہ موصوف علومِ ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تھے۔

۱۱۳۵ھ مطابق اگست ۱۷۲۳ء میلادی میں زیارت بیت الحرام سے مشرف ہوئے۔ ۱۲ رجب ۱۱۳۶ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۷۲۴ء کو مقدس سرزمین طیبہ میں روحِ دوعالم ﷺ کے گنبد خضرا پر حاضری دی۔ نابغۂ روزگار فاضل تھے۔ فقہ و حدیث اور تفسیر و کلام میں کامل رسوخ تھا۔ کم و بیش ساڑھے تین سو کتب یادگار چھوڑیں ہیں۔ مخدوم محمد معینؒ جیسے نامور فضلاء موصوف کے شاگردوں میں سے ہیں۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی سے خط و کتابت رہتی تھی اور بحسب فرمان احیاءِ دین کے احکام کا اجراء و نفاذ ہوتا تھا۔ ۶ رجب ۱۱۷۴ھ مطابق ۹ فروری ۱۷۶۱ء کو وفات پائی۔

(تحفۃ الکرام ص: ۶۹۶، نزہۃ الخواطر ص: ۱۶، ج ۶ تذکرہ علماء ہند ص: ۸۱)

مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھویؒ :

مخدوم محمد ابراہیم بن مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشمؒ اپنے والد محترم اور جدِ امجد کی طرح فاضل روزگار تھے۔ آپ کی تصانیف کثیرہ یادگار ہیں۔ مقام مینڈئی جو ریاست کچھ میں واقع ہے۔ وفات پائی اور وہیں سپرد خاک کیے گئے۔

میاں نور محمدؒ :

مخدوم میاں نور محمدؒ فقہی مسائل میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔میاں غلام شاہ کلہوڑا کے لشکر میں منصب قضاء انہیں کے سپرد تھا۔(تحفۃ الکرام ص:۵۴۰)

میاں نعمت اللہ سندھیؒ :

میاں نعمت اللہ بن میاں عبد الجلیل مخدوم ضیاء الدینؒ کے نواسے تھے۔درس وتدریس معمول زندگی تھا۔مؤرخ سندھ سید علی شیر قانع کو بھی موصوف سے شرف تلمذ حاصل تھا۔قانع نے موصوف کے مدرسہ میں میزان الصرف سے شرح ملا تک تمام کتابیں میاں نعمت اللہ سے پڑھی تھیں۔(تاریخ سندھ ص:۵۶۴ ج ۲ قدوسی)

میر نجم الدینؒ :

میر نجم الدین مخدوم محمد معین ٹھٹھویؒ کے خواہرزادے تھے۔اور میر محمد رفیع بھکری کے فرزند مسلکاً شیعہ تھے۔صاحب درس وفتویٰ تھے۔(مقدمہ دراسات اللبیب ص ۵۰)

مخدوم ضیاء الدین سندھیؒ :

مخدوم ضیاء الدین بن ابراہیم بن ہارون بن عجائب بن الیاس صدیقی ٹھٹھوی سندھی شہاب الدین عمر سہروردی کی اولاد میں سے تھے۔مخدوم عنایت اللہ بن فضل اللہؒ متوفی ۱۱۱۴ھ سے علم حاصل کیا تھا۔مخدوم ضیاء الدین ۱۰۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر ۸۰ سال ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی۔(نزہۃ الخواطر ص:۱۱۷، ج ۶)

مولانا محمد مراد سندھیؒ :

مولانا محمد مراد حنفی سندھیؒ اپنے شہر کے منصب قضاء پر مامور تھے۔ہمیشہ وعظ وتذکیر

اور درس وتدریس میں مصروف رہتے۔اخیر ایام میں ارضِ حجاز جدہ میں بسر کیے۔قرآن، حدیث اور فقہ پر عبور کا یہ عالم تھا کہ اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب تصنیف کی جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ان کی یہ تصنیف کتاب وسنت اور فقہ کے نقطۂ نظر سے بہت سے مسائل کو محیط ہے۔۱۲۰۱ھ سے پہلے وفات پائی۔(نزہۃ الخواطر ص:۳۵۰ ج ۶ فقہائے ہند ص:۲۳۰ ج ۵ حصہ دوم)

میرک محمد احسنؒ :

میرک محمد احسن بن میرک محمد افضل" بن میر محمد بن مہدی بن میر عبد الباقیؒ علمی گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔دہلی کی تباہی کے بعد مصائب سے دوچار ہو کر داغستان چلے گئے اور وہاں دوبارہ کھویا ہوا منصب شیخ الاسلامی حاصل کیا۔۱۱۶۷ء میں وفات پائی "جنت الماویٰ مقام احسن است" مادۂ تاریخ وفات ہے۔موصوف کی وفات کے بعد آپ کے بھائی میرک محمد محسنؒ منصب شیخ الاسلامی سے نوازے گئے۔(تحفۃ الکرام ص:۶۱۳)

عہدِ تالپور

دورِ حکومت : ۱۱۹۹ھ تا ۱۲۵۹ھ بمطابق ۱۷۸۴ء تا ۱۸۴۳ء

تالپور کی وجہ تسمیہ :

تال پور بلوچوں کی ایک شاخ ہیں۔بلوچوں کا دعویٰ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی اولاد میں سے ہیں۔

ٹالپر کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ "ٹالہ" ان بلوچوں کے ایک خاندانی بزرگ کا نام تھا اور "پور" فارسی میں اولاد کو کہتے ہیں۔انہی دولفظوں سے مرکب ہو کر ٹالہ پور بنا۔پھر عوام

کے کثرت استعمال سے یہ ٹالپر ہو گیا۔ (تاریخ سندھ ص: ۵۹۷ ج ۲، قدوسی)

خاندانِ تالپور کا پہلا فرمانروا

فاتح سندھ میر فتح علی خانؒ :

میاں عبدالغنی کلہوڑا کے فرار کے بعد میر فتح علی خان نے سندھ پر تسلط حاصل کیا اور وہ ٹالپر خاندان میں سندھ کا سب سے پہلا فرمانروا بنا۔ (تاریخ سندھ ص: ۵۹۹ ج ۲ قدوسی)

تالپور عہد حکومت اور ان کی علمی خدمات :

تالپر عہد ۱۷۸۴ء سے شروع ہو کر ۱۸۴۳ء پر ختم ہوتا ہے۔ تالپروں کی حکومت کا دور اگرچہ ساٹھ سال کی مختصر مدت پر محیط ہے۔ لیکن علمی اعتبار سے بعض گوناں گوں خصوصیات کا حامل ہے۔ تمام ٹالپر حکمران پڑھے لکھے، نکتہ سنج اور بعض ان میں عالم فاضل صاحبِ تصانیف و تالیف شاعر تھے اور اپنے دور کے علماء کی قدر دانی کرتے تھے۔ تالپور حکمران اپنے دور حکومت میں تعلیم کو عام کرنے کی دھن میں رہتے تھے۔ تعلیمی مشاغل میں ان کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنے زیرِ نگیں علاقوں کے عوام کی تعلیم کی سہولت کے لئے جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم کئے تھے۔ ان کے عہد میں خصوصاً سندھ میں چھ علمی مرکز مشہور تھے۔

(الف) سیون (ب) ٹھٹی (ج) کھڑا (د) ٹمیاری (ھ) مٹیر (و) عمر کوٹ

علاوہ ازیں انہوں نے گاؤں گاؤں اور شہر شہر شاہی خزانہ سے مکاتب کھولے تھے۔ بڑے مدارس کے نصاب میں صرف نحو، منطق، فقہ، تفسیر، حدیث، معانی، بیان، وغیرہ تک کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بیگمات تالپور علم کی نشر و اشاعت میں بڑی دلچسپی رکھتیں تھیں۔ چنانچہ شہزادی خیراں نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کے جمیع اخراجات وہ خود اٹھاتی تھیں۔ (تاریخ سندھ ص: ۷۷۹-۷۸۰ ج ۲ اعجاز الحق قدوسی)

عہد تالپور کے فقہاء

مخدوم عثمان متعلویؒ :

مخدوم عثمان متعلویؒ مجتہد فی المذہب شمار کئے جاتے تھے۔ مرحوم "ٹھٹھہ" کے بعد علمی فیضان مخدوم موصوف ہی کے ذریعے سے ہوا۔ ابتدائی تعلیم فضلاء ٹمیاری سے حاصل کی۔ بعد ازاں نصرپور کے مشہور فاضل نور محمد نصرپوریؒ سے تکمیل علوم کی۔ مخدوم موصوف نے جن لوگوں سے کسب کمال کیا وہ وادی مہران کے درخشندہ و تابندہ آفتاب و مہتاب تھے۔ مختلف درسی کتب کے مشکل مقامات پر ان کے قلمی حواشی یادگار ہیں۔ میر فتح علی خان تالپور کے دورِ حکومت میں شرعی فیصلوں کا قلمدان مخدوم عثمان ہی کے سپرد تھا۔ بعض مسائل میں مخدوم عبدالواحدؒ سے اختلافِ رائے رکھتے تھے۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۱۹ھ میں دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ ص: ۲۰۰)

مخدوم عبدالواحد سیوستانیؒ :

مخدوم عبدالواحد سیوستانیؒ المعروف بہ نعمان ثانی بن مخدوم دین محمد صدیقی بن مفتی عبد الواحدؒ ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ "فرخ سیر" مادہ تاریخ ولادت ہے۔ مخدوم موصوف کے معاصرین میں قاضی محمد شکارپوریؒ اور مخدوم عثمان ٹمیاریؒ ہیں۔ جن سے بعض فقہی مسائل پر رد و قدح رہتی تھی۔ قحط الرجال کے اس دور میں مخدوم موصوف جیسے فاضل روزگار کثیر التصانیف بزرگ کی مثال وادیٔ سندھ میں عنقاء ہے۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ ص: ۲۰۳)

مخدوم محمد عابد سندھیؒ :

شیخ مخدوم محمد عابد بن احمد علی بن محمد مراد بن یعقوب حافظ بن محمود انصاری خزرجی سندھیؒ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ وادیٔ سندھ کے روحانی مرکز سیہون شریف "حیدرآباد" میں پیدا ہوئے۔ عم محترم محمد حسین بن محمد مرادؒ کے علاوہ دیگر علماء یمن اور حجاز سے بھی اکتسابِ علم کیا تھا۔ مخدوم موصوف کی جلالت علمی کے باعث والئی مصر نے آپ کو رئیس العلماء کے عہدۂ جلیلہ پر مدینہ طیبہ میں مقرر کردیا تھا۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں بروز سوموار وفات پائی۔ جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے۔ حنفی مسلک کے پیرو تھے۔ متعدد علمی کتب تالیف فرمائیں۔ روحانی سلسلہ نقشبندیہ سے متعلق تھا "فاضل برگزیدہ زمان" مادہ تاریخ وفات ہے۔

(معجم المؤلفین ص: ۱۱۳، نزہۃ الخواطر ص: ۴۴۶ ج ۷، حدائق الحنفیہ ص: ۴۴۳، الیانع الجنی ص: ۶۹)

مخدوم محمد عارف سیوستانیؒ :

مخدوم محمد عارف بن مخدوم محمد حسن بن دین محمد بن مفتی عبدالواحد صدیقیؒ۔ مخدوم موصوف نے ظاہری علوم اپنے عم محترم مولانا عبدالواحد سیوستانیؒ سے حاصل کئے۔ میرانِ تالپور کے دورِ حکومت میں شرعی فیصلوں اور فتووں کا مرجع آپ کی ذات تھی۔ مخدوم عبدالواحدؒ نے زندگی ہی میں ان کو اپنا جانشین مقرر کردیا تھا۔ ۱۲۸۵ھ میں انتقال فرمایا۔ "رضی اللہ المجید عنہ" مادہ تاریخ وفات ہے۔

(تذکرہ ومشاہیر سندھ ص: ۲۱۳)

☆ ☆ ☆

دورِ غلامی

آفتاب فلک رفعت شاہی بود یم
بُرددر شام زوال آہ سیاہ کاری ما

دورِ غلامی کے اسباب :

ع چھوڑا نہیں ہے کوئی گلستان تیرے لئے

جہانگیر اور اس کے جانشینوں کی یہ سنگین غلطی تھی کہ انہوں نے انگریزوں کو ہندوستان میں قدم جمانے کا موقع دیا اور ان کی طرف سے آنکھیں بند کیے خاموش تماشائی بنے رہے۔ اگر شروع ہی سے ان کی بیخ کنی کردی گئی ہوتی تو شاید ہندوستان کی تاریخ اس غلامی کے بدنما داغ سے محفوظ رہتی۔ تاریخ کا یہ کتنا عظیم جاں فرسا حادثہ اور اسلامیان سندھ کے درخشندہ چہرے پر کلنک کا کس قدر غیر معمولی گھناؤنا داغ ہے کہ گیارہ سو سال پہلے وادیٔ کفر وضلالت میں جو شمع نورِ عرب کا مقدس خون دے کر روشن کی گئی تھی۔ وہ ۱۸۴۳ء میں کفر ہی کے تند و تیز جھکڑوں میں گل ہوتی دیکھی گئی ....

لٹ رہا ہے چمن اور آہ نہیں کرسکتے
پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی مجبور نہیں

غدارانِ ملت کی ریشہ دوانیوں کے باعث "دبہ اور میانی" کے میدان میں انگریزوں نے تالپوروں کو شکست دی اور سندھ کے سیاہ وسپید کے مالک بن گئے۔ اور میرانِ حیدرآباد کے آخری مسلم تاجدار میر محمد نصیر خان کو جسے ۱۸۴۳ء میں انگریزوں نے شکست دی تھی۔ گرفتار کرکے بمبئی میں نظر بند کردیا اور وہیں حالت اسیری میں اس نے وفات پائی۔ اس سنگین انقلاب کے بعد افرنگ کے حق میں راہ بالکل ہموار تھی۔ اپنی

شاطرانہ چالوں سے اس عیار قوم نے اہلِ وطن سے وہی سلوک روا رکھا جو عموماً فاتح اقوام روا رکھا کرتی ہیں۔ جس کی ادنیٰ جھلک ملکہ سبا کے اس بیان سے ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی پارلیمنٹ کے سامنے دیا تھا کہ "قالت ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة و كذالك يفعلون"۔

انگریزوں نے بھی بعینہٖ حرف بحرف اس کا عملی مظاہرہ کیا۔ خذلهم الله تعالیٰ۔

....

دورِ غلامی کے فقہاء

شیخ ابراہیم سندھیؒ:

شیخ ابراہیم بن ستایہ معلویؒ (ٹھیاروی) سندھی ۱۶ رجب المرجب ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ قاضی اسماعیل اور عبدالغفور بن ابراہیمؒ المتوفی ۱۲۸۶ھ جیسے اکابر علماء سے شرف تلمذ تھا۔ (نزہۃ الخواطر ص:۳، ج ۸)

شیخ اسعد اللہ سندھیؒ:

شیخ اسعد اللہ بن اللہ بخش حنفی سندھیؒ ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ از ہر ہند دارالعلوم دیو بند کے ابنائے قدیم میں سے تھے۔ "حُبّ النعیم فی استخراج لغات القرآن الکریم" "تحفۃ الحذاق فی ترجمۃ التریاق، رسائل علم تجوید" قلمی سرمایہ ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ص:۵۳ ج ۸)

مولانا عبداللہ سندھیؒ:

مولانا عبداللہ مرحوم حاجی عبدالکریم ٹھیاروی مہاجر مکیؒ کے شاگرد تھے۔ جزئیات

فقہ میں محققانہ رائے رکھتے تھے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ اور خلیفہ محی الدین سیوستانیؒ سے بعض مسائل پر تحریری مناظرہ رہتا تھا۔ جس میں موصوف کا پلہ ہمیشہ بھاری رہتا۔ نصاب زکوٰۃ میں ایک رسالہ تحریر کیا جس میں مولانا لکھنوی مرحوم کا رد فرمایا۔ اسقاط کے عدم جواز پر بھی ایک تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ خواجہ عبدالرحمٰن مجددی سرہندی المتوفی ۱۳۱۰ھ سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت تھے۔ اخیر عمر میں نگاہ جاتی رہی تھی اور تقریباً ۱۳۲۵ھ میں وفات پائی۔

(ماہنامہ الرحیم حیدرآباد ص:۲۸۱)

مولانا عبدالغفور الہمایونیؒ:

مولانا عبدالغفور الہمایونی بن خلیفہ مولانا محمد یعقوبؒ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۱ھ شکار پور سندھ کی ایک مضافاتی بستی "ہمایوں" میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم بلوچستان کے شہر "چھٹ" کے باشندے تھے۔ ہمایوں کے ایک بااثر زمیندار غازی خان سومرو کی استدعا پر ہمایوں میں اسلامی تعلیم وتدریس کے لیے ایک مکتب کی بنیاد رکھی۔ مولانا موصوف نے اکثر کتابیں اپنے والد مرحوم سے پڑھی تھیں ۱۲۷۳ھ میں ان کی وفات کے بعد مولانا سلطان محمد سیت پوری پنجابی سے بقیہ علوم کی تکمیل کی تھی۔ فراغت کے بعد ہمایوں کی مسند تدریس کو زینت بخشی، شعر وسخن کا خاصا ذوق تھا۔ مفطون تخلص کرتے تھے۔ جملہ علوم میں یکتائے روزگار فاضل تھے۔ بلوچستان کے حکام شرعی فیصلوں کے لئے شاہی جرگوں کے موقع پر کیس طلب کر کے موصوف سے اہم فیصلے کراتے تھے۔ مولانا ہمایونی نے ۱۱ ر رمضان بشب جمعہ ۱۳۳۱ھ انتقال فرمایا۔ سردار گل محمد زیب نے حسب ذیل قطعہ سے تاریخ وفات نکالی ہے ....

استاذی فاضل ہمایوں   آں شمسِ زمان شہاب گیتی

روپوش چوں گشت گفت ہاتف   پنہاں شد آفتاب گیتی، ۱۳۳۶ھ

آپ کی قبر ہمایوں میں زیارت گاہ خلائق ہے۔فتاویٰ الہمایونی آپ کا علمی شاہکار ہے۔(رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء ، تذکرہ مشاہیر سندھ ص:۲۲۹)

مولانا عبدالرحمٰن شکارپوریؒ :

مولانا عبدالرحمانؒ ۲۳ رذی الحجہ ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔۲۳ سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون میں مہارت پیدا کرلی۔مولانا عبدالغفور ہمایونیؒ سے علمی استفادہ کیا۔مسلک اہلِ سنت والجماعت پر سختی سے کاربند تھے۔شرک و بدعات سے حد درجہ نفرت تھی اور غیر اسلامی رسومات کا شدت سے رد فرماتے تھے۔مولانا کی سندھی فارسی عربی میں متعدد تالیفات ہیں۔مولانا موصوف نے چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔مادہ تاریخ وفات ''داد حق جنت فردوس بہ عبدالرحمٰن ہے''۔(رسالہ مہران سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ھ ص:۱۰۲)

مولانا عبدالرحمٰن سندھیؒ :

مولانا عبدالرحمٰن بن عنایت اللہؒ ۲۷ ر رجب ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مولانا عبداللہ مرحوم سے حاصل کی اور تکمیل علوم مولانا ہمایونی سے کی۔درس وتدریس وظیفۂ حیات تھا۔۱۳۴۸ھ میں وفات پائی۔فتاویٰ رحمانی فارسی قلمی یادگار ہے۔

(رسالہ مہران سندھیؒ سوانح نمبر ۱۹۵۷ء، ص:۱۱۴)

مخدوم عبدالخالق سندھیؒ :

مخدوم عبدالخالق سندھیؒ بن محمد عاقل بلند پایہ عالم متقی اور بے مثل فقیہ تھے۔علوم عقلیہ ونقلیہ میں یگانۂ روزگار تھے۔مشکل مسائل کی ایسی وضاحت فرماتے کہ علماء وقت تک دنگ رہ جاتے۔موصوف کی فقہی بیاض دو جلدوں میں ہے۔(ماہنامہ الرحیم سندھی حیدرآباد ص:۱۲۷) جس میں حل مسائل کے لئے کلی قواعد درج ہیں۔ ۱۲۳۲ھ میں عہدہ قضا پر فائز

ہوئے اور ۱۸ ر رجب ۱۲۶۸ھ بروز ہفتہ وفات پائی۔شکارپور کے لکھی دروازے کے قریب مزار عالی ہے۔(ماہنامہ الرحیم سندھی ص:۱۲۷)

مولانا عنایت اللہ سندھیؒ :

مولانا عنایت اللہ ٹیاری سندھی حنفیؒ ۱۵ شعبان ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔علماء سندھ اور حرمین شریفین سے شرف تلمذ تھا۔متعدد کتب درسیہ پر تعلیقات مفیدہ یادگار ہیں۔

(نزہۃ الخواطر ص:۳۳۵ ج ۸)

مولانا لعل محمد سندھیؒ :

مولانا لعل محمد بن قاضی رحمت اللہ ٹیاری سندھیؒ شوال ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔علماء ٹیاری سے علم حاصل کیا تھا۔فقہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔زندگی بھر درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔(نزہۃ الخواطر ص:۲۸۱ ج ۸)

قاضی محمد حسین ثانی ٹھٹھویؒ :

قاضی محمد حسین ثانی ٹھٹھویؒ اُوچ شریف کے مشہور قاضی محمدؒ کی اولاد میں سے تھے جام نظام الدینؒ کے دورِ حکومت میں جب سید محمد مہدیؒ ٹھٹھہ میں وارد ہوئے تو علماء وقت نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔لیکن قاضی محمدؒ نے علماء ظواہر کا رد فرمایا۔ملتان اور اُوچ شریف کی بدنظمی کے باعث قاضی محمد حسین ثانیؒ کے خاندان نے ترکِ وطن کرکے بھکر کو مستقل سکونت کے لئے اختیار کرلیا تھا۔قاضی شکر اللہ شیرازیؒ نے جب ٹھٹھہ کی قضاء سے سبکدوشی اختیار کی تو مرزا شاہ حسن نے قاضی شکر اللہؒ کی سفارش پر قاضی محمدؒ کو بلا کر عہدۂ قضاء سپرد کیا۔آج تک منصبِ قضاء اسی خاندان میں ہے۔قاضی محمد حسینؒ نے ۱۲۰۵ھ میں عہدہ قضاء سنبھالا اور ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔(ماہنامہ الرحیم،سندھی ص:۱۷۵)

مخدوم محمد عاقلؒ:

مخدوم محمد عاقل بن عبدالخالقؒ والد محترم کی وفات کے بعد ۱۲۶۸ھ میں مسند قضاء پر متمکن ہوئے۔ مخدوم موصوف وقت کے جید عالم، جوادِ کامل، زاہد وفیاض بزرگ تھے۔ اہل رفض کے رسالہ جواب لا جواب کے رد میں جواب باصواب اور منبع المعانی تفسیر میں یادگار ہیں۔ مذہب حنفی کی تائید میں ایک رسالہ تحریر کیا جس میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں قرآن وحدیث سے دلائل دیئے ہیں ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی، ص:۱۳۲)

مفتی محمد ہالائیؒ:

مولانا مفتی محمد ہالائی بن اخوند محمد اسماعیل بن اخوند دین محمدؒ ہالہ قدیم حیدر آباد سندھ کے باشندے تھے۔ ۲۷ رمضان ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔ سندھی فضلاء سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ مسلسل ایک سال قیام فرمایا۔ دوران قیام مکہ شریف مولانا عبد الحقؒ الہ آبادی سے احادیث مسلسل بالاولیات پڑھیں اور حدیث، فقہ اور اصول فقہ کی باقاعدہ ان سے سند اور اجازت حاصل کی۔ ساری زندگی علمی مشغلہ رہا۔ موصوف کا جاری کردہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔ ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ بعارضہ فالج وفات پائی۔ خلاصۃ الاصول اور الفتاویٰ الحمدیہ فی احکام الاحمدیہ موصوف کا فقہی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ اہم دینی کتب بھی تالیف فرمائی ہیں۔

(نزہۃ الخواطر ص:۲۸۷ ج ۸، رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء)

مولانا محمد قاسم گڑہی یاسین سندھیؒ:

مولانا محمد قاسمؒ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو بروزِ اتوار بوقت صبح پیدا ہوئے۔ درس

نظامی کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے کی۔ فراغت کے بعد والد مرحوم ہی کے مدرسہ میں پڑھانا شروع فرمایا۔ سندھی، فارسی، عربی کے قادر الکلام ادیب تھے۔ شاعری کا عمدہ مذاق رکھتے تھے۔ کئی غزلیات اہل دل کی ضیافت کا سامان ہیں۔ فتویٰ نویسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فتاوی قاسمیہ کی کئی قلمی جلدیں موجود ہیں۔ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی۔ (رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء ص:۱۱۸)

مفتی محمد سندھیؒ:

مولانا مفتی محمد سندھی بن مولانا عبداللہ قریشی صدیقیؒ ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ سو سال سے متجاوز عمر پا کر ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں وفات پائی ان کے فقہی فیصلوں کی تحریرات کا مجموعہ ''مخزن الروایات'' کے نام سے ان کے خاندان میں موجود ہے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی حیدر آباد ص:۷۸)

مولانا نور محمد شہداد کوٹی سندھیؒ:

مولانا نور محمد مرحوم ۱۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ریاست قلات آبائی وطن تھا۔ علمی وجاہت کی بدولت مفتیٔ اعظم کے خطاب سے مشہور تھے۔ موصوف کی علمی شہرت کے باعث والئی قلات خداداد خان نے انہیں قاضی القضاۃ کا عہدہ سپرد فرمایا تھا۔ عرصہ دراز تک منصب قضاء پر فائز رہے۔ اخیر عمر میں کسی شرعی مسئلہ میں والئی قلات سے ناراض ہو کر عہدہ قضاء سے سبکدوش ہو گئے اور واپس سندھ تشریف لے آئے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی حیدر آباد ص:۸۶)

مولانا ہدایت اللہ ٹیاروی سندھیؒ:

مولانا ہدایت اللہ بن محمود حنفی ٹیاروی سندھیؒ رمضان المبارک ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً اکابر علماء سندھ سے علم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مولانا

عبدالسبحانؒ، مولانا عبدالحق ؒ اور سید عبداللہ شافعیؒ سے بھی استفادہ فرمایا تھا۔

(نزہتہ الخواطر ص: ۵۲۲ ج ۸)

مولانا محمد حسن سندھیؒ :

مولانا محمد حسن بن عبدالرحمٰن حنفی سندھیؒ شوال ۱۲۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مولانا رحمت اللہ بن مولانا خلیل احمد کیرانویؒ سے اکثر درس نظامی کی تکمیل کی۔ مولانا لعل محمد سندھیؒ سے بھی شرف تلمذ تھا۔ ٹنڈو محمد خان میں سکونت پذیر تھے۔

(نزہتہ الخواطر ص: ۴۱۹، ج ۸)

مخدوم فضل اللہ سندھیؒ :

مخدوم فضل اللہ سیوستانی پاٹ لائی صدیقی سندھیؒ سیوستان کے خاندان سے نسبی تعلق تھا۔ موصوف کا گھرانہ ہمیشہ علمی مرکز رہا۔ مولانا عبدالواحد سیوستانیؒ کے بعد علمی دنیا میں آپ کا شمار تھا۔ موصوف بلند پایہ فقیہ، صاحب درس وافتاء اور فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ کی تحریرات کے قلمی مجموعے سندھ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ آپ کی تالیفات میں کتاب المصلح فارسی مشہور ہے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی حیدرآباد)

دورِ آزادی

عہد خزاں گزر گیا اور بہار آگئی
دوش صبا پہ بوئے گل ہو کے سوار آگئی

(مولانا ظفر علی خانؒ)

حصولِ آزادی میں اہلِ وطن کی خدمات :

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا، چمن میں جب بہار آئے

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایک ہی نکتہ پر نہیں ٹک سکتی۔ عروج وزوال فتح و شکست سے اقوام عالم کو ہر دور میں پالا پڑا ہے۔ کسی قوم کا میدان کارزار میں بھاگ جانا ہرگز ہزیمت نہیں کہلاتا۔ ہزیمت دراصل اس قوم کی سیاہ قسمت بن جاتی ہے جو ہمت توڑ کے ناموافق سے موافقت کی ٹھان لے۔ بلا امتیاز متحدہ ہندوستان کی اولوالعزم جوان ہمت قیادت نے جبر واستبداد کا خندہ پیشانی سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ قید وبند کی کٹھن صعوبتوں کے علاوہ تختہ دار کو زینت بخشی۔ عبور دریائے شور کی جلاوطنی نبھائی۔ گونا گوں حوادثات میں پس کر عزت و آبرو کی بازی لگائی اور وطنِ عزیز سے ہزاروں میل دور جزیرہ نما مالٹا میں آہنی سلاخوں کو گلے لگایا اور استخلاص وطن کے عظیم موقف پر بڑی پامردی سے ڈٹے رہے اور اس طرح جرأت رندانہ کا کھیل کھیلا کہ نہ تو طمع ولالچ ان کے پائے استقلال کو جنبش دے سکی اور نہ ہی خوف و ہراس کی گیدڑ بھبکیوں سے ان کے ضمیروں کو خریدا جاسکا۔ سچ ہے کہ: ''ہمت مرداں مددِ خدا''

کمال جور و جفا سہنے کے باوجود برطانوی سور ماؤں کو جن کی عظیم قلمرو میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا۔ ناک سے وہ آہنی چنے چبوائے کہ انہوں نے ہند کے عظیم

سپوتوں کے عزم کے سامنے ذلت کے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور صد سالہ ظلم وستم اور قتل و غارت کی پٹاری سمیٹ کر راہ فرار اختیار کی اور آزادی کی وہ مبارک ساعت جس کے حصول کی خاطر لاکھوں معصوم جانوں کو اپنے خون کی قیمت دینی پڑی ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آہی گئی۔ امید و یاس کے روپ میں صد سالہ غلامی سے نجاتِ دہندگی کے بعد یہ امید ہو چلی تھی کہ اب غیروں والی قدغنیں نام تک نہ رہیں گی اور آزاد مملکت میں آزادئ مذہب کے ساتھ زندگی گزار سکیں گے۔ مگر ....

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہ محض دھوکہ دہی کے جذباتی سہانے بے حقیقت خواب تھے جو ۶۴ برس گزرنے کے باوجود بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ اس آزاد مملکت میں متعدد حکومتیں بنیں اور بگڑیں مگر جو بھی مسند اقتدار پر براجمان ہوا وہ "رحم اللہ النباش الاول" (ترجمہ: اللہ پہلے والے کفن چور پر رحم فرمائے) کا مصداق بنا۔ اس لئے اہل بصیرت اسلامی نقطۂ نظر سے دونوں ادوار میں سرِ مو فرق محسوس نہیں کرتے ......

ع جب مالی ہی چور ہو پھر کون رکھوالی کرے؟

....

دورِ آزادی کے فقہاء

مولانا مفتی احمد ہالائی مرحوم:

مولانا مفتی احمدؒ بن مولانا محمد بن اخوند محمد اسماعیل بن اخوند دین محمد ہالہ قدیم حیدر آباد سندھ کے آبائی باشندے اور علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی سے فراغت پر دستار فضیلت الحاج خواجہ آقا حافظ محمد حسن جان صاحب مرحوم سرہندی نے کرائی تھی۔ مفتی موصوف نے ساری عمر درس و تدریس میں گزار

کربلا آخر ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء، ص ۱۹۲)

حضرت مخدوم ابوالاسعد محمد حماد اللہ ہالیجوی سندھیؒ:

اڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں
جی میں کیا آیا کہ پابند نشیمن ہو گئیں

حضرت مخدوم ابوالاسعد محمد حماد اللہ بن محمود بن حماد اللہ ہالیجوی سندھیؒ پنو عاقل ضلع سکھر کے رہنے والے تھے۔ ۱۳۰۰ھ میں قصبہ ہالیجی میں پیدا ہوئے۔ علماء عصر سے تکمیل علوم کر کے درس و تدریس، تصنیف و تالیف کے علاوہ رشد و ہدایت کو وظیفۂ حیات بنایا۔ روحانی نسبت وادئ سندھ کے مشہور عارف باللہ مجاہد کبیر شیخ تاج محمود امروٹیؒ سے تھی۔ تعلیقات علی تفسیر الکشاف للزمخشری، تعلیقات علی السبع المعلقات، سیدنا کعب بن زہیرؓ کے قصیدہ بانت سعاد کی شرح، شرح قصیدہ بردہ، لغات القرآن علی ترتیب سور، شرح اسماء الحسنیٰ منظومہ، فارسی نعت، مخدوم موصوف کا علمی شاہکار ہیں۔ ۱۳۸۱ھ میں عازمِ خلد بریں ہوئے۔

(الیاقوت والمرجان ص: ۶)

مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ السندھی القاسمیؒ:

الاستاذ مخدوم ابوسعید غلام مصطفیٰ السندھی القاسمی بن الحاج الحافظ محمود سندھی ۱۳۳۲ھ کے لگ بھگ بستی بھنھو خان ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں شیخ ابوالحبیب المیر وخانی سے حاصل کی۔ تکمیل درس نظامی کے لیے یگانۂ روزگار، علامۂ وقت، مخدوم ابوعبدالغفار عبدالکریم کورائی السندھی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تحصیل علوم نبوت اور تزکیۂ باطنی کے لئے شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے دامن فیض سے وابستگی اختیار فرمائی۔ موصوف قدیم و جدید علوم کے مایۂ ناز فاضل

ہیں۔ بوم سندھ ایسے رجالِ علم کو مدتوں بعد پیدا کرتی ہے۔ کثیر التصانیف ہونے کے علاوہ دیگر علمی مصروفیات میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

مولانا دین محمد سندھیؒ شرف یافت دنیا ز دین محمد :

مولانا دین محمدؒ ۱۵ رشوال ۱۳۱۴ھ بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۲۱ رمارچ ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور حسن ہے۔ ادیب تخلص تھا۔ نسبی تعلق مخدوم بہاؤ الحق زکریا ملتانی سے ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتابوں کے سندھی مترجم ہیں۔ (رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء ص: ۲۲۲)

مفتی رشید احمد لدھیانوی سندھیؒ :

نام ونسب : مفتی رشید احمد صاحب کا نسبی تعلق ۱۸۵۷ھ کی جنگ آزادی میں شریک علماء لدھیانہ کے عالی خانوادہ سے ہے ....

بنا کر دند خوش رسمے با خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مفتی صاحب موصوف ۳ رصفر المظفر ۱۳۴۱ھ بمطابق ۲۶ رستمبر ۱۹۲۲ء بروز منگل چک 101/15L خانیوال قسمتِ ملتان پنجاب میں مولانا محمد سلیمؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ جو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی صحبتوں سے منجھے ہوئے تھے اور بزم اشرف میں صاحبِ رؤیا کے لقب سے معروف تھے۔ تاریخی نام مسعود اختر ہے۔ چک نمبر 101/15L اشرف الاولیاء حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے نام پر کوٹ اشرف سے مشہور ہے۔ ابتدائی تعلیم قسمت پنجاب کے مختلف مدارس میں حاصل کی۔ تکمیل علوم کے لئے شوال ۱۳۶۰ھ میں مرکز علوم اسلامیہ ازہر ہند دار العلوم دیوبند کا رخ کیا اور شیخ العرب وا

لعجم شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے شرف تلمذ کی سعادت حاصل کی۔

اخلاق وعادات :

حضرت مفتی صاحب خاموش طبع، خلوت نشین، درویش صفت، صاحب استغناء صوفی منش انسان تھے۔ تھانوی سلسلہ کے صاحب نسبت شیخ تھے۔

مشاغل :

درس وافتاء گویا گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ میں (دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی) نامی ایک مثالی درسگاہ کی بنیاد ڈالی۔ جس کا واحد مقصد فارغ التحصیل علماء کو فتویٰ نویسی کی تمرین ہے۔ ارشاد القاری الی صحیح البخاری۔ مقدمہ تفسیر بیضاوی۔ احسن الفتاویٰ کے علاوہ دیگر رسائل حضرت مفتی صاحب کا قلمی کارنامہ ہیں۔

(یہ تعارفی نوٹ حضرت مفتی صاحبؒ سے بالمشافہ حاصل کیا گیا تھا۔ اگر چہ اب انوار الرشید اور احسن الفتاویٰ جلد اول کی ابتداء میں تذکرۃ المؤلف کے ذیل میں یہ باتیں بالتفصیل آ گئی ہیں)

مولانا سید زوار حسین شاہ مجددی سندھیؒ :

مولانا سید زوار حسین شاہؒ سید احمد حسین مرحوم ترمذی کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب شاہ زید سے جن کا مزار سیانہ سیداں ضلع کرنال میں ہے جا کر ملتا ہے۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۱۱ء کو قصبہ گوملہ تحصیل کیتھل ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ دینی وعصری علوم میں کامل دسترس رکھتے ہیں۔ مفتی کفایت اللہ مرحوم شاہ جہاں پوریؒ اور مولانا محمد شفیع دہلویؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے صاحب نسبت روحانی پیشوا ہیں۔ مختلف علمی موضوعات کے علاوہ صرف فقہی موضوع پر تقریباً چار ضخیم جلدوں میں عمدۃ الفقہ آپ کی

اچھوتی تالیف ہے اور اس کا خلاصہ زبدۃ الفقہ موصوف کے رواں و شستہ قلم کا نقش ثانی ہے۔ ترکِ وطن کے بعد کچھ عرصہ خیر پور ٹامیوالی قسمت بہاولپور میں جلوہ فرما رہے۔ پھر مستقل طور پر وادیٔ سندھ کے مدینۃ العلوم، عروس البلاد، باب الاسلام کراچی ناظم آباد میں قیام پذیر رہے۔

حضرت مخدوم سید شیر محمد سندھی مہاجر مدنیؒ :

مخدوم سید شیر محمد ولد سید عارف شاہ گھوٹکی ضلع سکھر کے رہنے والے تھے۔ حضرۃ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء کبار میں ہونے کے علاوہ خاندانی پیر تھے۔ فن تجوید کے ماہر قاری تھے۔ عمدۃ المناسلہ القول المغتنم فی زکوٰۃ الغنم - قرۃ العین فی زیارۃ الحرمین کے علاوہ جمال القرآن، بہشتی زیور کا سندھی ترجمہ موصوف کے تالیفی کارنامے ہیں۔ ۱۳۸۶ھ میں آپ نے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر نمبر بابت ۱۹۵۷ء، ۱۹۹۱ء ماہنامہ الفرقان لکھنؤ وفیات نمبر ص: ۱۴۸ بزم اشرف کے چراغ ص ۵۰)

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی دیوبندی سندھیؒ :

مولانا ظفر احمد عثمانی ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ بمقام دیوبند پیدا ہوئے۔ تاریخی نام (مرغوب نبی) تھا۔ سرکاری کاغذات میں ننھیالی نام ظریف احمد ہے۔ دارالعلوم دیوبند مظاہر العلوم سہارنپور، امداد العلوم تھانہ بھون، جامع العلوم کانپور کے شیوخ سے شرف تلمذ رہا۔ جن میں سے سید انور شاہ کشمیری، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمھم اللہ تعالی علیھم اجمعین خاص کر قابلِ ذکر ہیں۔

علومِ متداولہ سے فراغت کے بعد موصوف نے برصغیر پاک و ہند کی متعدد علمی درس گاہوں کو اپنے علوم و معارف کی نشر و اشاعت کے حوالے سے شرف بخشا۔ جن میں

سے مظاہر العلوم سہارنپور، امداد العلوم تھانہ بھون، اشرف العلوم ڈھاکہ، ڈھاکہ یونیورسٹی، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، جامع قرآنیہ ڈھاکہ، راندیریہ رنگون، ارشاد العلوم گڑھی پختہ۔ عمر عزیز کے آخری سال وادیٔ سندھ کی مردم خیز سرزمین کے دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار حیدرآباد میں درس حدیث دینے میں بسر فرمائے۔ متعدد تالیفات موصوف کا علمی شاہکار ہیں۔ جن میں مقدمہ اعلاء السنن اور اعلاء السنن جو تقریباً ۲۰ جلدوں پر محیط ہے اور احکام القرآن قابلِ ذکر ہیں۔ ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۹۴ بمطابق ۸ ردسمبر ۱۹۷۴ء اتوار کی صبح کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ (انوار النظر فی آثار الظفر خودنوشت سوانح حیات)

کس کس کو یاد کیجئے کس کس کو روئیے　　کیا کیا نہ آسماں سے ہوا انقلاب سے

مولانا عبدالحفیظ حقانی سندھیؒ :

مولانا عبدالمجید سابق مفتی آگرہ ولد مولانا عبدالمجید آبائی وطن قصبہ آنولہ ضلع بریلی ہے۔ تاریخی نام حفظ الرحمٰن ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ء اپنی ننھیال بانس بریلی محلہ بانس منڈی میں پیدا ہوئے۔ ۲۳ جون ۱۹۵۸ء بمطابق ۴ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ مدینۃ الاولیاء ملتان میں وفات پائی۔ مدرسہ منظر حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں والد ماجد سے تکمیل علوم وفنون کی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ سے علم فرائض کی تکمیل اور مفتی حافظ بخش قادری بدایونیؒ سے سند فراغ حاصل کی۔ ۱۹۱۸ء میں سند حدیث حاصل کی۔ عمر بھر تدریسی مشاغل میں منہمک رہے۔ کچھ عرصہ شاہی مسجد آگرہ کے مفتی بھی مقرر ہوئے تھے۔ ۵۵-۱۹۵۴ء میں پاکستان (کراچی) آئے۔ عربی ادب پر عبور تھا۔ فقہی تالیفات کے علاوہ مولانا کی متعدد تالیفات مشہور ہیں: الحسنیٰ و المزید لمحب التقلید، السیوف الکلامیہ لقطع دعویٰ الغلامیہ، علم غیب، آئینہ سنت، تہافۃ الوھابیہ، تشریح کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت، شمع ہدایت، ارغام حازر جواب نقش ماھر،

صیانة الصحابة عن خرافات بابا" "بابا خلیل داس بناری کے جواب میں قابلِ ذکر ہیں"۔

(تذکرہ علماء اہلِ سنت ص: ۱۵۷ محمود احمد قادری)

مولانا عبدالکریم سندھیؒ :

مولانا عبدالکریم بن اللہ ورایا سندھی ۱۳۱۵ھ ضلع دادو میں پیدا ہوئے۔ متعدد کتب تجوید کے مؤلف ہیں۔ وادیٔ سندھ میں صحیح قرآن پڑھانے پر مقدور بھر کوشش فرمائی۔ سندھی، فارسی، عربی میں بلاتکلف درس دیتے تھے۔ دینی ضروریات کا جس سے علم ہو جائے اس کے لئے ایک مختصر المیعاد نصاب جاری فرمایا۔ جو تا حال جاری ہے۔ جملہ معاملات کو شرعی میزان پر تولتے تھے۔ یہاں تک کہ شادی وغمی، خورد ونوش، خرید وفروخت گویا سب معاملات شریعت کے مطابق کرتے تھے۔ متعدد کتب کے مؤلف بھی ہیں۔

(رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء ص: ۱۹۰)

مولانا محمد صادق سندھیؒ :

مولانا محمد صادق بن عبداللہ بن عبدالکریم بن میاں عبداللطیف بن میاں محمد امین سندھی ۲۵ محرم الحرام ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۸۷۴ء بروز ہفتہ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور مولانا احمد دین چکوالی سے حاصل کی۔ ۵ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ کو تکمیل علوم کی غرض سے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ۱۳۱۳ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ آپ کے ہم درس تھے۔ ۶ شوال ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۸ جون ۱۹۵۳ء بروز جمعرات انتقال فرمایا۔

مخزنِ کرم مولانا محمد صادق ۱۳۷۲ھ خلاصة الاخیار مولانا محمد صادق ۱۹۵۳ء مادہ تاریخ وفات ہیں۔ تقسیم ملک سے پہلے کراچی میں فتویٰ کا دارومدار ان پر ہی تھا۔ ساری عمر درس وتدریس اور افتاء کی خدمت میں صرف کی۔

سندھ میں آپ کے تلامذہ بکثرت ہیں۔ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی اور ایک خلقت کو اپنے فیوض علمی سے سیراب فرمایا۔

(ماہنامہ ممبر الاسلام کراچی بابت ربیع الثانی و جمادی الاولی ۱۳۹۲ھ شمارہ ص: ۱۰-۹، ج ۱)

مولانا مفتی محمد صابر امروہی سندھیؒ :

تاریخ پیدائش صحیح طور پر تو معلوم نہیں البتہ قرائن سے جنوری ۱۸۹۸ء معلوم ہوتی ہے۔ مفتی محمد صابر بن محمد سعید امروہیؒ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مجاز بیعت تھے۔ تقسیم سے پہلے مدرسہ عثمانیہ نئی بستی ریواڑی ضلع گڑ گانواں میں صدر مدرس رہے۔ مارچ ۱۹۵۵ء میں پاکستان تشریف لائے اور مفتی محمد شفیعؒ کی نیابت میں دارالعلوم کراچی نانک واڑہ کی شاخ دارالافتاء میں تقرر ہوا۔ یکم صفر المظفر ۱۳۹۳ء بمطابق ۷ مارچ ۱۹۷۳ء کو کراچی میں وفات پائی۔ سیرت صدیقؓ، سیرت فاروقؓ، مشکوٰۃ السراج شرح سراجی، حاشیہ فتح الیمن تصنیفی یادگاریں چھوڑیں۔ (بزم اشرف کے چراغ ص: ۳۵۵)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سندھیؒ

سلسلۂ نسب :

مفتی محمد شفیع دیوبند کے مشہور عثمانی خاندان سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا محمد یٰسین دیوبندی کے گھر، مرکز علوم اسلامیہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں اکیس شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ کی درمیانی شب مطابق جنوری ۱۸۹۷ء میں مفتی صاحب کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم :

مفتی صاحب نے روزِ اول تا آخر ساری تعلیم دارالعلوم دیوبند کے اکابر شیوخ

سے حاصل کی۔ جن میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قابلِ ذکر ہیں۔

درس وتدریس :

درس نظامی سے فراغت کے بعد شعبان ۱۳۳۷ھ میں آپ کا استاذ دارالعلوم دیوبند کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ خداداد صلاحیت کے باعث ۱۳۴۹ھ میں موصوف کو دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عظیم المرتبت منصب پر فائز کردیا گیا۔ مسلسل ۲۶ سال جلیل القدر علمی خدمات سرانجام دینے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوگئے۔

علمی مصروفیات :

حضرت مفتی صاحب نے درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی وہ نمایاں کردار ادا فرمایا کہ دورِ حاضر میں ان کی ہمسری محال ہے۔ موصوف کی جملہ تالیفات ۲۲۰ کے لگ بھگ ہیں۔ جن میں صرف فقہی موضوع پر پچانوے کتب تالیف فرمائی ہیں۔

(بزم اشرف کے چراغ ص: ۸، ماہنامہ الرشید لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر ۵۰۵، تاریخ دارالعلوم دیوبند ص: ۷۵)

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

سلسلۂ نسب :

مولانا محمد یوسف بنوریؒ ممتاز عالم دین سید محمد زکریا بن سید مزمل شاہ بن سید احمد شاہ بنوری مدنیؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ سلسلۂ نسب نویں پشت میں جد امجد عارف باللہ سید آدم بن اسماعیل حسینی غزنوی بنوریؒ کی وساطت سے سیدنا حسین بن علیؓ سے جا ملتا ہے۔

ولادت :

مولانا موصوف ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء بروز جمعرات بوقت سحر

پشاور کے مضافات کی ایک بستی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت :

ابتدائی تعلیم وتربیت پشاور ہی میں حاصل کی۔ پھر افغانستان کا رُخ کیا۔ کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت (بھارت) میں بھی زیرِ تعلیم رہے۔ درس نظامی کی تکمیل ایشیاء کی سب سے بڑی درسگاہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں کی۔ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہے۔ بلکہ علوم انوری کے امین تھے۔

مشاغل علمیہ :

مولانا موصوف کے مشاغل علمیہ میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ دنیائے علم میں آپ کا ایک خاص مقام ومرتبہ ہے۔ عربی ادب میں علماءِ ہند وپاک میں آپ کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ نہایت بلند پایہ ادیب اور اونچے درجے کے ذوق عربیت کے مالک تھے۔

عربی میں بے تکان وبے تکلف گفتگو فرماتے تھے۔ جس میں برجستگی اور بلا کی روانی ہوتی تھی۔ زبان وقلم میں شوکت وسلاست، فصاحت وبلاغت اور متانت وپختگی موصوف کا طرۂ امتیاز ہے ....

زمدح ناتواں ما، جمال یار مستغنی است
بآب و رنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

شیوخ واساتذہ :

شیخ علامہ بنوریؒ کو امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے علاوہ جن بڑے بڑے علماء واعیان سے اجازت حدیث حاصل تھی۔ ان میں سے

چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں :

محقق کبیر علامہ شیخ محمد زاہد الکوثریؒ، عالم کبیر شیخ خلیل الخالدی المقدسیؒ، محدث جلیل شیخ عمر بن حمدان المرسی المالکی المغربیؒ۔

تلامذہ :

برصغیر پاک وہند کے علماء کے علاوہ بلادِ حرمین میں جن حضرات علماء نے مولانا بنوریؒ سے اجازت لی ہے ان میں بعض حضرات کے نام یہ ہیں :

شیخ سلیمان بن عبدالرحمٰن الصنیع (مکہ مکرمہ کے ادارہ ہیئت الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کے سربراہ) محدث شیخ حسن المشاطؒ (مکہ مکرمہ کے مدرسہ صولتیہ کے مدرس) اور عالم جلیل شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

تالیفات :

علامہ بنوری نے مندرجہ ذیل کتب تالیف فرمائی ہیں:

(۱) بغیه الاریب فی مسائل القبلة و المحاریب (۲) نفحة العنبر فی حیات امام العصر الشیخ محمد انورؒ (۳) یتیمة البیان فی شیء من علوم القرآن (۴) معارف السنن شرح سنن ترمذی (۵) عَوارف المنن مقدمه معارف السنن (۶) الاستاذ المودودی و شیءٌ من حیاته وافکاره قابلِ ذکر ہیں:۔ یہ سب کتابیں عربی زبان میں ہیں۔

مخدوم محمد ابراہیم گڑھی یاسینؒ :

مخدوم محمد ابراہیم بن مولانا محمد ہاشمؒ ۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ تکمیل علوم اپنے برادر بزرگ مولانا محمد قاسم صاحب سے کی۔ فقیہ

سندھ مولانا ہمایونی کے نواسہ کی خصوصی تعلیم وتربیت کے لئے موصوف ہی کو مقرر کیا گیا تھا۔ مولانا محمد قاسم کی وفات کے بعد گڑھی یاسین میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ مولانا موصوف کی متعدد تالیفات میں سے چند ایک حسبِ ذیل ہیں :

(۱) رسالہ ازالة الارتیاب (۲) رسالہ حکم فوٹوگرافی (۳) مناسک حج

(۴) جماعت ثانیہ (۵) هداية العباد فی ما یتعلق بالفساد۔

(رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء ص:۲۲۰)

مفتی محمد صاحبداد خانؒ :

شیخ الجامع، جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ ضلع سکھر مفتی صاحبداد خان بن خمیسہ خان ۱۳۱۶ھ بمقام سبی پیدا ہوئے۔ آبائی وطن جھوک سید قاسم شاہ تحصیل بھاگ ڈویژن قلات ہے۔

مولانا محمد یوسف ساکن لانڈھی فقیر صاحبان ریاست قلات بلوچستان کے ہاں زیرِ تعلیم رہے۔ بعد ازاں وادیٔ سندھ کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ قاسمیہ گڑھی یاسین سے سند فراغ حاصل کی ۱۳۵۳ھ بمطابق جولائی ۱۹۳۴ء میں سندھ وبلوچستان کے مشہور روحانی پیشوا خواجہ محمد حسن مجددی کے انتخاب پر خانِ معظم خان، میر احمد یار خان والئی قلات کے استاذ اور ریاست کے قاضی القضاۃ مقرر کئے گئے لیکن مزاج کی عدم مناسبت کی وجہ سے جلد ہی ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء کو واپس وطن چلے آئے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے مولانا نے ۱۹۳۹ء میں مسلم لیگ میں شمولیت فرمائی تھی اور کانگریس کے خلاف مسجد منزل گاہ سکھر میں آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کچھ عرصہ سندھ یونیورسٹی میں دینیات کا درس دیتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مولانا کو سندھ اور کراچی کی جمعیت اہلِ سنت کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔ مولانا موصوف کی

تالیفات کا سلسلہ دراز ہے۔ جن میں سے چند ایک حسبِ ذیل ہیں:

البلاغ المبین، الحق الصریح، تعمیر مساجد کا اہم فتویٰ وغیرہ۔

(رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء، ص: ۲۲۷)

مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکیؒ:

بس سراپا خدمتِ دین کا علم تیری حیات
ہے کتاب دہر میں زرّیں رقم تیری حیات

حضرت الاستاذ مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ ریاست ٹونک صوبہ راجھستان کے قاضی و مفتی مولانا انوار الحسن خان صاحبؒ کے ہاں ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدہ محترمہ سے شروع فرمائی۔ ۱۲ سال کی عمر میں موصوف اپنے دادا کے بھائی مولانا حیدر حسن خان ٹونکی کے ہمراہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے گئے۔ دار العلوم ندوۃ سے واپسی پر کچھ مدت کے لئے محکمہ شرعیہ ٹونک میں محرر دار الافتاء کے منصب پر فائز رہے۔

زمانہ ملازمت میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے مولوی اور دانش کدہ پنجاب سے مولوی عالم کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں دو سال مظاہر العلوم میں زیرِ تعلیم رہ کر دورۂ حدیث دار العلوم دیوبند میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھا۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد ریاست ٹونک کے مفتی مقرر کئے گئے۔ تقسیم ہند کے روح فرسا حادثہ میں ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لے آئے۔ کچھ مدت کراچی کے ایک اسکول میں عربی کے استاذ رہے۔ پھر دار العلوم کراچی میں نائب مفتی اور مدرس مقرر ہوئے۔ شوال ۱۳۷۶ھ سے تا حال جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں صدر مفتی اور استاذ حدیث کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں (یہ تعارف حضرت کی حیات میں زیرِ قلم لایا گیا تھا) ....

افسانہ یاران کہن خواندم و رفتم
در باب کہ لعل و گہر افشاندم و رفتم